سلسلۂ کتب خسروی بہ سرپرستی اعلیٰ حضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ

من عشق وعفّ فمات فھو شھیدٌ

نامش کہ ز غیب شد مسجل
مجنون لیلیٰ بعکس اول

مثنوی

مجنوں لیلیٰ

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تصحیح و تنقید جناب مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوئی

سنہ ۱۳۳۵ھ
۱۹۱۷ء

RSITY LIBRARY
UNIVERSITY ALIGARH
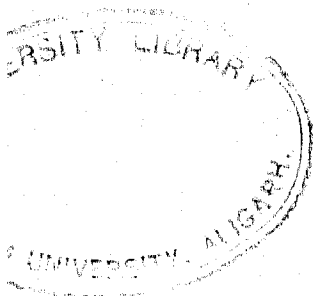
یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب اجازت

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز ہائنس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خان بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ

ملکہ و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نام نامی و اسم

گرامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے۔

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
مقدمہ	

صفحہ	مضمون
۱۰۹	(۱۳) لیلیٰ بسترِ مرگ پر ۱۰۶ امیر خسرو، مُلّا مکتبی شیرازی، مُلّا ہاتفی ہروی (۱) حمد ۱۰۹ (۲) نعت ۱۱۱ (۳) لیلیٰ ۱۱۳
۱۱۵	ختمِ کلام
	متن
۱	حمد
۵	مناجات
۸	نعت
۱۰	معراج
۱۳	مدحِ شیخ
۱۴	محمدہ سلطان
۱۸	خطاب بادشاہِ وقت
۲۰	سببِ نظمِ کتاب
۲۳	حکایت دود لو
۲۶	نصیحت بفرزند
۳۶	حکایتِ شباں
۳۸	آغازِ حکایت
۴۵	افشاءِ راز و پردۂ لیلیٰ
۴۹	خرابی و وارفتگیِ مجنوں
۵۹	پندِ مادر بمجنوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مقدّمہ

حُسنِ اتفاق، حضرت امیر خسرو کو سات برس کی عمر میں داغ یتیمی نصیب ہوا تو انھوں نے اپنے نانا عماد الملک کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی۔ امیر سیف الدین والد کا نام تھا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

سیف از سرم برفت و دلِ من دو نیم ماند
دریائے ما رواں شد و دُرِّ یتیم ماند

آج تقریباً سات سو برس کے بعد دوسرے نواب عماد الملک کے فیضِ تربیت سے کلامِ خسروی کے دُرِّ یتیم تازن آب و تاب سے دیدۂ روزگار کو روشن کر رہے ہیں نہیں نہیں، طوطیِ ہند کے فرزندانِ معنوی (جو باپ کے دامنِ شفقت سے جدا ہو کر کس مپرسی کی یتیمانہ بیکسی میں مبتلا اور بیدرد کاتبوں کی جفا کاری سے نیم مُردہ بلکہ مردہ ہیں) حیاتِ تازہ حاصل کر رہے ہیں۔ مہمات و جزئیات کالج کے ساتھ ساتھ

اہتمام کلیاتِ خسرو کی باگ ایسے روشن دماغ[۱] کے ہاتھوں میں ہے جو ادبِ فارسی کے گھرانے کا چشم و چراغ اور حسرتی مرحوم کا خلفِ رشید ہے۔

کلیاتِ خسرو کے مختلف اجزا تصحیح و تنقید کے واسطے مختلف اہلِ دانش کے سپرد فرمائے گئے۔ مجنوں لیلی کی خدمت کا ع

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

عذر کیا مقبول نہوا۔ محلہ الانسان بقبولِ خدمت کے وقت ہرگز وہ دقّت ذہن میں نہ تھی جو پیش آئی۔ قدیم قلمی نسخوں کی صحت پر اعتماد اور کُلّی اعتماد تھا۔ تجربہ کے بعد بالکلیہ زایل ہوگیا۔ جو نسخہ صحت کے لئے مجھکو دیا گیا وہ ایک نسخہ سے منقول اور دوسے مقابلہ شدہ تھا۔ ایک قلمی نسخہ مقابلے کے واسطے مجھکو ملا۔ دوسرا میرے کتاب خانے میں تھا۔ میرے نسخے نے اوّل مقابلہ میں شکست کھائی۔ دوسرے نے بھی بار ہا ہتیار ڈالے مگر میں نے آخر تک مقابلہ کیا۔ بہت سے مقامات صحیح ہوگئے۔ تاہم اشعار کی خاصی تعداد کاتبوں کے پنجۂ ظلم سے نکلنے کو تڑپتی رہ گئی۔ ایک اور نسخہ عطا ہوا جو سر سالار جنگ کے کتاب خانہ کا تھا۔ اس سے بھی مدد ملی۔ ضرورت پھر بھی باقی تھی۔ دو نسخے اور دستیاب ہوئے۔ صحت کا قدم آگے بڑھا۔ اب بھی معدودے چند مقام صحت طلب ہیں۔ شوقِ تلاش دل میں ہے۔ اور نسخہ ہاتھ آتا ہے تو انشاءاللہ یہ بھی درست ہو جائیں گے۔

---

[۱] نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب بہادر آنریری سکرٹری محمڈن کالج ۱۲

چند مہینے کے مطالعہ کے بعد مثنوی کی طرز بیان سے مناسبت ہوگئی نیز یہ بھی تجربہ ہوگیا کہ کاتب کہاں کس قسم کی غلطی کرتے ہیں۔ کہیں کہیں اس مناسبت اور تجربہ سے بھی کام نکلا۔ اگر صحت پر مفصل بحث کروں تو مبحث تو دلچسپ ہوگا لیکن مقصود سے بُعد ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ ہی کہ جن نسخوں کا ذکر ہوا اُن میں سے تقریباً ہر ایک پاکیزگیِ خط، خوبی کاغذ، زیب و زینت اور قدامت کے لحاظ سے نایاب ہی۔ لیکن اصل مرض کی دوا نہیں یعنی صحت مفقود ہی۔ کاتبوں نے کند چھری سے خسرو کے معنوی شاہزادوں کو ذبح کیا ہی۔ نہ صرف ذبح کیا ہے بلکہ جہاں ہاتھ پڑ گیا صاف اُڑا دیا۔ مجھکو حیرت ہی کہ صدہا برس کے دوران میں کسی نے ان نسخوں کو نہ دیکھا۔ دیکھا تو صحیح نہ کیا اور اگر صحیح سمجھکر دیکھا تو کیا دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ نسخے محض کتاب خانوں کی زینت تھے۔ صحیح نسخے وہ ہوں گے جو ظاہری آرایش سے معرا اہل فن کے لکھے ہوئے اور اُستادوں کے زیر مطالعہ رہکر زیور صحت سے آراستہ ہوئے ہوں گے۔ افسوس کہ اب تک کوئی ایسا نسخہ ہاتھ نہیں آیا۔ مجھکو قلمی کتابوں سے سالہا سال سے شوق ہی حیف کہ اس تلخ تجربہ نے کاتبوں کا اعتبار بالکل کھو دیا۔ اسی کے ساتھ بارہا اُن بزرگوں کی محنت و ہمت پر دل سے آفرین نکلی جنھوں نے قرآن و حدیث کو اہل قلم کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔ جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء۔ اگر یہ نہوتا تو کیا ہوتا۔ معاذ اللہ خود دین نہوتا۔

البلاءُ قدیمٌ۔ کاتبوں کے ظلم و ستم کا اندیشہ خود امیر خسرو کو بھی تھا۔

ہر کو نکند بہ طبع قابل

مابعد نوشتنش مقابل

یا بیتے از یں عدد کند کم

کم باد ز راحت اخلاصی از غم

مگر کاتب کب پروا کرتے ہیں۔ آج اگر امیر خسرو زندہ ہو کر اپنے کلام کی تباہی دیکھیں تو یقیناً فرطِ غم سے پھر زندگی سے خلاص پا جائیں ۔ صائب

ہرگز از چنگیز خاں بر عالمِ صورت نرفت

آں ستم کز کاتباں بر اہلِ معنی می رود

مجنوں لیلے یہ مثنوی خمسۂ خسروی کی تیسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار اور شیریں خسرو کے بعد لکھی گئی ششصد نود و ہشت (۶۹۸) ھ میں منظوم ہوئی[1]۔ اس کی تصنیف کے وقت حضرت امیر خسرو کی عمر چوالیس (۴۴) برس کی تھی اور دیوان تحفۃ الصغر وسط الحیوٰۃ اور غرۃ الکمال اور مثنوی قرآن السعدین مرتب ہو چکی تھی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ۔

چوں من بدو نامہ زیں ورق پیش

راندم قلمے بہ نکتۂ خویش

---

[1] ششصد نود و ہشت (۶۹۸) ھ میں امیر خسرو نے تین مثنویاں لکھیں مطلع الانوار، شیریں خسرو اور لیلے مجنوں۔ ان کے اشعار کی مجموعی تعداد دس ہزار بیالیس (۱۰۰۴۲) ہے ۱۲ حسرت شروانی

ولہ

تاریخ ز ہجرت آنکہ بگذشت
سالش نو دست وشش صد وہشت
۶۹۸

خمسۂ نظامی کی مثنوی کا نام لیلیٰ مجنوں ہے طوطیٔ ہند نے مجنوں لیلےٰ رکھا۔

نامش کہ زغیب شد مسجّل
مجنوں لیلےٰ بہ عکسِ اوّل

مجنوں لیلےٰ کے اشعار دو ہزار چھ سو ساٹھ ہیں۔

بیتش بہ شمارِ راستی ہست
جملہ دو ہزار وشش صد و شست
۲۶۶۰

نسخہ ہٰذا میں تعداد اشعار دو ہزار چھ سو آٹھ ہے ۲۶۰۸ مختلف نسخوں کے مقابلے سے اڑتالیس کا اضافہ ہوا۔ باون اب بھی کم ہیں۔

قصۂ لیلیٰ مجنوں لیلیٰ مجنوں کی حکایت کا تعلق سرزمین عرب سے ہے۔ اور یہ دو نوں غیر فانی ہستیاں عربی نژاد تھیں۔ مردانہ عشق کا لوازمہ شورش اور جوش وخروش ہے عرب کے جذبات نے ہر میدان میں سادگی وصداقت کی قوت سے فتح پائی ہے انھی اوصاف کی مدد سے قیس عامری بھی میدان عشق میں گوئے سبقت لے گیا۔ اُس کا حریفِ شہرت فرہاد سرزمین ایران کا ثمرہ تھا۔ چناں چنیں سے فرصت نہ ملی ع

سرگشتۂ خمارِ رسوم وقیو د تھا

قصرِ شیریں کی زیب و زینت کے لئے جوئے شیر کی فکر میں سرگرداں رہا۔ آخر تیشہ نے پانوں پر گر کر کام تمام کر دیا۔ مجنوں کی بے تعلقی کا یہ اثر ہے کہ اُس کی تصویر حماموں میں برہنہ کھینچی جاتی تھی ع

قیس تصویر کے پردہ میں بھی عُریاں نکلا

عشق کی تاثیر دیکھو۔ عربی، فارسی، ترکی، پشتو، اردو، یہ پانچوں زبانیں اُس کے دمِ گرم کی تاثیر سے منور و تابدار ہیں۔ یورپ کے لٹریچر بھی ان ناموں سے خالی نہیں۔ اور اس طرح ایک عالم آج تک اُس کے زیرِ نگیں ہے۔ اور کوئی دوسرا لٹریچر قیس کا ہمپایہ عاشق پیش نہیں کر سکتا۔

اثر سوز و گداز کی قوت سے وہ مضامین جو سرزمین عرب سے مخصوص تھے فارسی اور اردو میں شیر و شکر ہوگئے۔ ناقہ، محمل، ساربان، حُدی، صحرا، خارِ مغیلاں، قبیلہ، یہ تمام الفاظ گل و بلبل اور شمع و پروانہ کی مثل باعثِ گرمی ہنگامہ ہیں۔ شعرائے فارسی کی نکتہ سنجی و نزاکت آفرینی نے کیسے کیسے بدیع اسلوب پیدا کئے ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

شفائی اصفہانی ؎

ناقہ را می راند لیلیٰ سوئے خلوت گاہِ ناز
ساربان در رہ حُدی میخواند و مجنوں میگریست

حافظ شیرازی ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اوّل قدم آن ست کہ مجنوں باشی

شاپور طہرانی ؎

غمش در نہاں خانۂ دل نشیند
بنازی کہ لیلیٰ بہ محمل نشیند

ملک قمی ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

عرفی شیرازی ؎

تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را

صائب تبریزی ؎

داغ فرزندی کند فرزندِ دیگر را عزیز
تنگ تر گیرد ز مجنوں در بغل صحرا مرا

میرزا غالب دہلوی ؎

بہ شرع آمیز و حق می جو ز مجنوں کم نئی بارے
دلش با محمل ست اما سخن با ساربان دارد

عشقِ مجنوں کی حکایاتِ گوناگوں تصوف میں سرمایۂ درد و مایۂ سوزش ہیں۔ اگر مختلف زبانوں کا وہ کلام جس میں مجنون و لیلیٰ کا ذکر ہے فراہم کیا جائے تو یقین ہی کہ ایک مختصر کتاب خانہ مرتب ہو جائے۔

اس میں سخت اختلاف ہی کہ مجنوں کا وجود واقعی ہے یا فرضی۔ صاحب اغانی نے اس پر مفصل بحث کی ہی۔ متعدد روایتیں فرضی ہونے کی تائید میں نقل کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہی کہ خاندان بنی امیہ کا ایک شاہزادہ کسی پری جمال پر فریفتہ تھا۔ راز عشق چھپانے کے لئے جو اشعار عالم وارفتگی میں کہتا مجنوں کے نام سے کہتا۔ ع

دیوانہ بکار خویش ہشیار

قوی قول یہ ہی کہ مجنوں اور لیلیٰ فی الواقع اس عالم میں تھے۔ نجد اُن کا وطن تھا۔ نجد عرب کا وہ حصہ ہی جو شام سے متصل اور نہایت شاداب ہی۔ اُس کے سرسبز پہاڑ پھولوں کی خوشبو سے مہکتے ہیں۔ عرار[1] نجد مشہور ہی۔ دونوں قبیلۂ بنی عامر کے چشم و چراغ تھے۔ مجنوں کا نام قیس ہے۔ بعض نے مہدی بھی لکھا ہی۔ نسب قیس بن الملوح بن مزاحم بن عدی بن ربیعہ بن جعدہ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔ لیلیٰ کا نسب لیلیٰ بنت مہدی بن سعد بن مہدی بن ربیعہ بن الحریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کنیت ام مالک۔ مروان بن حکم اموی کے عہد کا یہ واقعہ ہی (سنہ ۶۴ھ لغایۃ سنہ ۶۵ھ)

---

[1] ایک خوشبودار درخت ۱۲ حسرت

بچپن میں دونوں اپنے اپنے گھر کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ اُسی عالم میں عشق کا نشو و نما ہوا۔ جب سن بڑھا اور چرچا ہوا تو لیلی کا پردہ ہو گیا۔ فراق سے مجنوں کی شورش بڑھی، شورش کے ساتھ شہرت و رُسوائی۔ والدین نے فرطِ رحم سے شادی کا پیام دیا۔ خانۂ رسوائی تباہ، لیلی کے ماں باپ کو داغِ بدنامی گوارا نہ ہوا۔ خانہ آبادی سے انکار کر دیا۔ برقِ انکار نے قیس کا خرمنِ ضبط و صبر پھونک دیا۔ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل گیا۔ بادیہ نوردی میں عشق کے جوہر چمکے۔ مجنوں سوزِ عشق کے ساتھ عربی فصاحت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ ہر موقع کے متعلق اُس کے پُر درد اشعار ہیں جو عشق و محبت کے آئین و آئینہ ہیں۔ میں یہاں کچھ نمونے دکھاتا لیکن ایک عبرت خیز واقعہ سے ڈرا ہوا ہوں۔

علامہ شبلی کی کتاب شعر العجم پڑھکر اہلِ ذوق نے یہ داد دی کہ اگر اس میں اشعار فارسی کے بجائے اُردو ترجمہ ہوتا تو خوب ہوتا، اشعار فارسی سے بے لطفی ہو جاتی ہے۔ فارسی کا یہ حال ہے تو عربی کا کیا حشر ہو گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بادیہ پیمائی میں مجنوں کے ہمدمِ خاص آہوانِ صحرا تھے۔ یوں رشتۂ ہمدمی سب وو دام کے ساتھ مستحکم تھا۔ بیٹے کی تباہی سے ماں باپ کا دل کُڑھتا تھا۔ ایک شب حرم محترم میں لائے اور کہا کہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑ کر عشقِ لیلی سے نجات پانے کی دُعا مانگو۔

مجنوں نے پردہ پکڑا اور کہا ؎

	(ترجمہ)
یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّی حُبَّهَا اَبَدًا	اے میرے رب لیلی کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا
وَیَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا	اور خدا اُس بندے پر رحمت کرے جو میری دُعا پر آمین کہے

ستم پر ستم یہ ہوا کہ بے درد والدین نے لیلیٰ کی شادی دوسری جگہ کر دی مجنوں پر تو جو مصیبت گذری ہوگی وہ ظاہر ہے۔ لیلیٰ کی بیتابی و بیقراری نے شوہر پر زندگی وبالِ جان کر دی اور تنگ آکر بے تعلق ہو گیا۔ مجنوں کبھی کبھی جوشِ وحشت میں دیارِ جاناں میں آتا اور دردناک اشعار سے لیلیٰ اور اُس کے اہلِ قبیلہ کو بیقرار کر جاتا آخر لیلیٰ اسی حسرت و یاس میں جان سے گذر گئی۔ مجنوں وفاتِ جاناں کی خبر سُنکر کب زندہ رہ سکتا تھا۔ نامراد مر گیا۔ یہ ہے عربی قصّہ کا خلاصہ۔

مثنوی مولنا نظامیؒ کے عنوان مفصلۂ ذیل ہیں:۔

حمد، مناجات، نعت، منقبتِ چار یار، معراج، نصیحت، ترتیب کتاب، مدحِ ممدوح، دعائے دولت، حسبِ حال، یادِ گذشتگان، آغاز داستان عشق مجنوں لیلیٰ، نالۂ مجنوں فراقِ لیلیٰ میں، لیلیٰ کے نظارہ کو مجنوں آتا ہے، سید عامری لیلیٰ کے گھر مجنوں کا پیامِ شادی لے گیا اور ناکام رہا، زاریِ مجنوں، سید عامری مجنوں کو زیارت کعبہ کے واسطے لے گیا، مجنوں کی دعا، قبیلۂ لیلیٰ مجنوں کی ہلاکت پر آمادہ ہوا، باپ کی نصیحت مجنوں کو، مجنوں کا جواب، سراپائے لیلیٰ اور اُس کی شورش، لیلیٰ کا باغ میں جانا، ابن سلام لیلیٰ پر عاشق ہو کر خواستگارِ نکاح کرتا ہے، نوفل کی مجنوں سے ملاقات اور پرسشِ حال، نوفل کی لڑائی قبیلۂ لیلیٰ سے، مجنوں کی شکایت نوفل سے، نوفل کی قبیلۂ لیلیٰ سے دوبارہ لڑائی، مجنوں کا مکالمہ کوّے سے، لیلیٰ اپنے باپ سے مجنوں کی مخالفت پر ناخوش ہوتی ہے، لیلیٰ کا نکاح ابن سلام سے، دونوں میں ناموافقت،

مجنوں نے لیلیٰ کے نکاح کا حال سُنا، سید عامری وہاں مجنوں کے پاس گیا، پدر مجنوں کی وفات، لیلیٰ کا مجنوں کے نام خط، مجنوں کا جواب، مجنوں کی لیلیٰ سے ملاقات باغ میں، ابن سلام کی بیماری اور وفات، لیلیٰ نے زید کو بھیجکر مجنوں کو بلایا، دونوں کی ملاقات، لیلیٰ کی بیماری اور ماں کو وصیت دلداریِ مجنوں کی، زید نے وفات لیلیٰ کی خبر مجنوں کو پہنچائی، مجنوں لیلیٰ کی قبر پر جان دیتا اور اسی قبر میں دفن ہوتا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی مثنوی کے حسب ذیل عنوان قایم کئے ہیں: حمد، مناجات، نعت، معراج، مدح بادشاہ، خطاب بہ بادشاہ، حکایت دیوان، نصیحت فرزند کو، حکایتِ شباب، سببِ تالیف، مجنوں کی پیدایش، مکتب نشینی، مکتب میں لیلیٰ بھی ہے، درسِ عشق کی تکرار، افشائے راز، ماں کی فہمایش لیلیٰ کو، پردہ نشینی، مجنوں کی وحشت و بادیہ نوردی، مجنوں کے باپ کا جنگل سے سمجھا کر مجنوں کو ماں کے پاس لانا، ماں کی نصیحت، مجنوں کا باپ لیلیٰ کے یہاں شادی کا پیام دیتا ہے، نفرت کے ساتھ جوابِ انکاری، سردارِ قبیلہ نوفل کا لیلیٰ کے خاندان سے لڑنا، اسی معرکہ میں مجنوں کی جانب سے کوّوں کی ضیافت، مجنوں کی شورش کی ترقی، نوفل نے خود اپنی لڑکی کا نکاح قیس سے کردیا، مجنوں کا جوشِ وحشت اور قطع تعلق، لیلیٰ کا نکاح کی خبر سُنکر مجنوں کو خط لکھنا، قیس کا جواب، احباب دھوکہ دیکر مجنوں کو باغ میں لے آئے، دیوانہ گھبرا کر بھاگ نکلا، بلبل سے مکالمہ، سگِ لیلیٰ سے ملاقات، لیلیٰ بیمار پڑتی ہے، خواب میں مجنوں کو دیکھکر شدتِ بیقراری میں ناقہ پر سوار ہوتی اور مجنوں کے پاس جا پہنچتی ہے، لیلیٰ کی مراجعت، مجنوں کی

آہ وزاری، لیلیٰ کی زار نالی، لیلیٰ سہیلیوں کے ساتھ باغ میں جاتی ہے وہاں مجنوں کا ایک رفیق اُس کو پہچان کر مجنوں کی ایک غزل پر درد و سوزناک آواز سے گاتا ہے، لیلیٰ اُس کو سُنکر بیتابانہ مجنوں کا حال پوچھتی ہے، وہ رفیق امتحاناً مجنوں کی وفات کی خبر سُناتا ہے، لیلیٰ بیقرار ہوکر گھر آتی اور مُبتلائے مرضِ موت ہوتی ہے، بہارِ حُسن کی خزاں، لیلیٰ کی وفات، مجنوں خبرِ مرض سُنکر عیادت کو آتا اور جنازہ دیکھتا ہے، مستانہ ترانہ، دفن کے وقت جان دیتا اور ساتھ دفن ہوتا ہے، امیر خسرو اپنی والدہ اور بھائی کا نوحہ کرتے ہیں، خاتمۂ کتاب۔

داستانِ لیلیٰ مجنوں کا جو خاکہ ہم نے اوپر دکھایا اُس سے عیاں ہوتا ہے کہ قصۂ مذکور میں نہ بزم آرائی ہے اور نہ قصر وایوان کی آراستگی۔ تکلف سے مبرا سوز و گدازِ عشق اور مصائبِ فراق کا جانسوز افسانہ ہے اور دشت پیمائی و بادیہ نوردی کی حکایت۔ اس کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی وہ سرکارِ خسروی میں وافر مہیا تھا مبدأ فیاض نے دلِ پُر درد اور سینۂ سراپا سوز عطا فرمایا تھا۔ حضرت نظام المشایخ قدس سرہٗ دعا میں اُن کے سوزِ سینہ کا واسطہ دیتے تھے۔ چشتی نسبت جوش و خروش کی ضامن تھی۔ غزل اُن کا خاص میدان تھی۔ قصۂ مجنوں کی جان تغزل ہے۔ فسانہ کا کمال یہ ہے کہ واقعہ معلوم ہو۔ واقعہ نگاری امیر خسرو کا حصّہ تھی۔ اُن کے دواوین کے مقدمات قیمتی تاریخ معلومات سے مالا مال ہیں جن سے مورخوں نے مدد لی ہے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں جو شخصیت (کیرکٹر) ہے بولتی چالتی تصویر ہے۔ ہر قصّہ واقعہ سے

ہمسری کرتا ہی۔ شاعر مصور فطرت ہی۔ امیر خسرو کے قلم نے جو تصویریں الفاظ میں کھینچی ہیں وہ مرقع مانی و بہزاد کی یادگار ہیں۔ امیر خسرو کا عہد ۶۵۴ھ سے ۷۲۵ھ تک ہی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مولانا نظامی مثنوی کی، سلمان ساوجی قصیدہ کی، اور شیخ سعدی غزل کی زبان مانجھ کر رشکِ آئینہ کر چکے تھے۔

امیر خسرو ان تینوں اقلیموں کے بادشاہ تھے۔ خود اُن کی شہادت ہی (اور اس سے بڑھکر شہادت کیا ہو سکتی ہی) کہ اُس عہد میں ہندوستان کی فارسی خراسان و ایران کی فارسی سے زیادہ فصیح و صحیح تھی۔ خلاصہ یہ کہ جس پاکیزہ اور پُرسوز زبان کی ایک عشقیہ داستان کے لئے ضرورت ہی وہ مثنوی مجنوں لیلیٰ کی زبان ہے خود فرماتے ہیں۔

آرایشِ پیکرِ معانی
بستم بہ سلاستِ روانی

بعض بعض الفاظ اُس میں ایسے بھی ہیں جو بعد کو متروک ہو گئے مثلاً نائژہ، الفنج، ستنبہ، توزی۔ مگر یہ الفاظ ایسے موقع پر استعمال ہوئے ہیں جو پرتکلف ہیں مثلاً دیووں کا قصہ۔ حُسن و عشق کی داستان میں وہی الفاظ ہیں جن پر ایک باکمال شیرازی و اصفہانی فخر کر سکتا ہی۔ فغانی و حافظ کی غزلوں سے مقابلہ کرو ان الفاظ سے بہتر الفاظ نہ پاؤگے۔ اب ہم مذکورۂ بالا مضامین کا جُدا جُدا نمونہ دکھاتے ہیں۔

شخصیات (۱) مجنوں (بچہ مکتب میں جاتا ہے)

سالش بشمار پنجم افتاد — زو نور بہ چرخ و انجم افتاد

شد تازہ چو نیم رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تذروے

زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیش معلمش نشاندند
خوبی تشبیہ ملاحظہ طلب ۱۲

دانائے رقم زہبر تعلیم — کردش بہ کنار تختۂ تسلیم

(ابتدائے عشق مکتب میں)

زانو زدہ قیس بردگر سو — ہم چرب زباں و ہم سخن گو

نازک چو نہال نو دمیدہ — خوش طبع و لطیف و آرمیدہ

شیریں سخنے کہ ہوش می برد — رونق ز شکر فروش می برد

نالندہ بہ تخت دردبستاں — چوں بلبل مست در گلستاں

لحنش چو شدے بروزن گوش — از روزن جاں و دل شدی ہوش

زاں تن کہ صدائے او شنیدے — جاں رقص کناں بروں دویدے

از نامہ بجاں نوردمی داد — از نالہ صدائے دردمی داد

نوعمری کی شیریں آوازی میں جو درد کی چاشنی پیدا ہوگئی ہے اُس کی تصویر اس سے بہتر کیا کھینچ سکتی ہے؟ ع

از نالہ صدائے دردمی داد

"چوں بلبل مست درگلستاں" کی تشبیہ اس حال میں اور "یا بال دمیدہ نو تذروے" کی

تنبیہہ اوپر کے بیان میں پڑھکر مقابلہ کرو، دونوں موقعوں کی تصویرِ شخصیت آنکھوں میں پھر جائے گی۔

(لیلیٰ کی پردہ نشینی کے بعد)

چوں ماند پریوشِ حصاری	در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند	در دورِیِ ادب ڈویدیک چند
می بست بخامشی دہن را	میداشت بہ حیلہ خویشتن را
آہے بجگر فرو دمی خورد	والماس بہ سینہ خُرد می کرد
زیں ناوکِ غم کہ بے سپر بود	ہر دم خلہ ایش در جگر بود
دُز دیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت	وز دیدہ دُر چکیدہ می ریخت
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست	می کرد شکیب تا توانست
چوں سیلِ غمش رسید بر فرق	از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک	وافگند بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد بے تاب	بر خاک مراغہ کرد چوں آب
میراند ز آبِ دیدہ رودے	میگفت چو بلبلاں سرودے

غلطیدہ ۱۲

لیلیٰ کے حجاب سے جو بیچینی پیدا ہوئی اُس کو افشا کے خوف سے قیس نے چھپایا۔ اِس ضبط کی کشمکش کو چھٹے شعر تک کیسے لگتے ہوئے مضامین و الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بالآخر سیلابِ عشق ضبط کے بند کو توڑ کر موج زن ہوگیا۔ بقیہ اشعار میں اُس کی

تصویر ہی۔ بلبل کے ساتھ تشبیہ اس سے پہلے بھی آئی ہی۔ دیکھو پہلے بیان میں بلبل مست کا ترانہ تھا۔ قیس بھی جوشِ نوجوانی میں تھا اور دیدار و ہمنشینی کی قوت دل میں رکھتا تھا۔ جب قوتِ عشق سے مغلوب اور فراق کے صدمہ سے چور ہو گیا تو اس صورت میں گویا شکستہ بال بُلبل کی مُورت بن گیا۔ خود بُلبل بغیر کسی صفت کے غم و درد کی مجسّم تصویر ہی۔

(انتہائے وحشت)

یک روز بہ گاہِ نیم روزاں | کانجم شدہ زآفتاب سوزاں
مجنوں بہ کنار ہر سوادے | می گشت بسانِ گردبادے
افروختہ روئے وتن بخوں غرق | در آتش وآب ماندہ چوں برق
بالاش زغم دوتاہ گشتہ | رخسارہ زلف سیاہ گشتہ
ہر جا کہ رسید کرد زاری | بگریست چو ابرِ نوبہاری
ہر سو کہ شنید بانگ رودے | ق یا خاست زگوشۂ سرودے
مستانہ برقص پائے افشرد | گہ زندہ شدو گہے فرو مرد

(۲) لیلیٰ (کمالِ جمال)

بود از صفِ آں بتانِ چوں ماہ | ماہے کہ زد آفتاب را راہ
لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش | خالش نقطے زنقش نامش
مشعل کُشِ آفتاب و انجم | دیوانہ کُنِ پری و مردم

تاراج گرِ متاعِ جانها — بنیاد شگافِ خانمانها

سلطانِ شکرلبانِ آفاق — لشکرشکنِ شکیبِ عشاق

سر تا بقدم کرشمه و ناز — هم سرکشِ حسن و هم سرانداز

نازے و هزار فتنه در دهر — چشمے و هزار کشته در شهر

چشمش ز کرشمه مست و بیهوش — آهو برهٔ بخواب خرگوش

خندان چو سمن به تازه روئی — شیرین چو شکر به تلخ گوئی (خوبی تشبیہ ملاحظہ ہو ۱۲)

از وسمه چشم دیو بسته — تسبیحِ فرشتگان شکسته

نے بت که چراغِ بت پرستان — طاؤسِ بهشت و کبکِ بستان

افگنده بدوش زلف چون شست — خود بےخبر و نظارگی مست

معجونِ لبش به درفشانی — پروردِ بآبِ زندگانی

خورشید غلام زادهٔ او — مه داغِ جبین نهادهٔ او

(لیلیٰ کی نوگرفتاری)

وان لعبتِ دردمند و دلتنگ — دل داده بباد و مانده بےننگ

باآنکه نمش بزیرِ گل بود — سیمائے رخش گواه دل بود

خونِ دلش از صفائے سینه — پیدا چو مے اندر آبگینه

برچهره ز شرم پرده می دوخت — وآتش بدلش گرفته می سوخت (چھپ چھپ کر دل جلتی تھی - نوگرفتاری کے کس قدر مناسب ہے ۱۲)

هرچند که غنچه بود سربست — می کرد ز بوئے عشق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عود | میشد بدماغِ مردماں دود

۱؎ مانندِ عود اندرونِ مجمر ۱۲

(وارفتگی پردہ نشینی کے بعد)

افسانہ سرائے شکّریں گفت | زالماسِ زباں گہر چنیں سُفت

کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ | بودے ہمہ وقت دل شکستہ

چوں غمزدگاں بہ خاک خفتے | خاشاک زخوابگہ نرُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے | گہ جاں بہ عدم حوالہ کردے

آمیختنی نہ داشت باکس | مونس غم آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر و آرام | گشتے ہمہ شب چو ماہ بر بام

ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد | چوں ابر گریستے بہ فریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے | با خود ز فراق سرگذشتے

(لیلیٰ نکاح مجنوں کی خبر سنتی ہے)

گویندۂ ایں کہن فسانہ | زاں شعلہ چنیں کشد زبانہ

کاں شمعِ نہاں گداز شب خیز | پروانہ صفت برآتشِ تیز

چوں یافت خبر کہ یار برگشت | واندیشۂ دل قفائے سرگشت

روزے دو سہ در زخلق دربست | وزخونِ دلش زمیں جگر بست

نزدیک بروں از دمِ سرد | نے رغبتِ خواب و نے غمِ خورد

آنرا کہ دل از شکیب فرُست | ازشب تا روز یار در دست

او خود غمِ عشق دشت درکار | شد با غمِ عشق غیرتش یار
کبکے کہ شکستہ بال باشد | شاہین زندش چہ حال باشد
بس کاندۂ سینہ شد فزونش | از دل بہ دہن رسید خونش

پردۂ ضبط میں جو آگ لیلیٰ کو پھونک رہی ہے اُس کے لحاظ سے "شمع نہاں گداز" کیسا حسب حال و بلیغ ہے۔ شکستہ دلی و مایوسی کی حالت میں نکاحِ مجنوں کی خبر زخمِ کاری بن کر دل کو پارہ پارہ کرتی ہے۔ غیرتِ نسوانی صدمہ کو اور زیادہ جانکاہ بنا دیتی ہے۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں ہے ؎

کبکے کہ شکستہ بال باشد

شاہین زندش چہ حال باشد

چکور (جو ایک بھولا بھالا پرند ہے) بازو شکستہ مبتلائے مصیبت ہے۔ ایسی حالت میں شاہین (شکاری جانور) اُس پر آٹوٹتا ہے اور زخم پر زخم لگاتا ہے۔ شکاری جانور اچانک اپنے شکار پر حملہ کرتے ہیں۔ اور دفعتہً جو صدمہ پہنچے وہ زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ شکستہ خاطر بھولی بھالی لیلیٰ نے نکاحِ مجنوں کی خبر سُنی تو اسی طرح اُس کی جان پر بھی بن گئی۔ نکتۂ بلاغت، شکستہ بال چکور پر جو بے خبری میں حملۂ شاہین سے مُصیبت پڑی اُس کی تشریح نہیں کی بلکہ "چہ حال باشد" کہکر پڑھنے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا کہ جہاں تک چاہیں اندازن کو وسعت دے لیں۔ الکنایة ابلغ من الصراحة۔

(لیلیٰ بسترِ مرگ پر)

لیلیٰ کہ بہارِ عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود
آتش زدہ گشت نوبہارش — وز آب برفتہ چشمہ سارش
آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت — جاں برد کہ سوئے جاں گزر داشت
آں دل کہ شدش بہ عشق پامال — جاں نیز رواں شدش بہ دنبال
آمیخت بہ سروِ نوجوانش — بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعلہ ز تنش چناں بر آمد — کش دود ز استخواں بر آمد
پہلو بہ کنارِ بستر آورد — سر نوشِ اجل بہ سر در آورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں
در آتشِ تپ فتادہ نعلش — یاقوتِ کبود گشت لعلش
گیسو ز شکنجِ ناز ماندش — نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش — وافتادہ بہ زردی آفتابش
ہم رنجِ تن و ہم اندوہِ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار

تصویرِ فطرت

(بہار)

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر یکسر — در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از علمِ بلند پایہ — بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل — آراست گلوئے گل حمائل

غنچہ بدر آمد از شبستاں | پر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہر دار | شد بر سرِ یاسمن گہر بار
جوہر ۱۲
نازک تنِ لالۂ دل افروز | لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
با شاہد و می خجستہ تاباں | گشتند بہ سیرِ چمن خراماں

(خزاں)

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ | بنشست بجائے بلبلاں زاغ
رخسارۂ لالہ پر ز چیں گشت | آئینۂ آب آہنیں گشت
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ | در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شدہ زمینِ گلزار | چوں مجلسِ بُکریاں زرد بیمار
ریزاں گل و لالہ شست در دست | مالیدہ حنا ز دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے | چوں راہ فتادہ کاروانے
ز آسیبِ طپانچہائے صرصر | غلطاں بہ زمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل | مقراض شدہ بہ پرِّ بلبل
شیرازۂ گل گرہ کشادہ | ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے | از خندۂ شکّریں تُرش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں | ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں
نرگس کہ ز خواب چشم بستہ | از بانگِ زغن ز خواب جستہ

سوسن زغبارِ سینہ پُرخار کازادۂ و باخساں سروکار

رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے پیمانۂ لالہ باد پیمائے

در زلزلہ سرو راست خانہ چوں مردم راست در زمانہ

نسریں بہ لبِ زمانہ خوردن وزشاخ بہ تازیانہ خوردن

گیسوئے بنفشہ خاک بوساں چوں زلفِ خمیدۂ عروساں

درہم شدہ جعدِ سنبل از باد شانہ طلب از درختِ شمشاد

لالہ کا رنگ بہار و خزاں دونوں میں دکھایا ہے۔ بہار کی بہار دیکھو ؎

نازک تنِ لالۂ دل افروز

لرزندہ شد از نسیمِ نوروز

وہی برگِ لالہ خزاں کے صدمے سے پژمردہ ہوکر پرشکن بن جاتا ہے۔ ع

رُخسارۂ لالہ پر زچیں گشت

خزاں کے ہاتھوں جو تباہی باغ پر پڑی اُس کی تشبیہ اُس کارواں سے جس کو قزاقوں نے ابھی ابھی لوٹا ہو کس قدر بلیغ ہے۔ ع

چوں راہ فتادہ کاروانے

خشک پتّوں کو جو ہوا ادھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہے اُس کا تصور باندھکر اس مصرع کو مکرّر پڑھو۔ ع

ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں

خود کھد و گے کہ ہو بہو تصویر کھنچ گئی۔ "سمرِ راست" کے زلزلہ کی تشبیہہ راست یا آدمیوں کی پریشان حالی سے جو زمانے کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہے کیسی دلکش ہے

(دوپہر کی تپش)

یک روز بگاہِ نیم روزاں	کانجم شدہ زافتاب سوزاں
جائے نہ کہ دیدہ را برد خواب	ابرے نہ کہ تشنہ را دہد آب
مرغانِ چمن خزیدہ در شاخ	در رفتہ خزندگاں بہ سوراخ
خورشید چنانچہ تیزیِ اوست	بکشادچو مار از آدمی پوست
در حوضہ خشک از آتش و تاب	صدپارہ شدہ زمینِ بے آب
در دشت سرابہائے کیں توز	چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز
مرغابی در آرزوے آبے	خوں خوردہ بگرد ہر سرابے
ریگ از بطِ پختہ در گرانی	چوں تابہ بروزِ میہمانی
از گرمیِ ریگہائے گرداں	پُرآبلہ پائے رہ نورداں
ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش	در حجرۂ سرد کردہ جاخوش

واقعہ نگاری | افسانہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ فرضی قصہ اس انداز سے بیان ہو کہ واقعہ معلوم ہونے لگے۔ اس کے لئے شاعر کو فطرتِ انسانی اور واقعات کا کامل نبض شناس ہونا چاہیئے۔ جن شعرا کو یہ ملکہ حاصل تھا وہی اس میدان کو کامیابی سے طے کرسکے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں دو ماؤں کا ذکر ہے ایک مجنوں کی دوسری لیلیٰ کی

دونو مائیں اپنے لختِ جگر کی رسوائی کا حال سُنتی ہیں۔ مگر نازک فرق یہ ہے کہ ایک لڑکے کی رسوائی سُنتی ہے دوسری لڑکی کی۔ ظاہر ہے کہ دونو کے فکر و رنج میں ایک لطیف تفاوت ہی۔ حضرت امیر خسرو اس فرق کو پیش نظر رکھکر دونو کا حال لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس موقع پر مجنوں کا باپ اور اُس کی ماں اپنے لختِ جگر کو نصیحت کرتی ہی تو وہاں بھی اس نازک فرق کو ملحوظ رکھا ہی جو ایک ما اور ایک باپ کے جذبات اور اندازِ فہمایش میں ہوسکتا ہی۔

(لیلیٰ کی ماکو اُس کی وارفتگی معلوم ہوتی ہی)

چوں رفت بگوشِ ہر کس ایں راز	وز ہر طرفے برآمد آواز
تا گشت ز گفتگوے او باش	بر مادرِ لیلی ایں خبر فاش
مادر زنہیبِ شرمِ اغیار	بنشست بگوشۂ دل افگار
زاں آتشِ دہ زبانہ ترسید	وز سرزنشِ زمانہ ترسید
فرزندِ خجستہ را نہانی	بنشاند ز راہِ مہربانی
گفت اے دل و دیدۂ مرا نور	از روئے تو بادِ چشمِ بد دور
دانی کہ جہاں فریبناک ست	آسودگیش غم و ہلاک ست
ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد	پنہاں بنوالہ زہر دارد
ہر سُرخ گلے کہ در بہارے ست	در دامنِ او نہفتہ خارے ست
تو سادہ مزاجی و تنک دل	وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چون اہلِ زمانہ را وفا نیست — زیشان طلبِ وفا روا نیست

ہان تا نکنی عنانِ دل سست — کافتادہ خلاص چون توان جست

القصہ شنیدہ ام کہ جائے — داری نظرے بر آشنائے

ترسم کہ چو گرد داین خبر فاش — بدنام شوی میانِ اوباش

با این تنِ پاک و گوہرِ پاک — آلودہ چرا شوی بہ خاک

جائے منشین کہ چون نہی پائے — تہمت زدہ خیزی از چنان جائے

صوفی کہ شود بہ مجلسِ مے — البتہ چکد پیالہ بر وے

عشق ار چہ بود بہ صدق و پاکی — خالی نہ بود ز شرمناکی

گردم نہ زنند کاردانان — چون باز رہی ز بدگمانان

(مجنوں کی ماں)

در پیش نشست و زار بگریست — گفتا کہ بہ است مرگ ازین زیست

تا زادہ شد از عدم وجودم — رنجے ز جہان نیازمودم

دولت ہمہ عمرم آنچنان داشت — کز اندہِ دہر بر کران داشت

آزادم داشت بختِ فیروز — ز آسیبِ زمانہ تا بامروز

واکنون کہ دمید صبحِ پیری — کافوری گشت زلفِ قیری

بالائے چو تیر شد کمانم — وآمد بتزلزل استخوانم

مپسند کہ در چنین زمانے — سوزد بغمت گسستہ جانے

مردانہ برآر پائے از گل | بندی بجدائے خویشتن دل
تا بو کہ بصیرِ فرخ انجام | از کام روا برآیدت کام
ما ہم زپیت چنانکہ دانیم | جہدے بکنیم تا توانیم

(مجنوں کا باپ)

پیر از جگر کباب گشتہ | رُخ شستہ بہ خونِ آب گشتہ
بگریست بر و بہ خستہ جانی | بوسید سرش بہ مہربانی
میسوخت بزاری از گزندش | میداد ز سوزِ سینہ پندش
کاے شمعِ دل و چراغِ دیدہ | وے میوۂ جان و باغِ دیدہ
باآں خردے کہ داشت رایت | چوں در وحل اوفتاد پایت
در دِ کہ نہاد بر تو ایں بار | سودائے کہ کرد با تو ایں کار
پیرانہ سرم گزاشتی چہر | بر پیریِ من نیامدت مہر
بودم بگماں کہ گاہِ پیری | مونس شویم بدست گیری
چوں بشکند ایں تنِ سفالیں | غمخوار تو باشیم بہ بالیں
خود گشت دریں سفالِ پُر درد | پیش از تنِ من سفالِ تو خورد
دریاب کہ عمرِ ما سر آمد | طوفانِ اجل بسر درآمد
جنید درائے کاروانم | ہو دج طلبید ساربانم
بگسست زہِ کمان سختم | وز زلزلہ سست شد درختم

گر چوں خلفاں شوی جگر سوز | باشد خلف از برائے ایں روز
بشتاب کہ تا دریں غم آباد | پیش از اجلم رسی بہ فریاد
زیں پس کہ بہ جستنم شتابی | جوئیم بسے و لے نیابی
نقدِ تو ہماں بود کہ خنداں | بینی بہ جمالِ ارجمنداں
با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش | یارانِ عزیز را کنی خوش
زنہار نفسے بہ جہل مشمر | عمر ست نہ باد سہل مشمر
آں تحفہ کہ قیمت ست جانش | ضائع چہ کنی بہ رائگانش
مستی ست بہ لطمہ پست گشتن | وز جامِ نخست مست گشتن
گر واقعہ چند سینہ سوز ست | مردی ز پئے کدام روز ست
زیں غم ہمہ گر مرادیار ست | غم ہیچ مخور کہ در کنار ست
گر بر مہ آسماں نہی ہوش | کوشم کہ رسانمت در آغوش

آپ نے تینوں نظمیں پڑھیں لیلیٰ کی ما جیسے ہی لیلیٰ کے تعلقِ خاطر کا حال سنتی ہے رسوائی و بدنامی کے خیال سے جگر تھام لیتی ہے اور فرطِ صدمہ سے ایک گوشہ میں جا بیٹھتی ہے۔ بالآخر سنبھلتی اور لیلیٰ کو تنہائی میں سمجھاتی ہے۔ شرم و غیرت کے جذبات کو ابھار کے اور بدنامی و رسوائی سے خوف دلا کر اُس کا خیال بدل دینے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ بھی سمجھاتی ہے کہ ابنائے زمانہ بیوفا ہیں دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ صنفِ نازک کے خیال میں مرد ایک خود غرض مخلوق ہے۔ اسی کی جھلک اس نصیحت میں ہے۔ ابتدائے

محبت میں عموماً اپنی پاک بازی پر بھروسہ اور یہ گمان ہوتا ہی کہ ہم پاک باز ہیں تو ہم کو کوئی برا کہنے کا کیا حق رکھتا ہی لیلیٰ کی ماں اس خیال کی بھی تردید کرتی ہی ع

صوفی کہ رود بہ مجلسِ مے

البتہ چکد پیالہ بروے

بالآخر بقیہ شبہ بھی رفع کر دیتی ہی ع

گردم نہ زنند کاروانان

چوں بازرہی زبدگمانان

اہلِ خرد بدنام کرنے سے احتیاط بھی کریں تو بدگمانوں سے کب پناہ مل سکتی ہی غالباً ایسے موقع پر اس سے بہتر نصیحت کا پیرایہ نہیں ہو سکتا۔

مجنوں کی ما اپنے فرزند کی گرفتاری کا حال سن کر اُس کو اس پیرایہ میں سمجھاتی ہی کہ اب تک میں آرام سے رہی ہوں اب مجھکو صدمۂ جانکاہ مت دے۔ پھر اُس کو مردانہ ہمّت یاد دلا کر ضبط وصبر کی جانب رہنمائی کرتی اور بالآخر حصولِ مدعا میں حتی الامکان کوشش کی تسلّی دیتی ہے۔ مجنوں کا باپ بھی یہی نصیحت کرتا ہی مگر مردانہ لہجہ وانداز میں وہ کہتا ہی کہ اولاد بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہی۔ مجھکو بھروسہ تھا کہ پیری کے وقت تو میری دست گیری وہمدردی کرے گا مگر تو خود ہمدردی و دست گیری کا محتاج ہی۔ پھر اپنے بڑھاپے پر اُس کو رحم دلانے کی کوشش کرتا ہی۔ دوست احباب کے جلسے یاد دلا کر اُس طرف طبیعت کو مائل کرتا ہی۔ عمر کے گرانمایہ ہونے

اور بیکار نہ کھونے کا فلسفہ سمجھاتا ہے۔ اور اُس کی دانشمندی سے اپیل کرتا ہے ۔ع
یا آں خردے کہ داشت ربتے
پھر مردانہ جذبات کو تحریک میں لاکر صبر وضبط کی تلقین کرتا ہے۔ بالآخر یہ کہتا ہے
کہ کچھ بھی ہو اُس کا دامنِ مقصود بھر دیا جائے گا۔
دیکھو ما اپنی ضعیفی وبیکسی اس طرح بیان کرتی ہے:

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری | کافوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم | وآمد بتزلزل اُستخوانم
مپسند کہ درچنیں زمانے | سوزد و بنمت گسستہ جانے

باپ بڑھاپے اور ناتوانی کا یوں اظہار کرتا ہے:

دریاب کہ عمرِ ما سرآمد | طوفانِ اجل بسر درآمد
جنبید درائے کاروانم | ہودج طلبید سار بانم
بگسست زہِ کمانِ سختم | وز زلزلہ سست شد درختم
گرچوں خلفاں شوی جگر سوز | باشد خلف از برائے ایں روز

ان دو شعروں کا مقابلہ کرو، زنانہ عجز اور مردانہ قوت کا پتا لگے گا:

ما: بالائے چو تیر شد کمانم
وآمد بہ تزلزل اُستخوانم

باپ: بگسست زہِ کمانِ سختم
وز زلزلہ سست شد درختم

وعدۂ کوشش کا فرق :

ما

ماہم زپیت چنانکہ دانیم
جہدے بکنیم تا توانیم

یعنی جہاں تک ہم سے ہو سکے گا کوشش کرینگے ۔

باپ

زیں غم ہمہ گر مراد یارست
غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہ آسماں نہی ہوش
کوشم کہ رسانمت در آغوش

اپنا مقصود اپنے دامن میں آیا سمجھ۔ آسمان کا چاند بھی ہے تو اس کو تیرے پاس
لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور واقعہ کی تصویر: مجنوں جوشِ جنوں میں سرگرداں ہے مخلوق کا پیچھے
ہجوم ہے۔ دیوانوں کے اُستاد لڑکے بھی سرگرمِ ضیافت ہیں :

میرفت چو باد کوہ بر کوہ — خلقے زپیش دواں بانبوہ
ہر کس بہ لطافت جوانیش — میخورد فسوس زندگانیش
اینش زدر و نہ پندمی داد — دانش بہ جفا گزندمی داد
طفلاں بہ لطافت سنگ در دست — اینش زدو آں شکست دادو خست

باوجود اس جور و جفا کے مجنوں کا کیا حال تھا :

با آں شغبے کہ در گزر بود — دیوانہ ز خویش بے خبر بود

میراند ز آبِ دیدہ روئے — می گفت چو بلبلاں سرودے

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔ لڑکوں کے سارے طوفان بے تمیزی کا نقشہ اس ایک مصرع میں کھینچ کر دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ع

اینش زد و آں شکست و آں خست

چوٹ کی یہ تین ہی قسمیں ہو سکتی ہیں خفیف، شدید، مہلک۔

ایک اور واقعہ نگاری: بعدِ دعوت مجنوں کا پیامِ شادی دیا گیا۔ اس کو سن کر لیلی کے باپ کا حال اور جواب:

ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش — از بس خجلی بماند خاموش

بر خود قدرے چو مار پیچید — وانگہ بجواب دُر بسنجید

گفتا چہ کنم کہ میہمانی — ورنہ کنم آں سزا کہ دانی

ہر نکتہ کزاں کسے برنجد — رنجیدہ شود کسے کہ سنجد

شخصے کہ ز نقشِ ناسر انجام — ما را بقبیلہ کرد بدنام

دیوانہ و مست و لاابالی — وز مردمیِ زمانہ خالی

از بے ننگی فتاد در ننگ — از بے سنگی بہ خوردنِ سنگ

خلق از خبرش بہ کوچہ و در — انگشت بہ گوش و دست بر سر

زیں گونہ حریفِ ناخردمند — درخورد کجا بود بہ پیوند

لڑکی کا پیام سُن کر جو حجاب ہوتا ہے اُس کی تصویر۔ ع

از بس خجلی بماند خاموش

مجنوں کی حالت کی وجہ سے پیام کی ناگواری۔ ع

برخود قدرے چو مار پیچید

یہ تین مضمون صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ قصّہ سرزمین عرب کا ہے:

ع گفتا چہ کنم کہ میہمانی

ع مارا بہ قبیلہ کرد بدنام

ے وانگہ بخدای خداوند

از صدقِ عقیدہ خورد سوگند

کیں در نشود کشادہ تا دیر

گر کار بزباں رسد بہ شمشیر

ایک بار لیلیٰ ناقہ پر سوار ہو کر مجنوں کے پاس گئی ہے۔ مجنوں کے ہمدم ہر قسم کے درندے تھے اِس واقعہ کے بیان میں یہ پہلو امیر خسرو کے نکتہ سنج قلم سے فروگذاشت نہیں ہوتا کہ اونٹ درندوں سے ڈرتا ہے۔ لیلیٰ کا ناقہ درندوں کی بُو سونگھ کر رُک جاتا ہے:

او خفتہ و گرد او دو انش ۔ مجنوں ۱۲ ۔ شیرانِ شکار پاسبانش

از بوئے دوانِ صید فرسائے ۔ از کار بشد جمازہ را پائے

اس ملاقات کی خوشی درندوں کے سوا کون مناتا۔

از عشرتِ آں دو مستِ بےجام	در رقص درآمدہ دد و دام

کانٹے بھی حاضر ہیں ؎

ہر خار کشیدہ دُور باشے

می کرد بچشمِ بد خراشے

سحرِ حلال | شاعر کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اُس کو یہ قدرت ہو کہ چاہے تو مخاطب کے دل میں ایک چیز سے نفرت پیدا کر دے اور چاہے رغبت۔ دنیا میں کوئی چیز شر مطلق نہیں ہے کہ کوئی صفت اُس میں نہو۔ نہ خیر محض ہے (سوائے ذات باری تعالیٰ کے) کہ اُس میں کوئی بُرائی نہو۔ فطرت کا مصور (شاعر) ہر ایک شے کے اچھے بُرے پہلو دیکھتا اور اپنے سحر انگیز بیان کے زور سے رغبت دلانے یا نفرت پیدا کر دینے کا کام لے لیتا ہے۔

حضرت امیر خسرو ایک موقع پر سگِ لیلیٰ کے ذکر میں یہ جادو بیانی دکھاتے ہیں۔ اوّل دیکھو کیسا گھناؤنا اور مکروہ صورت کتّا ہے۔

(مجنوں پھرتے پھرتے ایک موقع پر پہنچا ہے)

دید از طرفِ گذر بسوئے	غلطیدہ سگے بہ کنج کوئے
خارش زدہ و خراش خوردہ	واز پہلوئے خود تراش خوردہ
در گردِ سرش چو فرقِ نقّاب	در سلخ تنش چو نیش قصّاب
خم یافتہ در تہی گہش راہ	گشتہ شکمش ہمہ تہی گاہ

از دم دہنش فراز ماندہ ۔ دندانش زخندہ باز ماندہ

سرتا قدمش جراحت وریش ۔ شویاں بزباں جراحتِ خویش

بے لقمہ گلوئے لقمہ خوارش ۔ لیسیدنِ دست وپائے کارش

گلی میں ایک خارشتی کُتّا پڑا ہوا ہی۔ خارش سے سارا جسم گھائل ہے پہلو میں زخم ہوگئے ہیں زخموں سے خون بہتا ہی۔ سر خاک میں گھسا ہوا ہی۔ مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا ہی کمر کبُڑی ہوگئی ہی۔ بھُوکوں کا مارا پیٹ کمر سے جا لگا ہے۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور اور خون آلودہ زخموں کو زبان سے چاٹ رہا ہی۔ اس نفرت انگیز مخلوق کو مجنوں دیکھتا ہی۔

مجنوں چو بہ حالِ او نظر کرد ۔ درپیش دوید و دیدہ تر کرد

بگرفت بہ رفق در کنارش ۔ می شست بگریہائے زارش

جائیش زکلوخ وخار می رفت ۔ وزپائے وسرش غبار می رفت

یہ مجنونانہ حرکت نہیں ہی۔ حق شناسی وحق پسندی کا جوش ہی۔ وجہ سُنئے۔

گفت اے کلت از وفا سرشتہ ۔ نقشت فلک از وفا نوشتہ

ہم نانِ کسان حلال خوردہ ۔ ہم خوردۂ خود حلال کردہ

کردہ زنِ حلال خواری ۔ با منعمِ خویش حق گزاری

جانت زحلال خوارگی مست ۔ وآسودگیت حرام پیوست

پیکار پذیر پاسبانان ۔ بیدار کُنِ خراس بانان

از سایۂ تو رمیدہ نقّاب | چون سایہ کہ وارد ز مہتاب
از خاستنِ شبِ سیاہت | میمون شدہ خوابِ صبح گاہت
تو شیرِ جوان و مست بودہ | وز شیر و پلنگ جاں ربودہ
معشوقۂ خسرواں بہ نخچیر | وافگندہ بدوش زلفِ زنجیر
صد خوں ز لبت چکیدہ در خاک | وز لوثِ جنایت دہن پاک
امروز کہ باز ماندی از کار | خواری ہمہ را مرانۂ خوار

مجنوں کہتا ہے اے کُتّے وفا تیری گھٹّی میں پڑی ہے۔ حلال کی کمائی تو کھاتا ہے۔ اپنے محسن کا حقِ خدمت و وفاداری پورا کرتا ہے۔ اُس کی جان و مال کی حفاظت پر اپنا آرام قربان کر دیتا ہے۔ جو پاسبان اپنی خدمت انجام دینے میں سُستی کرتے ہیں اُن کا تو دشمن ہے۔ چور تیرے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ رات بھر کی محنت کے بعد صبح کا تیرا سونا مبارک ہے۔ جب تو جوان تھا تو شیر و پلنگ تجھ سے کانپتے تھے۔ بادشاہوں کا معشوق تھا۔ دوش پر زنجیر کی زلف پڑی ہوتی تھی۔ ان اوصاف کو پڑھ کر فرمائیے کہ جس مخلوق میں یہ وصف ہوں اُس کی کون قدر نہ کرے۔ اس صفت کو دیکھیے

جانت ز حلال خوارگی مست
وآسودگیت حرام ہویست

جس انسان پر یہ شعر صادق آجائے وہ قدم چومنے کے قابل ہوگا۔ کُتّے کا یہ معمولی وصف ہے۔ مجنوں کے پیار کا فلسفہ اس سے بھی اعلیٰ ہے:-

پائے تو کہ گشت بر درِ یار — بر چشمِ منش بہ است رفتار

از حسرتِ آنکہ چشمِ آں ماہ — دیدہ است بہ جانبِ تو گہ گاہ

خواہم کہ شگافم ایں دلِ تنگ — در وے کشمت چو لعل در سنگ

خاکت بہ مژہ فشانم از پائے — در دیدہ کشم کہ ہست از انجائے

ہستیم من و تو ہر دو شب گرد — لیکن تو بہ نالہ و من از درد

ایک شخص نے مجنوں کی اس سگ نوازی پر اعتراض کیا تو وہ جواب دیتا ہے:

گر من تہِ پائے سگ زنم بوس — زاں پائے بود نہ زیں لبِ افسوس

ایں پا کہ بہ شہر و کوئے گشتہ است — پیشِ درِ یارِ من گذشتہ است

روزیش بہ کوئے آں پری کیش — دیدم گذراں بہ دیدۂ خویش

تعظیمِ ویم نہ از پئے اوست — کش دوست گرفتم از پئے دوست

سوز و گداز

(مجنوں کا نالۂ مستانہ)

ما ہیچ کسانِ کوئے یاریم — ما سوختگانِ خام کاریم

جانے نہ و با خضر ہم آبیم — نورے نہ و یارِ آفتابیم

گر از خز و پرنیاں گدائیم — در زیرِ گلیم پادشائیم

بے منتِ تاج سر فرازیم — بے زحمتِ دیدہ عشق بازیم

جامہ ز پلاس پارہ دوزیم — خانہ ز پئے قطاں سوزیم

گنجے ست غم اندرونِ سینہ — ما راست کلیدِ آں خزینہ

جانم ز فراق بر لب آمد — می آئی یا برون خرامد

خطاب بہ لیلیٰ ۱۲

گفتی کہ صبور شو بہ دوری — دوری ز تو وانگہے صبوری

بنمائے رخِ چو یاسمینم — بنواز بہ شربتِ پسینم

تیغم بزن آستاں بکن پاک — مگذار کہ بر درت شوم خاک

آسودہ مباد جانم آں روز — کز دودِ غمت نباشدم سوز

گیرم خوش و شادماں توان زیست — ہیہات کہ بے تو چوں توان زیست

سیلابِ بلا بر آمد از فرق — کشتیم چہ سود چوں شدم غرق

بر سوزِ دلم کہ رستخیز ست — انگشت منہ کہ شعلہ تیز ست

ہر قطرۂ خوں بریں رخِ زرد — پندار کہ چشمہ ایست از درد

مہرِ تو در استخوانِ من باد — دردِ تو دوائے جانِ من باد

(لیلیٰ کی زار نالی ویرانۂ عاشق سے مراجعت کے بعد)

بازم غمِ عشق در سر افتاد — بنیادِ صبوریم در افتاد

باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد — خود را بو بالِ من گرد کرد

بازم ہوسے گرفت دامن — کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرہ جگر سوز — بربست بروئے من درِ روز

خوں موج درونہ بر سر آورد — طوفاں ز تنور سر بر آورد

دودے کہ ز شوق در بر افتاد — از سینہ گذشت و بر سر افتاد

طاقت برمید چند جوشم — آتش بدرونہ چند پوشم
گیرم کہ بود بہ پردہ جایم — وز حجرۂ غم بروں نیایم
ایں خانہ شگاف نالۂ زار — پوشیدہ کجا شود بہ دیوار
آں راکہ درونہ چاک باشد — از پردہ دری چہ باک باشد
در مجلسِ عشق جام خوردن — وانگہ غم ننگ و نام خوردن
دستِ من و آستینِ یارم — گو خلق کنند سنگسارم
شوریدہ کہ غرقِ حال باشد — رُسوا شدنش جمال باشد
ہر کبک دری بہ تیز گامی — بر لالہ و گل بہ خوش خرامی
مسکیں منِ مستمندِ دل تنگ — محبوسِ بلا چو لعل در سنگ
اے دوست کہ بے منی و با من — آتش زدہ یا توئی و یا من
زارم ز غمت عظیم زارم — دستے کہ ز دست رفت کارم
گر کرد زمانہ بے وفائی — بارے تو مکن کہ آشنائی
ما نطعِ حیات در نوشتیم — تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

حقائق و معارف مجنوں لیلیٰ اگرچہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن امیر خسرو کی دقیقہ سنجی نے جابجا اُس میں ایسے معارف درج کر دیئے ہیں جو ایک کامیاب زندگی اور رفعتِ مرتبہ کے واسطے دستور العمل بن سکتے ہیں۔

(کمال انسانی ہمت و علم پر منحصر ہے)

لیکن نبود حیات جاوید — تا سر نکشی بہ ماہ و خورشید

واں راست باوج آسماں سر   کز جوہرِ علم یافت افسر

(علم سطحی و سرسری نہو بلکہ عمیق و کامل ہونا چاہیئے)

آں نیست نشانِ علم والا   کز خلق بری بہ حیلہ کالا
علم آں باشد کہ ن کند پاک   نے زرقِ مُزوّرانِ چالاک
آں تختہ درست کن بہ تکرار   تا آگہ شوی از نہایتِ کار

(مرد بننے کی کوشش کرنی چاہیئے)

چوں مرد بگرد و مردمی گرد   نے ہمچو بخیلِ ناجوانمرد
سرمایۂ مردمی مکن کم   کز مردمی ست قدرِ مردم

(دوست اور دوستی)

تا پا نہ نہی بد ستیاری   از دوست مخواہ دوستداری
یارے کہ بجاں نیازمائی   در کارِ خودش مدہ روائی
صد یار بود بہ نان شکے نیست   چوں کار بجاں فتد یکے نیست

(آسودگی دل کا راز)

خواہی کہ نگردی آرزو مند   می باش بہر چہ ہست خورسند
پویاں حریص رُوے زرد ست   خورسندیٔ دل صلاے مرد ست

(عزّت ہمّت کا ثمرہ ہے)

خواہی شرف و بزرگواری   میکوش بہمتے کہ داری

کاں تن کہ بہتے سرشتہ است ‏ ‏ ‏ مردم نگری ز لے فرشتہ است
فی الجملہ بہر چہ دست یابی ‏ ‏ ‏ ہمّت چو قوی بود برآئی

(بے اصول کام بیکاری سے بدتر ہے)

بے بہرہ کہ کار کردنش خوست ‏ ‏ ‏ بیکار ترینِ مرد ماں اوست

(سستی ارادہ کو بھی سست کر دیتی ہے)

آں خواجہ کہ کاہلی ست خویش ‏ ‏ ‏ کاہل تر از وست آرزویش

(جو کام کرو کوشش کے ساتھ کرو)

ہر گہ کہ علم شدی بہ کارے ‏ ‏ ‏ در غایتِ آں بکوش بارے

(تھوڑی اچھی چیز بہت سی بُری سے بہتر ہے)

یک شاخ کہ میوہ دہد تر ‏ ‏ ‏ بہتر ز ہزار باغِ بے بر
یک بُلبلِ خوش نوائے دلکش ‏ ‏ ‏ بہتر ز دو صد کلاغِ ناخوش

(اچھا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو)

آں بہ کہ چو نکتہ سگالی ‏ ‏ ‏ حرفے نبود ز نکتہ خالی
نے چوں حبشی کہ از تباہی ‏ ‏ ‏ نورے نہ و عالم سیاہی

جو لوگ بے معنی دفتر سیاہ کرتے ہیں اُن کی تحریروں کی تشبیہ حبشی سے کیا خوب ہے۔ ع

نورے نہ و عالم سیاہی

حفظِ مراتب امیر خسرو کو دقیقہ سنجی و واقعہ نگاری کا جو ملکہ مبدءِ فیاض سے عطا ہوا تھا اُس کی جانب ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی صفت کا اثر ہی کہ اُن کے کلام میں حفظ مراتب کا پہلو نمایاں ہی اور اُن کا قلم کبھی دائرۂ اعتدال سے باہر نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ لغزش گاہ پیر کی مدح ہی۔ زورِ مبالغہ کبھی حدِّ رسالت سے ٹکرا دیتا ہی اور کبھی سدِّ الوہیت سے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی قدس سرہٗ کے ساتھ جو جوشِ عقیدت امیر خسرو کو تھا اور جو شفقت حضرت کو اُن کے حال پر تھی وہ یادگارِ زمانہ ہی۔ تاہم مدحِ مُرشد میں پورا لحاظ حفظ مرتبہ کا رکھا ہی۔ اور ایک لفظ قلم سے ایسا نہیں نکلا جو اس دائرہ سے باہر ہو۔ مع ہذا پیر کی مدح میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی۔ غالباً یہ مدح نمونۂ مدح کہی جا سکتی ہی۔

چوں گوہرِ مدحِ خواجہ سفتم — از غیب شنیدم آنچہ گفتم
اکنوں قدرے دُرِ معانی — ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمین و پناہِ ایماں — سر جملۂ جملۂ کریماں
در شرع نظامِ دینِ احمدؐ — یعنی کہ نظامِ دیں محمدؐ
در حجرۂ فقر بادشاہے — در عالمِ دل جہاں پناہے
بر خاک زرحمت آسمانے — بر چرخ ز دولت آستانے
بر مہ زگلیم بُردہ رایت — سلطانِ ممالکِ ولایت
شاہنشۂ بے سریر و بے تاج — شاہانش بہ خاکِ پائے محتاج

در پردۂ غیب محرم راز	وز راز سپہر کیسہ پرداز
در عالم وحدت ایستادہ	بر ہر دو جہاں قدم نہادہ
از خواجگی آستیں کشیدہ	در پایۂ بندگی رسیدہ
بیناتر جملہ پاک بیناں	بیدارترین شب نشیناں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام	بر فرش فرشتگاں زند گام
در پیش دوند جملہ مشتاق	گویند بہ عرش قُم علی السّاق
مسند ز سپہر برترش باد	خسرو چو شہاں چاکرش باد

تشبیہ شاعری کے کمالات میں سے خوبی تشبیہ بھی ہے۔ تشبیہ کا حسن یہ ہے کہ وضع ہو اور بدیع یعنی جس کی تشبیہ ہو اُس کا پورا نقشہ کھینچے۔ اسی کے ساتھ ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ امیر خسرو نے مجنوں لیلیٰ میں بہت سی نادر تشبیہیں پیدا کی ہیں بعض نمونے اوپر درج ہو چکے ہیں۔ چند اب لکھے جاتے ہیں۔ جانباز دلاور جب میدان میں حملہ آور ہوتا ہے تو اس پھرتی اور سبک دستی سے ہر سمت حملہ کرتا ہے کہ اس کی تلوار شعلۂ جوّالہ بن جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف ہاتھ مار رہا ہے۔ امیر خسرو اپنے بھائی کے حملوں کا بیان فرماتے ہیں:

رو از ہمہ سو برزم چوں تیغ
تیغ از ہمہ رو چو برق در میغ

علاوہ خوبی تشبیہ دونوں مصرعوں کا تقابل اور تیغ کی الٹ پلٹ قابل داد ہے۔

لیلیٰ مجنوں ایک مرتبہ خوبیِ تقدیر سے باہم ملتے ہیں لیکن پاکبازی و پاک دلی کے ساتھ

دو صبح بہم رسیدہ از دور

دو مشعل را یکے شدہ نور

چونکہ دونوں سوختہ جاں تھے اس لیے مشعل کی تشبیہ حسب حال ہے۔

مراجعتِ لیلیٰ کے بعد مجنونِ سوختہ اختر تمام شب تپشِ غم کے ہاتھوں نیم مُردہ ہی رہا۔

نے مُردہ نہ زندہ بود تا روز

چوں نم زدہ مشعلِ جگر سوز

تیل میں پانی ملجائے تو اُس کے اثر سے مشعل بحالتِ نیم سوختگی سخت شورش و پراگندگی کے ساتھ جلتی ہے۔ یہی حال مجنوں کا تھا۔ کمال تشبیہ یہ ہے کہ مشعل شب کو جلتی ہے، مجنوں بھی رات ہی کے وقت آتش فراق میں جل رہا تھا۔

فرط غم و اندوہ سے لیلیٰ کے نازک رخساروں پر چھائیاں پڑگئی ہیں:

نے کلفہ کہ سایہ بُد بمہتاب

نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

رُخسارِ نازک کی چھائیں پانی پر سایہ، یہ نازک خیالی امیر خسرو کا حصہ ہے۔

سراب کی تشبیہ:

در دشت سرابہائے کیں توز

چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز

جاں بلب پیاسا پانی سمجھکر سراب پر بامید سیرابی پہنچتا ہی اور وہاں دیکھتا ہے کہ پانی نہیں ریگ موج زن ہی۔ جو صدمۂ مایوسی اُس کے دل کو پہنچتا ہے وہی اُس شخص کے دل کو پہنچتا ہی جو وفائے وعدہ کی اُمید پر سفلہ کے پاس جاتا اور اُس کی وعدہ خلافی سے خونِ جگر پیتا ہی۔ مجنوں اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہی:

بے قیمت وقدر وخوار وکاہاں

چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں

دیکھو کیسی تشبیہ تام ہی۔ مشبّہ کی چاروں صفات "بے قیمت وقدر وخوار وکاہاں" مشبّہ بہ میں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ بادشاہ کی سواری کا گھوڑا اندھا ہو جائے تو ہمیشہ خوار وزار رہتا ہی۔ معمولی گھوڑا ہو تو مار دیا جائے۔ وہ نہ مارا جاتا ہے نہ کچھ قدر ہوتی ہی اور نہ پیٹ بھر کر کھانا ملتا ہی۔ یوں ہی کس مپرسی ولاغری میں ایام زندگی پورے کرتا ہی۔

لیلیٰ کے دفن کی تشبیہ:

گریاں جگرِ زمیں کشادند

واں کانِ نمک درو نہادند

"جگرِ زمین" اور "کانِ نمک"۔ للہ دَرُّ قائلہ۔
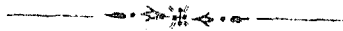
مجنوں لیلیٰ کا مقابلہ لیلیٰ مجنوں (۱) مولنا نظامی گنجوی (۲) ملّا ہاتفی ہروی اور (۳) ملّا مکتبی شیرازی کے ساتھ

مولنا نظامی، امیر خسرو

مقابلے سے پہلے یہ اظہار ضروری ہر کہ مقابلۂ کلام میں اگر اشعار امیر خسرو کو مولنا نظامی کے اشعار پر ترجیح دی جائے تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مولانا کے پایۂ بلند میں کچھ فرق آتا ہر۔ مثنوی میں مولنا نظامی کا مرتبہ امیر خسرو سے بلند ہر۔ اور اس کو خود امیر نے اس بلند آہنگی سے ظاہر کیا ہے کہ مولانا نظامی کا بڑے سے بڑا مداح اس سے بڑھ کر بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مولانا نظامی کا کل کلام امیر خسرو کے تمام کلام سے افضل ہر۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں کلام خسروی کی برتری صاف عیاں ہر۔ میں اپنی فہم وادراک کے موافق موازنہ کرکے فرقِ کلام آزادانہ ظاہر کردونگا۔

مقابلے کے واسطے وہ اشعار انتخاب کئے گئے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم مضمون ہیں۔ اس طرح پورا موقع مقابلہ کا ہر۔ موازنہ دو طرح ہوسکتا ہر۔ اوّلاً مجموعۃً، ثانیاً انفراداً۔

مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑہو اور بار بار پڑہو۔ اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانت و بلاغت کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اُٹھوگے کہ ضرور یہ

ایک قادر الکلام اُستاد کا کلام ہو۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑہو اور سوچو۔ متانت و فصاحت کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ درد کی چاشنی پاؤگے اور تمہارا دل شہادت دیگا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہو۔

اوّل حمد کو لیجئے۔

حمد

مولانا نظامی	امیر خسرو
اے نامِ تو بہترین سرآغاز	اے دادہ بہ دل خزینۂ راز
بے نامِ تو نامہ کے کنم باز	عقل از تو شدہ خزینہ پرداز
اے کارکشائے ہرچہ ہستند	اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار
نامِ تو کلیدِ ہرچہ بستند	نامِ تو گرہ کشائے ہر کار
اے ہست کنِ اساسِ ہستی	اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
کوتہ ز درت دراز دستی	از نیست پدید کردہ ہستی
اے ہفت عروسِ نہ عماری	اے چار بساط و ہفت پردہ
بر درگہِ تو بہ پردہ داری	بر ہفت عروس عقد کردہ
اے آنکہ نہ بر طریقِ چونی	ہرچہ از تو گماں برم بہ چونی
دانائے درونی و برونی	آں من بُوَم و تو زاں برونی
اے سرمہ کشِ بلند بیناں	اے دیدہ کشائے دُور بیناں
درباز کنِ درون نشیناں	سرمایہ دہِ تہی نشیناں

مولنا نظامی

صاحب توئی آں دگر گدام اند
سلطاں توئی آں دگر غلام اند

اے بر ورقِ تو درسِ ایّام
ز آغاز رسیدہ تا بانجام

اے واہبِ عقل و باعثِ جاں
با حکمِ تو ہست و نیست یکساں

اے امرِ ترا نفاذِ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق

راہِ تو بہ نورِ لایزالی
از شرک و شریک ہر دو خالی

در صنعِ تو کامد از عدد بیش
عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش

گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
ہفتاد گرہ بدو کشادی

ترتیبِ جہاں چنانچہ بایست
کردی بہ مناسبتے کہ شایست

امیر خسرو

قادر توئی آں دگر چہ باشد
منعم توئی آں دگر کہ باشد

وز تربیتِ تو یافت ایّام
پیرایۂ صبح و زیورِ شام

بود ہمہ گشتہ از تو موجود
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق

شرکت نبرد بہ ملک راہے
خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے

باریکیِ حکمتت کہ داند
کز کُن مکنِ تو نکتہ راند

دعوی گریِ ہمسرے بہ پیچ
در محکمۂ قضائے تو ہیچ

عالم ز تو شد بہ حکمت آباد
حکمت ز تو یافت آدمی زاد

مولانا نظامی — امیر خسرو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم / ہست کلید در گنج حکیم
بے کو کہن زکاف ونونے — درکارِ تو آسمان زبونے
کردی چو سپہر بیستونے — وز کلکِ تو کون کاف ونونے

انفرادی مقابلہ۔ مطلع مولانا نظامی کا بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ پہلا مصرع دلیل دوسرا دعوی۔ "سرِ آغاز" کا لفظ کس قدر مناسب موقع ہے۔ دوسرا مصرع

بے نامِ تو نامہ کے کنم باز

جتنی بار پڑھو گے نام اور نامہ کی تجنیس تازہ لطف دے گی۔ امیر خسرو کے مطلع میں ایک خاص خوبی ہے۔ داستان عشق وحسن کے مناسب خزینہ راز ہے اور قصۂ مجنوں کے ساتھ خزینہ پردازیِ عقل صنعتِ تضاد۔ مولانا نظامی کا مطلع ہر مضمون کی مثنوی کا سرنامہ ہو سکتا ہے۔ امیر خسرو کا مطلع صرف داستانِ عشق کا طرّہ دستار بن سکتا ہے۔

مولانا نظامی — امیر خسرو

(۲)
اے کارکشائے ہرچہ ہستند — اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار
نامِ تو کلیدِ ہرچہ بستند — نامِ تو گرہ کشائے ہر کار

امیر خسرو کا شعر بہتر ہے مولانا نظامی کے پورے شعر کا مضمون امیر خسرو کے دوسرے مصرع میں آگیا۔ "کارکشائے" "گرہ کشا" زیادہ بلیغ ہے۔ گرہ کشائی مشکل کشائی پر دال ہے لہذا اس سے اظہار قدرت بیشتر ہوگا۔

امیر خسرو کا پہلا مصرعہ "اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار" مضمون و بندش دونوں میں لاثانی ہے۔ اور البتہ جمیع صفات الکمال کی پوری تفسیر۔

	مولنا نظامی	امیر خسرو
(۳)	اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی	اے ہست کنِ اساسِ ہستی
	از نیست پدید کردہ ہستی	کوتہ ز درت دراز دستی

مولنا نظامی کے اوّل مصرعہ کا مضمون امیر خسرو کے شعر میں زیادہ بلیغ انداز میں موزوں ہوا ہے۔ قدرت اور چیرہ دستی سے کلام میں خاص زور پیدا ہو گیا جو حسب حال ہے۔ نیست سے ہستی کا پیدا کر دینا قدرت کا اظہار بمقابلہ اساسِ ہستی کو ہست کرنے کے زیادہ کرتا ہے۔

	مولنا نظامی	امیر خسرو
(۴)	اے چار بساط ہفت پردہ	اے ہفت عروسِ نہ عماری
	بر ہفت عروس عقد کردہ	بر درگہِ تو بپردہ داری

مولنا نظامی کے یہاں مضمون زیادہ صفائی سے بندھا ہے۔ ہفت عروس و نہ عماری کے واسطے پردہ داری بہت مناسب ہے۔ سبعہ سیارہ کی جانب جو تصرفات و احکام نجوم منسوب ہیں ان کے لحاظ سے بھی پردہ داری بہت موزوں ہے۔ امیر خسرو کے یہاں چار بساط، ہفت پردہ، ہفت عروس، تین عدد جمع ہیں۔ مولنا نظامی کے یہاں صرف دو، ہفت عروس و نہ عماری۔ امیر خسرو کے شعر میں لفظ عقد عروس کے

نہایت مناسب ہی۔

مولنا نظامی		امیر خسرو
اے آنکہ نہ بر طریق چونی	(۵)	ہر چہ از تو گمان بر م بچونی
دانائے درونی و برونی		آں من بُوم و تو زاں برونی

مولنا نظامی نے سادہ مضمون بیان فرمادیا ہی۔ امیر خسرو ایک دقیق فلسفہ پیدا کرتے ہیں یعنی جو بھی تصور اعلیٰ سے اعلیٰ ذات باری تعالیٰ کا ہم اپنے ذہن میں قایم کریں وہ ہمارے دماغ کی ایجاد ہوگا نہ ذات باری کا ادراک۔ لہذا وہ ایک ناقص ہستی کا ادراک و تصور ہوگا، نہ کامل واجب الوجود کا۔ "آں من بوم" پر غور کرو۔ ظلوم وجہول انسان بڑی کاوش سے ایک مفہوم ذات باری کا قایم کرتا ہی اور اُس پر بزعم خود بڑے سے بڑے نتایج لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اس پردہ میں وہ خود چھپا ہوا ہی اور خود اپنے ہی بابتہ احکام صادر کر رہا ہی۔ جو بیچون ہے وہ چگونگی میں کس طرح سما سکتا ہی۔ اس راہ میں کیسے کیسے مدعیان خرد نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

مولنا نظامی		امیر خسرو
اے سُرمہ کشِ بلند بیناں	(۶)	اے دیدہ کشائے دُور بیناں
در باز کُنِ درون نشیناں		سرمایہ دہِ تہی نشیناں

اہل معرفت کو جو فیض مبدء فیاض سے پہنچتا ہی اُس کا ذکر ہی۔ امیر خسرو کا شعر بلند پایہ ہی۔ سرمہ کش، اور دیدہ کشائے کو اوّل دیکھو۔ صفاتی و عارضی قوت اور ذاتی قوت کا

فرق ہے۔ جو آنکھ سُرمہ کی مدد سے دیکھے وہ اُس آنکھ کو کہاں پہنچ سکتی ہے جو خود اپنی
قوت سے دیکھے۔ اس کے بعد بلندیں اور دوربیں کے فرق پر غور کرو۔ بلندبیں
شانِ رفعت کو ہویدا کرتا ہے۔ عارف شش جہت میں نگاہ سے مطلوب کا جلوہ دیکھتا
ہے اور اُس کی نظر میں فوق و تحت سب یکساں ہے۔ در باز کن اور سرمایہ دہ کا فرق
بھی ملاحظہ ہو۔ در کھول دینے سے یہ حاصل ہے کہ نظارہ گاہ پیشِ نظر ہے، اہلِ بصر
اپنی نظر سے کام لیں۔ سرمایہ دہ سے یہ مُراد ہے کہ نظارہ اور توفیق نظارہ سب
اُسی طرف سے ہے۔ نظارہ گاہ کے ساتھ قوت نظارہ بھی اُسی طرف سے آتی ہے۔
سرمایہ دہ سے فیضِ ذاتی مفہوم ہوتا ہے۔ دروں نشین و تہی نشین، دروں نشین میں
زیادہ سے زیادہ خلوت نشینی کا مفہوم ہے۔ تہی نشین میں احتیاج و افلاس ہے جو
درِ کریم پر پہلا ذریعہ حصول فیض کا ہے۔ نظر کو مزید وسعت دو۔ جو خودی سے تہی
ہوکر اور فنا کے مراتب طے کرکے سرحدِ بقا پر پہنچے اُس کی کامیابی اور رسائی
کہاں تک پہنچے گی۔

مولانا نظامی	امیر خسرو
صاحب تو ئی آں دگر کدام اند (۷)	قادر تو ئی آں دگر چہ باشد
سلطاں تو ئی آں دگر غلام اند	منعم تو ئی آں دگر کہ باشد

مولانا نظامی کا شعر صاف بلند پایہ ہے۔ ع "سلطان تو ئی آں دگر غلام اند" کو
امیر خسرو کا کوئی مصرعہ نہیں پہنچتا۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
وز تربیتِ تو یافت ایّام	(۸)	اے برورقِ تو درسِ ایّام
پیرایۂ صبح و زیورِ شام		زآغاز رسیدہ تا بانجام

مولٰنا نظامی نے سادہ الفاظ میں یہ مفہوم ادا فرمایا ہو کہ زمانہ باآں ہمہ امتداد بس اس قدر وسعت رکھتا ہو کہ اُس کے سارے واقعات کی سرگزشت کتاب قدرت کے صرف ایک ورق پر ثبت ہو۔ امیر خسرو تغیرِ مضمون کے ساتھ زیادہ دلکش الفاظ میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عالم کی دلکش نیرنگیاں یدِ قدرت ہی کی بخشی ہوئی ہیں ؎

ع پیرایۂ صبح و زیورِ شام

کیسا دلآویز مصرع ہو۔ صبح کا نورانی لباس شام کا مرصّع زیور تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

مولٰنا نظامی کے شعر سے درسِ ایّام کا وقوع ثابت ہوتا ہے اور بس، نتیجۂ تعلیم نہیں معلوم ہوتا۔ امیر خسرو کے شعر سے درس و نتیجۂ درس دونوں ظہور پزیر ہیں۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
بود ہمہ گشتہ از تو موجود	(۹)	اے واہبِ عقل و باعثِ جاں
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود		با حکمِ تو ہست و نیست یکساں

مولٰنا نظامی نے صرف عقل و جان کے عطا و ایجاد کا تذکرہ فرمایا ہو، نیز یہ کہ حکم ربّانی وجود و عدم دونوں پر یکساں نافذ ہے۔ امیر خسرو تمام مخلوق کا ایک زرا سے

لفظ ہمہ میں انحصار کرکے وسعتِ قدرت دکھاتے ہیں جس طرح ایک مصوّر تل کی برابر نقطہ میں ایک شہر کا منظر نمایاں کر دیتا ہے۔ دوسرے دونوں مصرعے مقابل پڑھو:

ع باحکمِ تو ہست و نیست یکساں

ع حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

امیر خسرو کا مصرع زیادہ چست اور زور دار ہے۔ حکمِ الٰہی کا نفوذ و نفاذ جس قوت کے ساتھ امیر خسرو نے ظاہر کیا ہے وہ مولنا نظامی کے لفظوں میں نہیں ہے۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۱۰)
اے امرِ ترا نفاذِ مطلق — اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق — عالم ز دو حرف کردہ مشتق

مولنا نظامی کے اوّل مصرع سے امرِ الٰہی کا محض نفاذِ علی الاطلاق عیاں ہوتا ہے۔ امیر خسرو کے مصرع میں امرِ مطلق کا عین حکمت ہونا بھی بیان ہوا ہے، اور یہی شانِ عدل ہے۔ مولنا نظامی کے پورے مصرع کا مضمون امیر خسرو کے ان دو لفظوں میں آگیا امرِ مطلق۔ از امرِ تو کائنات مشتق میں وہ لطف نہیں جو عالم ز دو حرف کردہ مشتق میں ہے۔ صرف دو حرف سے سارے عالم کا مشتق ہو جانا قدرت پر زیادہ دلالت کرتا ہے بہ مقابلہ عظیم الشان امرِ الٰہی سے مشتق ہونے کے۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۱۱)
راہِ تو بہ نورِ لایزالی — شرکت نبرد بملک راہے
از شرک و شریک ہر دو خالی — خاصہ کہ بملک چوں توشاہے

مولنا نظامی کے شعر کا پایہ بہت بلند ہے۔ نورِ لایزالی نے جو برقی قوت مولنا نظامی
کے کلام میں پیدا کی ہے اُس کا عشرِ عشیر بھی امیر خسرو کے شعر میں نہیں ہے۔ امیر خسرو نے
شاہانہ غیرت کی بنیاد پر شرکت کی نفی کی ہے مولنا نظامی جلال ربّانی کی برقِ خرمن سوز
سے شریک و شرکت دونوں کی ہستی کو مٹاتے ہیں۔ وَبَیْنَهُمَا بَوْنٌ بَعِیْد۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

درصنعِ تو کامد از عدد بیش (۱۲) باریکیِ حکمت کہ داند
عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش کز کُن مکنِ تو نکتہ راند

مولنا یہ بیان فرماتے ہیں کہ تیزی بے شمار صنعت عقلِ علت اندیش کے عجز کا سامان
ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چونکہ حکمتِ الٰہی کی باریکی کو پہنچنا محال ہے اس لئے اُس کے
امر و نہی میں کون عقل کو دخل دیسکتا ہے۔ اس طرح دعویٰ دلیل سے ثابت ہو گیا۔
اس کے علاوہ مولنا نظامی کے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ بے شمار صنعت کو دیکھکر
عقل عاجز ہوتی ہے۔ امیر خسرو باریکیِ حکمت کو سبب عجز قرار دیتے ہیں جو ذرہ ذرہ میں
عیاں ہے لہٰذا ہر ذرّہ عجزِ عقل کے لیے کافی ہے۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی (۱۳) دعویٰ گری ہپہر پر تیچ
ہفتاد گرہ بدو کشادی در محکمۂ قضائے تو ہیچ

مولنا نظامی فرماتے ہیں آسمان میں اگر سات گرہیں (سبعہ سیارہ) دستِ قدرت نے

لگا دی ہیں تو اُن کے ذریعے سے ستّر گرہیں کھول دی ہیں۔ یعنی آبائے علوی کے جو تصرفات عالم میں جاری ہیں اُن سے ہزاروں کام ہو رہے ہیں۔ یا احکامِ نجوم کی جانب اشارہ ہو۔ سات گرہ دے کر ستّر گرہیں کھول دینا پُرلطف مضمون ہے لفظی رعایت پر خیال کرو تو بد وبگشادی میں دو کا لفظ ہفت وہفتاد کے مناسب ہے۔ امیر خسرو کا مضمون اس سے بلند تر ہے۔ فرماتے ہیں کہ حکمِ الٰہی کے سامنے آسمان کیا چیز ہے محض ہیچ اور ناچیز۔ لہذا عظمتِ الٰہی کا اظہار امیر خسرو کے شعر میں زیادہ ہے۔ سپہر کے ساتھ پر پیچ کا لفظ لطف خاص رکھتا ہے۔ نجومی اور فلکی آسمان کے جس چکر میں ہیں اُس سے آج تک بال بھر بھی نہیں نکلے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
ترتیبِ جہاں چنانکہ بایست	(۱۴)	عالم زتو شد بہ حکمت آباد
کردی بمثابتے کہ شایست		حکمت زتو یافت آدمی زاد

مولنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون ایک مصرع میں امیر خسرو نے زیادہ شاندار الفاظ میں لکھدیا ہے۔ چنانکہ بایست اور بمثابتے کہ شایست کا پورا مفہوم بہ حکمت آباد میں زیادہ بلیغ پیرایہ میں آگیا ہے۔ دوسرے مصرع میں امیر خسرو شرفِ انسانی کو نمونہ قدرت قرار دیتے ہیں۔ یہ مضمون مولنا نظامی کے شعر میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
بے کوہکنی زکاف ونونے	(۱۵)	در کارِ تو آسمان زبونے
کردی چو سپہر بیستونے		وز کلکِ تو کون کاف ونونے

عظمت و قدرتِ ربّانی کا جو اظہار ع "درکارِ تو آسماں زبونے" سے ہوتا ہے وہ ع "درکرد چو سپہر بیستونے" سے نہیں ہوتا۔ مولٰنا نظامی فلک بےستون کی رفعت دکھا کر عظمتِ قدرت ثابت فرماتے ہیں، امیر خسرو پستی و زبونی یعنی عظمتِ قدرت اس قدر ہو کہ اُس کے سامنے عظمتِ آسمان کا تخیل بھی نہیں ہو سکتا ع "بے کوہی ز کاف و نونے" سے معلوم ہوتا ہو کہ بلا دشواری قدرت نے سپہر سا بےستون بنا دیا۔ کلامِ خسروی سے ظاہر ہوتا ہو کہ قلم برداشتہ کاف اور نون دو حرف لکھدیئے بس یہ قدرت کے روبرو یہ کائنات ہو ساری کائنات کی (جس کا آسمان ایک جزو اقل ہو) اب تم خود سمجھ لو کہ کونسا مضمون زیادہ آسانی ظاہر کرتا ہے۔ اس مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ پندرہ اشعار کے چار شعر مولٰنا کے افضل ہیں گیارہ امیر خسرو کے ۔

مضامین خاصّہ

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے ہیچ خطے نگشتہ زاوّل	اے بیش ز دانش خردمند
بے حجّتِ نامِ تو مسجّل	فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے خطبۂ تو تبارک اللہ	اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش
فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ	در معرفتِ تو عقل بیہوش
اے ہرچہ رمیدہ و آرمیدہ	اے جاں بہ جسد فگندۂ تو
در کن فیکون تو آفریدہ	ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

مولنا نظامی

اے مقصدِ ہمتِ بلنداں
مقصودِ دلِ نیازمنداں
ہم قصۂ نانمودہ دانی
ہم نامۂ نانوشتہ خوانی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہاے مجروح
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردُم کُنِ آدمی و آدم
اے بندہ نواز بندگی دوست
زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بوُد
جز تو کہ تواند اینچنیں بود
اندیشہ بہر بلندی و پست
بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بدامن
پس فرق چہ باشد از تو تا من
چوں حکم تو گردد آشکارا
کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری
کز ہیچ کست نبود یاری

امیر خسرو

عاجز نہ از اساسِ ہمہ ساز

تا یار طلب کنی و انباز

قفلِ ہمہ را کلید بر تو

پنہانِ ہمہ پدید بر تو

اے خاک بران سری کز اخلاص

بر خاکِ عبادتت نشد خاص

مولنا نظامی کے اشعار خاص ہیں (یعنی جن کا مقابلہ امیر خسرو کے یہاں نہیں ہے)

یہ شعر بہت بلیغ و نادر ہے ؎

اے خطبۂ تو تبارک اللہ — فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ

تبارک اللہ و بارک اللہ کا مقابلہ دیکھو۔ تبارک اللہ اشارہ ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن کی طرف۔ ماشاء اللہ کیسا بلیغ خطبہ ہے۔ یہ اشعار بھی بہت خوب ہیں:

اے ہیچ خطے نشد ز اوّل — بے حجّتِ نام تو مسجّل

اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ — در کن فیکون تو آفریدہ

امیر خسرو کے اشعارِ خاص تعداد میں زیادہ ہیں۔ اشعار ذیل میں اُن کا خاص دردو نیاز کا رنگ ہے ؎

اے خالقِ جسم و صانعِ روح | مرہم نہ سینہائے مجروح
اے بندہ نواز بندگی دوست | زانِ توجہاں زمغز تا پوست
اے خاک براں سر کز اخلاص | بر خاکِ عبادتت نہ شد خاص

اس رنگ کے اشعار مولٰنا نظامی کے یہاں نہیں ہیں۔ اشعار ذیل کی معرفت ملاحظہ ہو

اے بیش ز دانشِ خردمند | فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے سرِ تو بستہ وہم را گوش | در معرفت تو عقل بیہوش
اے نور دہِ چراغِ عالم | مردم کنِ آدمی و آدم
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود | جز تو کہ تواند ایچنیں بود
چوں حکمِ تو گرد آشکارا | کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری | کز ہیچ کست نبود یاری
عاجز نہ از اساسِ ہر ساز | تا یار طلب کنی و انباز
اندیشہ بہر بلندی و پست | بگزشت و بدامنت نزد دست
گر دست منت رسد بہ دامن | پس فرق چہ باشد از تو تا من

آخر کے دو شعروں میں اُس غلطی کی اصلاح کی ہے جس میں فکر انسانی اپنے منتہائے کمال پر پہنچکر مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب وہ کُنہ واجب الوجود کے ادراک سے عاجز آجاتی ہے تو انکار کی جُرأت کر بیٹھتی ہے۔ امیر خسرو فکر نارسا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ادراک نہو سکے تو انکار نہ کر بلکہ یہ سمجھ لے کہ مادی مخلوق اور ذات

مجرد کا فرق مستلزم عدمِ ادراک ہے۔ عدمِ ادراک عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔

مُناجات

مولٰنا نظامی

عقل آبلہ پائے و کوئے باریک
وانگاہ رہے چو موئے باریک
توفیق اگر نہ رہ نماید
ایں قفل بہ عقل کے کشاید
اے عقلِ مرا کفایت از تو
جُستن ز من و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانیِ بار
طاقت نہ۔ چگونہ باشد ایں کار
میکوشم و در تنم تواں نیست
کازرم تو ہست باک ازاں نیست
گر لطف کنی و گر کنی قہر
پیشِ تو یکیست نوش تا زہر

امیر خسرو

اے عذر پزیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع پرگناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں را کہ تو افگنی بہ زیست
برداشتنش بہ بازوئے کیست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست
دستے کہ فتاد نفس خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم
از دست رہا مکن کہ مستم
ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد

امیر خسرو	مولانا نظامی
با اینهمه گر بریزی این خاک	شک در دلِ من بود کاسیرم
نقصان چه بود به عالمِ پاک	کز لطف زیم ز قهر میرم
نزدیکِ خودم بخواں بداں نوَ	گر قہر سزائے ماست آخر
کز خود ابدا لابد شوم دور	ہم لطف برائے ماست آخر
از یادِ خودم کن آنچناں شاد	تا در نفسم کفایتے ہست
کز ہستیِ خود نیایدم یاد	فتراک توکے گزارم از دست
جانم رساں کز اوجِ اخلاص	وانگہ کہ نفس بآخر آید
دیوم بفرشتگی شود خاص	ہم خطبۂ نام تو سراید
در گلشنِ قدس کن بہ عالم	واں لحظہ کہ مرگ راپسیچم
مگذار بہ گلخنِ و بالم	ہم نام تو در حنوط پیچم
آں بخش کہ از توام دہد یاد	چوں گرد شود وجودِ پستم
واں دہ کہ براہِ تو تواں داد	ہر جا کہ روم ترا پرستم
خواہم بستایشِ تو بودن	احرام گرفتہ ام بکویت
من خود چہ توانمت ستودن	لبیک زناں بہ جستجویت
ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم	احرام شکن بسی ست زنہار
در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم	ز احرام شکستنم نگہ دار

مولانا نظامی

من بیکس و رخنها نهانی
ای لے کسِ بیکسان تو دانی
یک ذرّه ز کیمیای اخلاص
گر بر مسِ من نهی شود خاص
آنجا که دهی ز لطف یک تاب
زر گردد خاک و دُر شود آب
پیشِ تو نه دین نه طاعت آرم
افلاسِ تهی شفاعت آرم
تا غرق نشد سفینه در آب
رحمت کن و دستگیر و دریاب
هستم تو به عنایتِ الهی
آنجا قدمم رسان که خواهی
از ظلمتِ خود رهاییم ده
با نور خود آشناییم ده
بردار مرا که او فتادم
از مرکبِ جهد خود پیادم

امیر خسرو

تا گوید ذکرِ تو به تمییز
تنها نه زبان که جان و دل نیز
به گر ندهی بهیچ سانم
آن جان که بخویش زنده مانم
آن چشم دهم که پیش بیند
عفوِ تو و جرمِ خویش بیند
آن پرده کشا که باریابم
در پرده صلاحِ کار یابم
پیداست که نیست از همه هست
نقدیم بجز امید بر دست
افلاس ببین و از سرِ جود
بکشای خزینهای مقصود
گیرم که نیم بلطف درخور
آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمتِ تست بر نکو زیست
رحمت کن بندگانِ بد کیست

مولانا نظامی

روزیکه مرا ز من ستانی
ضایع مکن از من آن چه دانی
وانگه که مرا به من دهی باز
یک سایهٔ لطف بر من انداز
آن سایه که از چراغ دورست
آن سایه که آن چراغ نورست
تا با تو چراغِ نور گردم
چون نور ز سایه دور گردم
بے یادِ تو ام نفس نیاید
با یادِ تو یادِ کس نیاید
گر تن حبشے سرشتهٔ تست
در خط ختنی نبشتهٔ تست
گر باز بدا ورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

چون زانِ تو ایم پاک و ناپاک
هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه گلم سرشتهٔ تست
نیک و بدِ من نوشتهٔ تست
چون من رقمم از تو می پذیرم
گر نامه سیه بود دگیرم
جرم منگر که چاره سازی
طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد
از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که ز بنده را ز پرسی
ناکردهٔ و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار رستم
شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز
بے آنکه ز کرده پرسیم باز

امیر خسرو

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور

از ظلمتِ راہِ من مکن دور

روشن کن ازاں نمط رہم را

کاری بسحر شبانگہم را

زمیناں کہ اُمید دارم از تو

خواہش بجُز ایں ندارم از تو

کاندم کہ دمم زتن برآید

با نامِ تو جانِ من برآید

در حجلۂ قدس بخش جایم

تا با تو بجانبِ تو آیم

آں راہ نما بمن نہانی

کاندر تو رسم دگر تو دانی

مناجات کے تین جز ہیں جو خود خالق اکبر نے سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے تلقین فرمائے ہیں۔ اوّل ستایش، دوم نیایش، سوم گزارش۔ ستایش کا حصہ زیادہ تر حمد میں ختم ہو لیتا ہے۔ مناجات کے لئے نیایش و عرض حال دو جزرہ جاتے ہیں۔ نیایش کی جان عجز و شکستگی ہے

گزارشِ مدعا کی نسبت یہ دیکھنا ہو کہ بارگاہِ عالی میں کیا مُدعا پیش کیا۔ ستایش کے نمونے تم کافی دیکھ چکے۔ اب نیایش وگزارش کی کچھ کیفیت معلوم کرو۔

(نیایش)

مولنا نظامی

اے عقل مرا کفایت از تو
جستن زمن و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانیِ بار
طاقت نہ چگونہ باشد ایں کار
گر قہر سزائے ماست آخر
ہم لطف برائے ماست آخر
بردار مرا کہ اوفتادم
از مرکبِ جہد خود پیادم
تا در نفسم کفایتے ہست
فتراک توکے گزارم از دست
وانگہ کہ نفس بآخر آید
ہم خطبۂ نام تو سر آید

امیر خسرو

اے عذر پذیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع برگناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را بہ دست
دستے کہ فتاد نفسِ خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد
با اینہمہ گر پذیری ایں خاک
نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
خواہم بہ ستایشِ تو بودن
من خود چہ توانستم ستودن

مولنا نظامی

چوں گرد شود وجود پستم
ہر جا کہ روم ترا پرستم
من بیکس و در خفا نہانی
ہاں اے کس بیکساں تو دانی
پیش تو نہ دیں نہ طاعت آرم
افلاس تہی شفاعت آرم
گر تن حبشی سرشتۂ تست
ور خط ختنی نبشتۂ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داور داوراں تو دانی

امیر خسرو

ہم تو دل پاک دہ زباں ہم
در مدحت خویش بلکہ جاں ہم
پیداست کہ نیست از ہمہ ہست
نقدیم بجز اُمید در دست
افلاس ببین و از سر جود
بکشاے خزینہاے مقصود
گیرم کہ نیم بلطف در خور
آخر نہ کہ بندہ ام بریں در
گر رحمت تست بر نکو زیست
رحمت کن بندگان بد کیست
چون زان تو ایم پاک و ناپاک
ہم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نہ گلم سرشتۂ تست
نیک و بد من نوشتۂ تست
جرمم منگر کہ چارہ سازی
طاعت مطلب کہ بے نیازی

امیر خسرو

گر فضلِ تو رحمتے نریزد

از طاعتِ چوں منے چہ خیزد

مجموعۂ اشعار پڑھنے سے عجز و شکستگی کا رنگ امیر خسرو کے اشعار میں زیادہ نمایاں ہے۔ بندۂ کمینہ، تنِ گناہ پرورد، خاک، بندۂ در، ناپاک، عذر خواہ، بے سروپا، افلاس، رحمت، عفو، تشفع، یہ عاجزانہ الفاظ امیر خسرو کے یہاں ہیں۔ مولنا نظامی کے یہاں اس رنگ کے الفاظ بیدل، عاجز، وجودِ پست، افلاسِ تہی، بیکس، تن جیشے، شفاعت اور لطف ہیں۔ خود ان الفاظ کا مقابلہ کرو تو باعتبار اکثر امیر خسرو کے الفاظ میں انکسار و شکستگی زیادہ پاؤگے۔

مولنا نظامی		امیر خسرو
بردار مرا کہ اوفتادم	(۱)	دستے کہ فتاد نفسِ خود رائے
از مرکبِ جہدِ خود پیادم		در مطرحِ سیل بے سروپائے

بردار، دستے۔ اس موقع پر دستے کہکر مدد طلب کرنا بمقابلہ بردار کے زیادہ موثر ہی۔ مولنا نظامی کے شعر میں یہ مضمون ہی کہ ایک شخص گھوڑے سے گرگیا ہی اور کہتا ہے بردار (اُٹھاؤ) امیر خسرو یہ سماں دکھاتے ہیں کہ ایک شخص سیلاب میں اُچھلتا ڈوبتا چلا آتا ہی اور چلّاتا ہی دستے (ہاتھ پکڑنا) بتاؤ دیکھنے والے کے دل پر کس کا درد زیادہ اثر کرے گا ؟ یقیناً ڈوبنے والے کا۔ فرض کرو تم دونوں واقعے ایک ساتھ اپنی آنکھ سے

دیکھتے ہو۔ ڈوبتے ہوئے کو بچا کر گھوڑے سے گرنے والے کو اٹھاؤگے۔ سوار گھوڑے سے گر کر اکثر خود دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہی۔ جو سیلاب میں بے قابو ہو جائے اُس کو خدا ہی بچائے تو بچے۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

گر قہر سزائے ماست آخر (۲) گر رحمت تست بر نکو زیست
ہم لطف برائے ماست آخر — رحمت کُن بندگان بد کیست

نیازمندانہ ناز مولنا نظامی کے یہاں ہی امیر خسرو کے یہاں شانِ عجز۔ اوّل لطف اور رحمت کا موازنہ کرو۔ پھر اس عاجزانہ سوال پر غور کرو۔ ع

رحمت کُن بندگانِ بد کیست ؟

مولنا نظامی — امیر خسرو

پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم (۳) افلاس ببین و از سر جود
افلاسِ تہی شفاعت آرم — بکشائے خزینہائے مقصود

اپنے اپنے رنگ میں دونوں شعر لاجواب ہیں۔ خسروی عجز مولنا نظامی کے شعر میں ہی اور نظامی شوکت امیر خسرو کے شعر میں۔ امیر خسرو کے سوال میں بھی اس موقع پر شان خسروی ہے

بکشائے خزینہائے مقصود

افلاس، جود، خزینہ، مناسب الفاظ ہیں۔ مولنا کے یہاں "تہی" کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی ہے

مولنا نظامی — امیر خسرو

یک ذرّہ ز کیمیائے اخلاص (۴) جائیم رساں کز اوج اخلاص
گر بر مسِ من نہی شود خاص — دیوم بفرشتگی شود خاص

مولنا نظامی ایک ذرۂ اخلاص کے طالب ہیں۔ امیر خسرو اوجِ اخلاص پر صعود چاہتے ہیں۔ مس کو سونا کر دینے سے دیو کو فرشتہ بنا دینے میں زیادہ ترقی ہے۔ امیر خسرو کا مضمون زیادہ بلند ہے۔

(گزارش)

امیر خسرو	مولنا نظامی
زیناں کہ امید دارم از تو	روزیکہ مرا ز من ستانی
خواہش بجز ایں ندارم از تو	ضائع مکن از من آں چہ دانی
کاندم کہ دمم ز تن برآید	وانگہ کہ مرا بہ من دہی باز
با نامِ تو جانِ من برآید	یک سایۂ لطف بر من انداز
در حجلۂ قدس بخش جایم	آں سایہ کہ از چراغ دورست
تا با تو بہ جانبِ تو آیم	آں سایہ کہ آں چراغ نورست
آں راہ نما بہ من نہانی	تا با تو چراغِ نور گردم
کاندر تو رسم دگر تو دانی	چوں نور ز سایہ دور گردم

مولنا نظامی نے دو سوال کئے ہیں۔ ایک اوّل شعر میں ضائع مکن از من الخ اس میں قبولِ عمل کا پہلو ہے۔ دوسرے سوال کا بیان دوسرے شعر سے شروع ہو کر چھٹے پر ختم ہوتا ہے۔ انتہا یہ ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو صرف ایک سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

خواہش بجز این ندارم از تو

سوال کی انتہا یہ ہے ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دونوں انتہائی مصرعوں پر غور کرو اور دیکھو کہ فنا فی اللہ کا مضمون کس میں زیادہ نمایاں ہے؟ یقینی امیر خسرو کے مصرع میں۔ دیکھو مولانا نظامی کا مدعا ختم ہو جاتا ہے۔ ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو فنا فی اللہ کے بعد بھی ترقی مدارج کے آرزومند ہیں ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دگر تو دانی میں مدارج کی انتہا نہیں۔ علمِ قدیم غیر متناہی ہے۔ علیٰ ہذا سوال کی بھی انتہا نہیں۔ جہاں تک رسائی فہم تھی، مدعا ظاہر کیا اور خوب ظاہر کیا۔ آگے حضرتِ کریم کے علمِ قدیم کے حوالہ کر دیا۔ اُفوِّضُ اَمرِیْ اِلَی اللّٰہ۔ مولانا نظامی کے یہاں نور، سایہ اور چراغ کا تلازم بہت خوب ہے۔ امیر خسرو نے صاف صاف الفاظ میں مدعا عرض کر دیا ہے۔ اوّل حُجلۂ قدس میں مقام چاہتے ہیں پھر وہاں سے رفیق اعلیٰ کی رفاقت میں قدم آگے بڑھتا ہے ع

تا با تو بہ جانبِ تو آیم

انتہائے سیر ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

نہیں نہیں کچھ انتہا ہی نہیں۔ لفظ نہانی کس قدر بلیغ وحسب حال ہی۔ امیر خسرو نور ظلمت کے مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں:

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور | از ظلمتِ راہِ من مکن دُور
روشن کن ازاں نمط رہم را | کاری بہ سحر شبانگہم را

ظلمتِ شب کو نور سحر سے بدل دینا کمال تنویر ہی۔ ان دو شعروں کا مقابلہ کرو۔

امیر خسرو (۲) مولنا نظامی

وانگہ کہ نفس بآخر آید | کاندم کہ دمم ز تن برآید
ہم خطبۂ نام تو سرآید | با نام تو جانِ من برآید

ظاہر ہی کہ مضمون دونوں شعروں کا ایک ہی یعنی خاتمہ تیرے نام پر ہو۔ خطبہ کے لفظ سے مولنا نظامی کے مصرع میں خاص شانِ بلاغت پیدا ہوگئی ہی۔ بیان امیر خسرو کا زیادہ موثر ہی جو موقع کے بالکل مناسب ہی۔ مولنا نظامی فرماتے ہیں جب نَفَس آخر ہو (زندگی ختم ہو) تو تیرے نام کا خطبہ پڑھ رہا ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں جب دم نکلے تو جان تیرا نام لیتی ہوئی نکلے۔ جان اور نَفَس میں جس قدر فرق ہی اُسی قدر نام کی محبوبیت میں فرق اسلوبِ بیان سے مفہوم ہوگا۔ امیر خسرو کے کلام میں "با نامِ تو" میں لفظ "با" نے خاص لطف پیدا کیا ہی جو رفاقت پر دلالت کرتا ہی۔ مولنا کے شعر میں نَفَس نام پاک لیتا ہوا ختم (آخر) ہو رہا ہی۔ امیر خسرو کے کلام میں جان نام پاک

کے ساتھ جارہی ہے۔ برآید، پر غور کرکے دیکھو کہ کہاں۔ کچھ شبہ نہیں کہ یہ خوبی مضامین حضرت نظام المشایخ کی صحبت کا فیض ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

مولٰنا نظامی کے اشعار ذیل نہایت بلیغ اور اثرِ عجز و نیاز میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

من بیکس و رخنہا نہانی	ہاں اے کسِ بیکساں تو دانی
پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم	افلاس تہی شفاعت آرم
گر تن ببنشے سرشتۂ تست	ور خط خفتی نبشتۂ تست

ہاں اے کسِ بیکساں سبحان اللہ۔ اخیر شعر کا مضمون اور تقابلِ الفاظ کمالِ اُستادی ہے۔

نعت

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے ختم پیمبرانِ مرسل	شاہِ رسل و شفیعِ مرسل
حلوائے پسین و ملحِ اوّل	خورشیدِ پسین و نورِ اول
اے حاکمِ کشورِ کفایت	سلطانِ ممالکِ رسالت
فرماں دہِ جملۂ ولایت	طغرائے صحیفۂ جلالت
اے خاکِ تو توتیائے بینش	ہم نوردہِ چراغِ بینش
روشن بہ تو چشمِ آفرینش	ہم چشم و چراغِ آفرینش
خاکِ تو ادیمِ روئے آدم	گنجینۂ کیمیائے عالم
نورِ تو چراغِ ہر دو عالم	پیش از ہمہ پیشوائے عالم

امیر خسرو	مولانا نظامی
سرکوبِ مخالفان ابتر	ہر کہ آرد با تو خود پرستی
تن پوشِ برہنگانِ محشر	شمشیرِ ادب خورد دو دستی
شاہنشہِ تختِ آسمانی	اے شاہ سوارِ ملکِ ہستی
خوانندۂ تختۂ نہانی	سلطانِ خرد بہ چیرہ دستی
مجبور بہ کشائے پردۂ غیب	اے بر سرِ سدرہ شاہراہت
گنجورِ خزینہائے لاریب	وے بر سرِ عرش تکیہ گاہت
پروانہ رسانِ ظلمت و نور	رفتہ ز ورائے عرشِ والا
وز نور و دخان نوشتہ منشور	ہفتاد ہزار پردہ بالا
یٰسین ز دہانش دُرفشاندہ	اے صدر نشینِ ہر دو عالم
طاہاش و ان یکاد خواندہ	محرابِ زمین و آسمان ہم
نامش بہ سریرِ بادشاہی	گشتہ زمیں آسمان ز دینت
توقیعِ سپیدی و سیاہی	نے نے شدہ آسمان زمینت
جاروب زنانِ بارگاہش	ہر عقل کہ بے تو سپے نبردہ
از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش	ہر جاں کہ نہ زندۂ تو مُردہ
شمشیرِ سیاستش سرانداز	عقل ار چہ خلیفۂ شگرف ست
شمشیرِ زبانش گوہر انداز	بر لوحِ سخن تمام حرف ست

ق

مولنا نظامی

ق

ہم مہر مویدی ندارد
تا دینِ محمدی ندارد
اے شاہِ مقرّبانِ درگاہ
نامِ تو ورائے ہفت خرگاہ
صاحب طرفِ ولایتِ جود
مقصودِ جہاں جہانِ مقصود
سرجوشِ خلاصۂ معانی
سرچشمۂ آبِ زندگانی
سرخیل توئی وجملہ خیل اند
مقصود توئی ہمہ طفیل اند
سلطانِ سریر کائناتی
شاہنشہِ کشورِ حیاتی

امیر خسرو

ذیلِ کنفش زفتنہا دور
خاکِ قدمش بدیدہا نور
در کتبِ کاف ونون شب و روز
زو جملہ رسل دو حرف آموز
کلک از صفتش زباں بریدہ
نہ بحر ز کلکِ او چکیدہ
لشکر کشِ آسماں غلامش
تعویذ کلاہ کردہ نامش
خورشید بہ نیلگوں عماری
دربانِ درش بہ پردہ داری

مولنا نظامی کے مطلع کے مصرع اوّل میں صرف ایک صفت ختم رسالت کا ذکر ہے۔ دوسرا مصرع بہت مشہور ہے اور اُس میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل و آخر شرف کو نہایت لطیف و مرغوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ملح اوّل حلوائے پسین خوان کریم پر دستورِ قدیم کے مطابق آغاز نمک سے ہوتا ہے۔ خاتمہ حلوہ یا شیرینی پر

جب کائنات کا خوان کرم بچھا تو اُس پر صلائے عام کا آغاز و انجام ذات اقدس سے ہوا۔ روحی فداہ۔ نہ صرف یہ بلکہ جس طرح نمک قوام بدن کا باعث اور غذا میں لطفِ ذوق پیدا کرنے والا ہے اسی طرح ذات ہمایوں قوام وصلاح عالم کا اصلی سبب اور جمالِ مبارک تمام کائنات کا نمک اور حُسن تھا۔ خاتمہ دسترخوان کا حلوہ پر ہوتا ہے جو علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے ہاضم طعام ہونے کی حیثیت سے غذا کے اصل مفاد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ شیرینی ذوق کی اعلیٰ ضیافت ہے۔ اسی طرح ذات مبارک پر رسالت کا خاتمہ تمام اگلی رسالتوں کی تعلیم کی کامیابی اور مرغوب ترین انجام تھا۔ امیر خسرو کے مطلع کے اوّل مصرع میں دو صفتیں مذکور ہیں ایک سروری انبیا دوسری شفاعتِ مذنبین۔ دوسرا مصرع بہت بلند پایہ ہے۔ ع

حلوائے پسین و ملحِ اوّل

امیر خسرو فرماتے ہیں: ع "خورشید پسین و نورِ اوّل"۔ اس مضمون میں قابل غور یہ ہے کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی سارے ستارے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں اور خورشید سب کا تنہا قائم مقام بن جاتا ہے۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے تمام ادیان سابقہ کے انوار محو ہو گئے اور نورِ حق کی روشنی سے عالم رشکِ روزِ روشن بن گیا۔ دیکھو ایک لطیف مضمون۔ سورج کا نکلنا ستاروں کے فنا کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اُن کے انوار نورِ آفتاب میں محو و جذب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شرع محمدی نے تمام ادیان کی خوبیوں کو احاطہ کر لیا ہے۔ ملحِ اوّل کے مقابل نورِ اوّل حدیث کا مضمون ہے۔

اوّل مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ اور شان وجلالت کے عین مطابق۔ ملّا کمتبی شیرازی کا مصرع ہے

خورشید پسین و صبح اوّل

صبح اوّل میں وہ عالم نہیں جو نورِ اوّل میں ہی۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے حاکمِ کشورِ کفایت (۲) سلطانِ ممالکِ رسالت

فرماں دہِ جملۂ ولایت — طغرائے صحیفۂ جلالت

امیر خسرو کے شعر کا ترفع کسی شرح کا محتاج نہیں ۔حاکم کشورِ کفایت کے مقابل سلطان ممالک رسالت ہر لفظ زور و شکوہ میں بڑھکر ہے۔ ع فرماں دہِ جملۂ ولایت ع طغرائے صحیفۂ جلالت ۔ مضمون اگرچہ جدا ہی تاہم شکوہِ الفاظ محتاج بیان نہیں۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے خاکِ تو توتیائے بینش (۳) ہم نورِ دہِ چراغِ بینش

روشن بہ تو چشمِ آفرینش — ہم چشم و چراغِ آفرینش

توتیا آنکھ کو قوت دیتا ہی جس سے ایک شخص دیکھ سکتا ہی بشرطیکہ عالم روشن ہو امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چراغ بینش کا نور تیز کر دیا جس سے ہزاروں آنکھوں کے سامنے منظر حقیقت روشن و عیاں ہو گیا۔ دوسرے مصرع میں روشن کا مقابلہ چشم و چراغ سے کرو علاوہ شوکت الفاظ کی قوت ہدایت صاف دیدہ افروز ہو گی۔ نہ صرف آنکھیں کھولیں

بلکہ شاہ راہِ معرفت پر چراغ بھی رکھدیا۔ امیر خسرو کا دوسرا مصرع ہی ع

خاکِ قدمت بدیدہا نور

مقابلہ کرو۔ ع

اے خاکِ تو توتیائے بینش

فرق صاف روشن ہی۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
گنجینۂ کیمیائے عالم	(۴)	خاکِ تو ادیم روئے آدم
پیش از ہمہ پیشوائے عالم		نورِ تو چراغِ ہر دو عالم

مولنا نظامی کے اوّل مصرع میں خاکِ پاک روئے آدم کی رونق کا باعث ہی۔ ادیم و آدم کا تناسب ظاہر ہی۔ امیر خسرو نے کیمیائے عالم سے اُس صفت کو بیان کیا جس نے قلب کی ماہیت بدل کر مس سے کُندن بنا دیا۔ ظاہر کی رونق سے اندرونی صفائی پیدا کرنے میں زیادہ کمال ہی۔ دوسرے مصرعوں کا مضمون جُدا جُدا ہے۔ بندش دونوں کی قابلِ داد ہی۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
سرکوبِ مخالفانِ ابتر	(۵)	ہر کہ آرد با تو خود پرستی
تن پوشِ برہنگانِ محشر		شمشیرِ ادب خورد دو دستی

مولنا نظامی کے شعر میں صرف شانِ جلال کا ظہور ہی۔ امیر خسرو نے پہلے مصرع میں اس مضمون کو ختم کر کے دوسرے میں شانِ رحمت بھی دکھلا دی ہی اور کیسے دلگداز

الفاظ میں ؎

تن پوشِ برہنگانِ محشر

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ -

ہم مضمون وہم قافیہ اشعار کا مقابلہ ختم ہو چکا - باقی اشعار دونوں اُستادوں کے اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں - مولنا نظامی کے حسب ذیل اشعار کس قدر بلیغ ہیں:

اے صدر نشینِ ہر دو عالم — محرابِ زمین و آسماں ہم

گشتہ زمیں آسماں زدینت — نے نے شدہ آسماں زمینت

ہر عقل کہ بے تو سپے بردہ — ہر جاں کہ نہ زندۂ تو ـ مردہ

سر جوشِ خلاصۂ معانی — سر چشمۂ آبِ زندگانی

صاحب طرفِ ولایتِ جود — مقصود جہاں جہانِ مقصود

سرخیل توئی و جملہ خیل اند — مقصود توئی ہمہ طفیل اند

امیر خسرو کے اشعار ذیل غالباً زیادہ بلیغ اور شانِ رسالت کے مُظہر ہیں -

مجو بہ کشائے پردۂ غیب — گنجور خزینہائے لاریب

پروانہ رسانِ ظلمت و نور — وز نور دو خاں نوشتہ منشور

یٰسیں زدہانش دُرفشاندہ — طاہش وان یکاد خواندہ

جاروب زنانِ بارگاہش — از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش

در مکتب کاف و نون شب و روز — زو جملہ رسل دو حرف آموز

معراج

معراج کے ذکر میں معرکہ کا مقام قربِ خاص کا بیان ہی اور وہاں کمال شاعری معلوم ہوتا ہی۔ سب سے اوّل یہ دیکھنا ہی کہ دونوں اُستادوں نے اس موقع پر کیا پیرایہ اختیار فرمایا ہی۔

مولانا نظامی	امیر خسرو
ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی	دید آں چہ عبارتش نسنجد
ہم سرِّ کلامِ حق شنیدی	در حوصلۂ خرد نگنجد
از غایتِ فہم و نورِ ادراک	دیدارِ خدائے دید بے غیب
ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک	گفتار ز حق شنید بے ریب
درخواستی آں چہ بود کامت	زاں گفت و شنید بے کم و کاست
درخواستہ خاص شد بنامت	ہم گفتن و ہم شنیدنت راست
از قربتِ حضرتِ الٰہی	کرد از کفِ غیب شربتے نوش
باز آمدی آں چنانکہ خواہی	کز ہستیِ خویش شد فراموش
گلنارِ شگفتہ از جبینت	ایزد ز کمالِ مہربانی
توقیعِ کرم در آستینت	دادش بہ کمال ہرچہ دانی
آوردہ براتِ رستگاراں	بنواخت بہ عزّتِ سلامش
از بہرِ چو ما شکستہ کاراں	بسپرد ودیعتِ کلامش

امیر خسرو

مقصودِ دو کون ہر تنش ریخت

گنج دو جہاں بدامنش ریخت

با بخششِ پاک بندۂ پاک

آمد سوے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرتِ خداوند

منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولٰنا نظامی نے تصریح فرمادی ہے

ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی　　ہم سِرّ کلام حق شنیدی

امیر خسرو نے جن الفاظ میں اس موقع کا ذکر کیا وہ بہت بلیغ و پر معنی ہیں

دید آں چہ عبارتش نسنجد　　در حوصلۂ خرد نگنجد

وہ نظارہ ضرور ایسا ہی تھا جو وسعتِ عبارت اور حوصلۂ خرد دونوں سے ماورا تھا

مولٰنا نظامی کے مطلب کو امیر خسرو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

دیدارِ خدائے دید بے غیب　　گفتار ز حق شنید بے ریب

"دیدارِ خدائے دید بے غیب" میں جو شانِ رویت ہے وہ غالباً "ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی" میں نہیں ہے۔

مولنا نظامی	امیر خسرو
از غایتِ فہم و نورِ ادراک	زاں گفت و شنید بے کم و کاست
ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک	ہم گفتن و ہم شنیدنت راست

مولنا نظامی کا پہلا مصرع بہت بلیغ ہی اور رسالت کے فہم و ادراک کی شان نہایت پرمعنی الفاظ میں ظاہر فرمائی ہی۔ وہ موقع جس اہتمام و احتیاط کا تھا اُس کا اظہار امیر خسرو کے الفاظ "بے کم و کاست" اور "راست" میں لفظ "پاک" سے زیادہ مصرح ہی۔ عنایت سرمدی کا ذکر مولنا نظامی ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

درخواستی آں چہ بود کامت	درخواستہ خاص شد بہ نامت

یعنی جو کچھ مقصود تھا آپ نے چاہا اور جو چاہا عنایت خاص سے عطا ہوا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

ایزد بہ کمالِ مہربانی	دادش بہ کمال ہرچہ دانی

اوّل تو بے مانگے بخشا پھر کمال مہربانی کو کمال بخشش کے ساتھ ملا کر غور کرو تو ذہن عطیۂ الٰہی کی عظمت سے مالامال ہو جائیگا۔ خداوند ذوالجلال کمالِ عنایت سے بخشش علیٰ وجہ الکمال فرمائے تو اُس کا اندازہ کون کر سکتا ہی۔ اسی لئے امیر خسرو زورِ کلام کو مزید ترقی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "ہرچہ دانی"۔ امیر خسرو کے ان اشعار کو پڑھو تو لطفِ سرمدی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا ؎

کردا زکفِ غیب شربتے نوش	کز ہستیِ خویشتن شد فراموش

بنواخت بہ عزتِ سلامش	بسپرد ودیعتِ کلامش
مقصودِ دو کون برتنش ریخت	گنجِ دو جہاں بدامنش ریخت

مراجعت ملاحظہ ہو۔ مولٰنا نظامی ؎

از قربتِ حضرتِ الٰہی	بازآمدی آں چنانکہ خواہی
گلنارِ شگفتہ از جبینت	توقیعِ کرم در آستینت
آوردہ براتِ رستگاراں	از بہرِ چو ماشکستہ کاراں

امیر خسرو ؎

بابخششِ پاک بندۂ پاک	آمد سوئے بند خانۂ خاک
آورد زحضرتِ خداوند	منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولٰنا نظامی کا دوسرا شعر بہت بلند پایہ ہے۔ خصوصاً دوسرا مصرعٔ "توقیعِ کرم در آستینت" امیر خسرو نے ؎ بابخششِ پاک بندۂ پاک ÷ آمد سوئے بند خانۂ خاک ÷ میں کمال عبودیت کو جو کمال محمدی ہے عیاں فرمایا ہے۔ کیسا پاکیزہ مصرع ہے ع

بابخششِ پاک بندۂ پاک

اس شعر کو اُن اشعار کے ساتھ ملا کر پڑھو جو قربِ خاص کے بیان میں گزرے، حفظ مراتب اور پاس ادب کی داد دل سے نکلے گی۔

مولٰنا نظامی کے اخیر شعر کا امیر خسرو کے اخیر شعر سے مقابلہ کروگے تو امیر خسرو کا شعر زیادہ چست معلوم ہوگا۔

ایک اور موقع دیکھو۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی آمد:

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
جبریل رسید طوق در دست	از سدرہ رسید مرغِ والا
کز بہرِ تو آسماں کمر بست	خواندش بہ نویدِ حق تعالیٰ
ہر ہفت فلک کہ حلقہ بستند	آور د جنیبۂ فلک گام
نظارۂ تست ہر چہ ہستند	فردوس نوردِ وفرقد آشام
برخیز وہلا نہ وقت خواب ست	داد از نمطِ جنیبہ داری
مہ منتظرِ تو آفتاب ست	شہ را بہ جنیبہ شہسواری

آگے باقی سیّاروں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
امشب شبِ قدرِتست دریاب	آں شاہ سوار آسماں گرد
قدرِ شبِ قدرِ خویش دریاب	آہنگِ بہ گشتِ آسماں کرد
آرایشِ سرمدی ست امشب	
معراجِ محمّدی ست امشب	

اشعار بالا کے مقابلہ سے واضح ہوگا کہ غالباً حفظ مراتب کلام خسروی میں زیادہ ہی۔ اور زورِ کلام مولٰنا نظامی کے یہاں۔

روانگی معراج کے موقع پر:

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
سر بر زدہ زیں سرائے فانی	اوّل ز سرائے ام ہانی
بر اوج سرائے اُم ھانی	شد محرم کعبۂ یمانی

امیر خسرو

پس داد بار وئے مقوس
محراب بہ قبلۂ مقدس
در قبلہ شدو بہ قعدہ بنشست
تحریمہ بہ قبلۂ سمابست

علاوہ خوبیٔ کلام امیر خسرو کے اشعار میں شان عبودیت کا پورا جلوہ ہے۔

مولنا نظامی	امیر خسرو
بازار جہت بہم شکستی	بازار جہت گذاشت بر جائے
از زحمتِ فوق و تحت رستی	بنہاد بہ نطعِ بے جہت پائے
خرگاہ بروں زدی ز کونین	سرزاں سوئے کائنات برکرد
در حجلۂ قربِ قابَ قوسین	ملکِ ازل و ابد نظر کرد

زور کلام امیر خسرو کے یہاں زیادہ ہے۔ دیکھو انسان جب کسی بلند مقام پر پہنچتا ہے تو شوق سے چاروں طرف کا منظر دیکھتا ہے۔ امیر خسرو نے کیسا نظارہ گاہ پیدا کیا۔ ع

ملکِ ازل و ابد نظر کرد

مولنا نظامی کا یہ شعر ؎

جبریل ز ہمرہیت ماندہ　　　اللہ معک ز دور خواندہ

لاجواب ہے۔ اللہ معک لاکھوں موقعوں پر استعمال ہوا ہوگا، لیکن شاید ہی اس سے بہتر

مستقل ہوا ہو۔ عالم ملکوت میں اپنے مرتبہ پر حضرت جبرئیل کا رہ جانا اور دُوسرے "اللہ معک"
زبان پر لانا کس دلآویز او بلیغ پیرایہ میں آپ کے علو مرتبہ اور تقرب الٰہی پر دلالت کرتا
ہی۔ اللہ معک معمولاً کلمۂ رخصت ہی لیکن اس موقع پر جو قرب ذاتِ باری کا پہلو اُس میں
نکل رہا ہے وہ شانِ بلاغت بلکہ جانِ بلاغت ہی۔ حضرت جبرئیل بارگاہ جلال میں
قدم آگے نہیں بڑھا سکتے اور دُوسرے کہتے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہی۔ یعنی اب خدا کی
ذات اور آپکے سوا اور کوئی نہیں۔ اُردو میں اس موقع پر "اللہ کے سپرد" کہتے ہیں لیکن
اُس میں یہ پہلو نہیں۔ مولنا نظامی کی عربی فقروں کی تضمین کندن میں نگینہ ہی بعض
نمونے اوپر بھی دیکھ آئے ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مقابلہ کی کشمکش دیباچہ کے مضامین (خصوصاً مضامین مذکورۂ بالا) میں ختم
ہوجاتی ہی۔ آگے (داستان لیلیٰ مجنوں کا میدان) اقلیم خسروی ہے ع

شرکت نبرد بہ ملک را ہی

صرف دونوں اُستادوں کا کلام بالمقابل پڑھنے سے فرق عظیم نمایاں ہوجاتا ہے۔
لہذا وجوہ مقابلہ کی تفصیل تحصیل حاصل ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خود مولنا کو اس کا احساس
تھا کہ یہ میدان اُن کے اشہب قلم کے واسطے تنگ ہی۔ چنانچہ سبب تالیف میں اُس موقع پر
فرماتے ہیں جب فرمان شاہی داستان لیلیٰ مجنوں کے نظم کرنے کی بابتہ پہنچا ہی۔ مولنا کو
تامل ہی۔ صاحبزادہ محمد نظامی کو اصرار کہ شاہی فرمایش کی تعمیل ضرور ہو۔

گفتم سخنِ تو ہست بر جائے ۔۔۔ اے آئینہ رشئے و آہنیں سائے

لیکن چہ کنم ہوا دورنگ ست	کاندیشہ فراخ و سینہ تنگ ست
دہلیزِ فسانہ چوں بود تنگ	گردد سخن از شد آمدن لنگ
میدانِ سخن فراخ باید	تا طبع سواری نماید
اسبابِ سخن نشاط و نازست	زیں ہر دو سخن بہانہ سازست
بر شیفتگی و بند و زنجیر	باشد سخنِ برہنہ دلگیر
ایں آیۃ اگرچہ ہست مشہور	تفسیرِ نشاط ہست ازو دور
در مرحلہ کہ رہ ندانم	پیداست کہ نکتہ چند رانم
نے باغ نہ بزمِ شہریاری	نے رود نہ مے نہ کامگاری
بر خشکیِ ریگ و سختیِ کوہ	تا چند رود سخن بانبوہ

دیکھو، امیر خسرو کی روانیِ طبع نے اسی خشک ریگ اور سنگ لاخ پہاڑ پر فصاحت کے دریا بہادیے اور رنگینیِ کلام سے اُن کو رشکِ گلستاں بنا دیا۔ فقد صدق افصح العرب والعجم صلّی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا۔

جمالِ لیلیٰ

مولنا نظامی	امیر خسرو
بود از صدفِ دگر قبیلہ	بود از صفِ آں بتانِ دلخواہ
ناسفتہ دُرِ[1] ہم طویلہ	ماہی کہ زد آفتاب را راہ

---

[1] ضمیر شین راجع بجانب مجنون ۱۲ حسرتؔ

مولانا نظامی	امیر خسرو
آفت نرسیده دخترے خوب	لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش
چوں عقل بہ نامِ نیک منسوب	خالش نقطے ز نقشِ نامش
آراستہ لعبتے چو ماہے	مشعل کشِ آفتاب و انجم
چوں سرو سہی نظارہ گاہے	دیوانہ کنِ پری و مردم
شوخے کہ بہ غمزۂ کمینہ	تاراج گرِ متاعِ جانہا
سفتے نہ یکے ہزار سینہ	بنیاد شگافِ خانمانہا
آہو چشمے کہ ہر زمانے	سلطانِ شکرلبانِ آفاق
کشتے بکرشمۂ جہانے	لشکر شکنِ شکیبِ عشّاق
ماہِ عربی بہ رُخ نمودن	گردن زنِ عافیت فروشاں
ترکِ عجمی بہ دل ربودن	تشویش دہِ صلاح کوشاں
زلفش چو شبے رخش چراغے	سر تا بہ قدم کرشمہ و ناز
یا مشعلۂ بہ چنگِ زاغے	ہم سرکشِ حسن و ہم سرافراز
محبوبہ بیتِ زندگانی	نازے و ہزار فتنہ در دہر
شہ بیتِ قصیدۂ جوانی	چشمے و ہزار کشتہ در شہر
تعویذِ بُتانِ ہمنشیناں	چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش
در خوردِ کنارِ نازنیناں	آہو برہ بہ خواب خرگوش

مولانا نظامی

بر رشتۂ عقدِ زلف و خالش
آمودہ جواہرِ جمالش
گلگونہ ز روئے خویش پرورد
سرمہ ز سوادِ مادر آورد
در ہر دلے از ہواش میلے
گیسوش چو لیل و نام لیلے
شکر شکنی بہر چہ خواہی
شکر شکن از شکر چہ خواہی

امیر خسرو

خنداں چو چمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشم دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں
فرمودہ کلالہ را سواری
دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
او بے خبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بہ دُرفشانی
پروردہ بہ آبِ زندگانی
ہمخوابۂ لالہ گیسوانش
ہمشیرۂ انگبیں دہانش
خورشید غلام زادۂ او
مہ داغِ جبیں نہادۂ او

امیر خسرو

اندر صفتِ آں بتانِ شیریں
چوں زہرہ بہ نور و مہ بہ پرویں

ابتدائے عشق

مولنا نظامی	امیر خسرو
عشق آمد و جام جام درداد	ہر دو بہ نظارہ روئے در روئے
جامے بدو خوشے خام درداد	وارفتہ خیالِ موئے در موئے
مستی بہ نخست بادہ سخت ست	لب ماند ز گفتن و زباں ہم
اُفتادنِ نافتادہ سخت ست	دل گشتہ بہم یکے و جاں ہم
چوں از گلِ مہر بو گرفتند	بیہوشیِ شاں بہ گفتنِ راز
با خود ہمہ روز خو گرفتند	خاموشیِ شاں بہ پردہ آواز
ایں جاں بہ جمالِ او سپردہ	ہر دو بہ غم و گداز ماندہ
دل بُردہ ولیک جاں نبردہ	لب بستہ و دیدہ باز ماندہ
آں بر رُخِ او نظر نہادہ	آں کردہ نظر بہ روئے ایں گرم
دل دادہ و کام دل ندادہ	وافگندہ ز دیدہ برقعِ شرم
عشق آمد و خانہ کرد خالی	ایں تن بہ ہلاک ساز دادہ
برداشتہ تیغ لاابالی	او سینہ بہ تیغِ ناز دادہ

مولنا نظامی	امیر خسرو
غم داد و دل از کنارشان برد	این گفته غم خود از رخ زرد
وز دل شدگی قرارشان برد	او داده جوابش از دم سرد
زان دل که بیکدگر بدادند	این دیده درو به چشم پاکی
در معرض گفتگو فتادند	او نیز ولے به شرمناکی
این پرده دریده شد بهر سوئے	این کام خود از فغان نو دوخت
وان راز شنیده شد بهر کوئے	او سینهٔ خود ز آه خود سوخت
این قصه که محکم آیتے بود	عشق آمد و خون به خون در آمیخت
در هر دهنے حکایتے بود	خونابهٔ دل ز دیده می ریخت
کردند بهم بسے مدارا	اندیشه متاع صبر گم کرد
تا راز نگردد آشکارا	غم بر دل و دیده اشتلم کرد
بند سر نافه گرچه خشک ست	سلطان خرد برون شد از تخت
بوئے خوش او گواه مشک ست	هم خانه بباد داد و هم رخت
بادے که ز عاشقی خبر داشت	طوفان ز تنور سر بر آورد
برقع ز جمال عشق بر داشت	آفاق بموج خون در آورد
کردند شکیب تا بکوشند	افتاد ز فرق عافیت تاج
کان عشق برهنه را بپوشند	خازن شده و خزینه تاراج

امیر خسرو

در وادہ چو بادہ ساقیِ شوق

گم شد دو حریف در یکے ذوق

مستاں ز شراب خانہ جستند

خُم بر سرِ محتسب شکستند

در شہرِ وفا در آمد آں بوئے

ہم خانہ خراب گشتہ ہم کوئے

عاشق منگر کہ داغ پوشد

کو مقنعہ بر چراغ پوشد

دستے کہ کند عبیر سائی

انگشت برو دہد گوائی

بودند بہ زاری آں دو غمخوار

در چنبرِ یکدگر گرفتار

میکرد دو سینہ جوشِ بر جوش

میرفت دو قصّہ گوش در گوش

یاراں کہ بسر کنارہ بودند

دز دیدہ درآں نظارہ بودند

امیر خسرو

بینندہ بنقش مہی ازدور
عاشق بہ حسابِ خویش مستور
رازیکہ ز سینہا بجو شد
آں باز کند گرایں بہو شد
باشد چو خریطہ پر زسوزن
بندی دہنش چہ در زروزن
بر روئے محیط پل تواں بست
نتواں لبِ خلق را زباں بست

مجنوں کی آشفتگی لیلی کی پردہ نشینی کے بعد

مولنا نظامی	امیر خسرو
مجنوں چو ندید روئے لیلی	چوں ماند پریوشِ حصاری
از ہر مژہ کشاد سیلی	در حجرۂ غم بہ سوگواری
میگشت بگرد کوئے و بازار	قیس از ہوسِ جمالِ دلبند
در دیدہ سرشک و در دل آزار	در درسِ ادب ندید یک چند
میگفت سرودہائے کاری	در گوشۂ صحن و کنج دیوار
میخواند چو عاشقاں بزاری	می کرد سرودِ عشق تکرار

مولنا نظامی

هر صبحدمے شدی شتاباں
سرپائے برہنہ دربیاباں

او می شد و می زدند ہر کس
مجنوں مجنوں ز پیش و از پس

کوشید کہ رازِ دل بپوشد
با آتشِ دل کہ باز کوشد

خوں از جگرش بہ دل برآمد
وز دل بگذشت و بر سر آمد

او در غمِ یار و یار ازو دور
دل پر غم و غمگسار ازو دور

چوں شمع بہ ترکِ خواب گفتہ
ناسودہ بہ روز و شب نخفتہ

می کشت بہ درد خویشتن را
می جست دوائے جان و تن را

می کند بریں اُمید جانے
می کوفت سرے بر آستانے

امیر خسرو

آہی بہ جگر فرو دمی خورد
والماس بہ سینہ خورد می کرد

زاں ناوکِ غم کہ بے سپر بود
ہر دم خلد ایش در جگر بود

زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست
می کرد شکیب تا توانست

چوں سیل غمش رسید بر فرق
از پردہ بروں فتاد چوں برق

بیروں شد و کرد پیرہن چاک
وافگندہ بہ تارک از زمیں خاک

گریاں بہ زمیں فتاد از تاب
در خاک مراغہ کرد چوں آب

برداشت زخانہ راہِ صحرا
چوں خضر نمود میلِ خضرا

میرفت چو باد کوہ بر کوہ
خلقے ز پیش دواں بانبوہ

مولٰنا نظامی

او بندهٔ یار و یار دربند
از یکدگراں بہ بوئے خرسند
ہر شب بہ فراق بیت خواناں
چوں باد شدے بکوئے جاناں
در بوسہ زدی و باز گشتے
باز آمدنش دراز گشتے
در وقت شدن ہزار پرداشت
چوں آمد خار بر گذر داشت

امیر خسرو

ہر کس ز لطافتِ جوانیش
می خورد فسوس زندگانیش
اینش ز درونہ پند می داد
وانش بہ جفا گزند می داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست
اینش زد و آں شکستہ او خست
باآں شغبے کہ در گذر بود
دیوانہ ز خویش بے خبر بود
میراند ز آبِ دیدہ رودے
میگفت چو بلبلاں سرودے
می زد ز درونِ جاں دمِ سرد
زاں باد چو ریگ وجد می کرد

مجنوں کے نالہائے نارسا

مولٰنا نظامی

چوں ماندہ شد از عذاب اندوہ
سجادہ فزوں فگند زانبوہ
بنشست و بہ ہائے ہائے بگریست
کاوخ چہ کنم دوائے من چیست

امیر خسرو

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم
ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہم آبیم
نورے نہ و یارِ آفتابیم

مولٰنا نظامی

آوارہ ز خانمان چنانم
کز کوے بہ خانۂ ندانم
نے بر در دیر خود پناہے
نے بر سرِ کوے دوست راہے
قرّابۂ نام و شیشۂ ننگ
اُفتاد و شکست بر سرِ سنگ
ویران نہ چناں شدہ است کارم
کآبادیِ خویش چشم دارم
اے کاش کہ بر من اوفتادے
بادے کہ مرا بہ باد دادے
یا صاعقۂ برآمدے سخت
ہم خانہ بسوختے و ہم رخت
کس نیست کہ آتشے درآرد
دود از تن و جانِ من برآرد
انداز د در دمِ نہنگم
تا باز رہد جہاں ز ننگم

امیر خسرو

چون گل بہ خوشی بہ خندہ کوشیم
ہرچند پلاس ژندہ پوشیم
گر از خزو پرنیاں گدائیم
در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم
خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منّتِ تاج سرفرازیم
بے منّتِ دیدہ عشق بازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم
با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جاسے رو بیم
بر نغمۂ چغد پاسے کوبیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ
مار است کلیدِ آن خزینہ
دل خستہ و گریہ خونِ ناب است
ہاں گر ہوسِ می و کباب است

مولٰنا نظامی

خونریز من خراب وخسته
هست از دیت و قصاص رسته

ای همنفسان مجلس رود
پدرود شوید جمله پدرود

کان شیشهٔ مے که بود درست
افتاده شد آبگینه بشکست

ای بی خبران ز درد آهم
خیزید رها کنید راهم

من سوخته ام مرا مسوزید
بر سوختگاں نمک مریزید

از پاے فتاده ام به تدبیر
اے دوست بیا و دست من گیر

این خسته که دل سپردهٔ تست
زنده به تو به که مردهٔ تست

بنواز به لطف یک سلامم
جاں تازه کنم به یک پیامم

امیر خسرو

یارب چه خوش ست نالهٔ زار
خاصه ز درونهاے افگار

جانم ز فراق بر لب آمد
مے آی دیا برون خرامد

جز نیم دلم نماند حالی
باز آے که خانه گشت خالی

گفتی که صبور شو به دوری
دوری ز تو انگهے صبوری

بنماے رخ چو یاسمینم
بنواز به شربت پسینم

تیغم بزن آشناں بکن پاک
بگذار که بر درت شوم خاک

گنجینهٔ عشق شد وجودم
بے عشق مباد تار و پودم

آسوده مباد جانم آں روز
کز درد غمت نباشدم سوز

مولنا نظامی

زلفِ تو درید هرچه دل دوخت
این جامه دری وراکه آموخت
ای راحتِ جانِ من کجائی
در بردنِ جانِ من چرائی
جرمِ دلِ عذرخواهِ من چیست
جز دوستیت گناهِ من چیست
یک شب ز هزار شب مرا باش
یک رائے صواب گو خطا باش
عشقِ تو ز دل نهادنی نیست
این راز بکس کشادنی نیست
با شیر به تن در آمد این راز
با جان بدر آید از تنم باز
آن را که خبر نه ز آتشِ گرم
گو دست بروزند با آزرم
این گفت و فتاد بر سرِ خاک
نظّارگیان شدند غمناک

امیر خسرو

گیرم خوش و شادمان توان زیست
هیهات که بے تو چون توان زیست
فریاد که جان ز غم زبون شد
وز رخنهٔ دیده دل برون شد
آن تن که خمیده بود بشکست
وان دل که نداشتم شد از دست
سیلابِ بلا بر آمد از فرق
کشتیم چه سود چون شدم غرق
بر سوزِ دلم که رستخیز ست
انگشت منه که شعله تیز ست
هر قطرهٔ خون برین رخِ زرد
پندار که چشمه ایست از درد
از دیده رود چو جوے خونم
شیران نکشند بوئے خونم
از شعلهٔ آه - درد ناکم
پُر آبله بین همه زبانم

امیر خسرو

شادم برخت کہ غم کند کم
پیش چو توئے وآنگہے غم
ورغم رسد از تو نیز شادم
ایں شادی وغم ہمیشہ بادم
مہرِ تو در استخوانِ من باد
دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنوں چو بدیں دمِ دل انگیز
از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بہ خوں درآمد
فریاد ز وحشیاں برآمد

بہار

مولنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا
شد خاک بروئے گل مطرّا
خندید شگوفہ بر درختاں
چوں سکہ بروئے نیکبختاں

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز
بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر مہ گیر
درگوشِ بنفشہ ریخت گوہر

مولنا نظامی

ازلالہ لعل وازگل زرد
گیتی علم دو رنگ برکرد
سیرابی سبزہائے نوخیز
از لولوئے تر زمرد انگیز
لالہ زورق فشاند شنجرف
کافتاد سیاہیش براں حرف
زلفین بنفشہ از درازی
درپائے فتادہ وقت بازی
غنچہ کمر استوار می کرد
پیکاں کشی زخار می کرد
گل یافت ستبرق حریری
شد باد بگوشوارہ گیری
شمشاد بہ جعد شانہ کردن
گلنار بہ ناردانہ کردن
سنبل سر نافہ باز کردہ
گل دست بدو دراز کردہ

امیر خسرو

سرو از علم بلند پایہ
بر فرق سمن فگند سایہ
از شبنم گوہریں شمائل
آراستہ گلوئے گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں
پر شیر شدش زابر پستاں
بید از سر خنجر گہر دار
شد بر سر یاسمن گہر بار
نازک تن لالہ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز
با شاہد وسمہ خجستہ ناماں
گشتند بسر چمن خراماں

مولانا نظامی

نرگس زدماغِ آتشیں تاب
چوں تب زدگان بجستہ از خواب
جوشیدنِ قطرہائے بادہ
خوں از رگِ ارغواں کشادہ

رنگینیٔ کلام و زورِ مضموں آفرینی مولانا نظامی کے یہاں ہی، مصوّریٔ فطرت امیر خسرو کے یہاں۔ اشعار ذیل مقابل پڑہو۔

مولانا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا — شد خاک بروئے گل مطرّا
لالہ زورق فشاند شنجرف — کافتاد سیاہیش براں حرف

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز
نازک تنِ لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیم نوروز

خزاں

مولانا نظامی

شرط است بوقتِ برگ ریزاں
خونابہ شود ز برگ ریزاں

امیر خسرو

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ
بنشست بجائے بلبلاں زاغ

مولانا نظامی

خونے کہ بود درونِ ہر شاخ
بیرون و مد از مشامِ سوراخ
قارورہ ز آب سرد گردد
رُخسارۂ باغ زرد گردد
شاخ آبلۂ ہلاک یابد
زر جوید و لیک خاک یابد
نرگس بہ جنازہ برنہد رخت
شمشاد در افتد از سرِ تخت
سیمائے سمن شکست گیرد
گل نامۂ خوں بدست گیرد
بر فرقِ چمن کلالۂ تاک
پیچیدہ شود چو مارِ ضحّاک
چوں بادِ مخالف آید از دور
اُفتادنِ برگ ہست معذور
کانانکہ زغمرقہ می گریزند
زاندیشۂ باد رخت ریزند

امیر خسرو

رُخسارۂ لالہ پر زچیں شد
آئینۂ آب آہنیں شد
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ
در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شدہ زمینِ گلزار
چوں مجلسِ کرماں ز دینار
ریزاں گل و لالہ شست درشست
مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سُوئے برہنہ گلستانے
چوں راہ فتادہ کاروانے
ز آسیب طپانچہائے صرصر
غلطاں بزمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل
مقراض شدہ بہ پرِّ بلبل
خفتہ عَلَمِ شگوفہ بر خاک
عبّاس شدہ درختِ ضحّاک

مولنا نظامی

چوں سبزۂ چرخ لاجوردی
خیری شود از غبار زردی
نازک جگران باغ رنجور
شیریں نمکان تاک مخمور
انداختہ ہندوئے کدیور
زنگی بچگان تاک را سر
سرہائے بہی ز طرّۂ کاخ
آویختہ ہم بطرّۂ شاخ
نار از جگر کفیدۂ خویش
خونابہ چکاند بر دل ریش
بر پستہ کہ شد دہن دریدہ
عنّاب ز دور لب گزیدہ
نارنج ز روئے زرد روئی
بردہ ز ترنج مشکبوئی
دہقاں ز خُم مے مغانہ
سرمست شدہ بسوئے خانہ

امیر خسرو

شیرازۂ گل گرہ کشادہ
ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے
از خندۂ شکّریں ترش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں
ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں
نرگس کہ بخواب چشم بستہ
از بانگ زغن زخواب جستہ
سوسن ز غبار سینہ پر خار
کآزادہ و باخساں سروکار
رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے
پیمانۂ لالہ بادپیمائے
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں
چوں زلف خمیدۂ عروساں
نسریں بہ لت زمانہ خوردن
وز شاخ بتازیانہ خوردن

امیر خسرو

درہم شدہ جعد سنبل از باد
شانہ طلب از درخت شمشاد

قاصد و پیام

مولنا نظامی

(مجنوں ایک درخت پر کوا بیٹھا ہوا دیکھتا ہے)

بر شاخ نشستہ دید زاغے
چشمے و چہ چشم چوں چراغے
چوں زلفِ بتاں سیاہ و دلبند
با دل چو جگر گرفتہ پیوند
صالح مرغے چو ناقہ خاموش
چوں صالحیاں شدہ سیہ پوش
بر شاخ نشستہ چست و بینا
ہمچوں شبہ میانِ مینا
مجنوں چو مسافرے چناں دید
با او دلِ خویش ہمعناں دید
گفت اے سیہ سپید نامہ
از دست کہ سیاہ جامہ

امیر خسرو

(مجنوں ایک بلبل دیکھتا ہے)

دید از سرِ شاخ بلبلِ مست
در جستنِ صوتِ خویش می جست
دل در غمِ گل بہ خار می سفت
بر یادِ چمن سرود می گفت
مجنوں زنشاط آں فسانہ
چرخے بنمود عاشقانہ
مرغ از سرِ سوز در مقالت
مجنوں بہ بیانِ وجد و حالت
گفت اے ز شرابِ عاشقی مست
با غمزدگاں بہ نالہ ہم دست
سازت کہ نوائے عشق بازیست
مجنوں بہ کشائے عشق بازیست

مولانا نظامی

شبرنگ چرائی ای شب افروز
روزت بچه شد سیه بدین روز
بر آتش غم منم تو جوشی
من سوگ زده سیه تو پوشی
نه سوخته دل نه خام رائی
چون سوختگان سیه چرائی
زنگی بچهٔ کدام سازی
هندوی کدام ترکتازی
روزی که روی به نزد یارم
گوئی که زدست رفت کارم
دریاب که گر تو در نیابی
تا چند شوم بدین خرابی
گفتی که مترس دست گیرم
ترسم که درین هوس بمیرم
بینائی دیده چون بریزد
از دادن توتیا چه خیزد

امیر خسرو

در موسم گل که نو کنی ساز
بس عشق کهن که نو شود باز
من با تو به عشق هم شرابم
زیرا که تو مست و من خرابم
بوئے کشم و کنم خرابی
فریاد ازین تنک شرابی
چون زمزمهٔ وفا سگالی
بهر گل بوفا چه نالی
چندین که بهر چمن گذشتی
درگرد گل و شگوفه گشتی
گر چون گل من به بوستانے
دیدی سمنے و ارغوانے
گوتا به تبرکش ربایم
گه بر دل و گه بدیده سایم
چون سرو من آید اندران باغ
تا در دل لاله نو کند داغ

مولنا نظامی

چوں گرگ برہ زمیش ربود
فریاد شبان کجا کند سود
چوں سیل خراب کرد بنیاد
دیوار چہ کاہ گل چہ پولاد
چوں کشتہ بماند خشک بے بر
خواہ ابر ببار خواہ بگذر
او تیزِ سخن کشادہ گستاخ
وان زاغ پریدہ شاخ در شاخ
او تیزِ سخن دراز کردہ
پرندہ رحیل ساز کردہ
چوں گفت بسے فسانہ با زاغ
بشنید زاغ نہادہ بر دلش داغ
رفت ۱۲
مجنوں چو شبِ چراغ مردہ
افتادہ دو دیدہ زاغ بردہ
میریخت سرشکِ دیدہ تا روز
مانندہ شمعِ خویشتن سوز

امیر خسرو

گوئی ز زبانِ من دعایش
بوسی بہزار عذر پایش
وانگہ بہ عبارتے کہ دانی
ایں قصہ بگوشِ او رسانی
کاے دعوی مہر کردہ با من
وانگہ ز وفا کشیدہ دامن
دور از تو بہ من نماند جز پوست
دوری و نعوذ باللہ از دوست
بے بوئے گل آمدم دریں گشت
ورنہ چہ کم ست خار در دشت
گلزار کہ بے رخِ تو بینم
آں بہ کہ بہ کنجِ غم نشینم
زینساں چمنے چو پرِ طاؤس
افسوس کہ بے تو بینم افسوس
او در سخن از درونہ خویش
بلبل بہ نشاطِ نعرہ خویش

امیر خسرو

پیغام رساں بہ گریہ تر بود
پیغام پذیر بے خبر بود
مجنوں دل از آہ پارہ می کرد
لیلیٰ بہ چمن نظارہ می کرد
مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت
او با گل و لالہ عشق می باخت
چوں دید کہ گفتہ ناصواب ست
قاصد نہ میانجیِ جواب ست
نالید دمے ز بختِ ناشاد
وز سایۂ سرو جست چوں باد

لیلیٰ بسترِ مرگ پر

مولانا نظامی	امیر خسرو
در معرکۂ چنیں خزانے	ناگہ بہ چنیں شگوفہ ریزے
شد زخم رسیدہ گلستانے	اُفتادگے بر ستخیزے
لیلیٰ ز سریرِ سر بلندی	لیلیٰ کہ بہارِ عالمے بود
اُفتاد بچاہِ دردمندی	ز و چشمۂ زندگی نمے بود

مولنا نظامی	امیر خسرو
شد زخم زده بهار و باغش	آتش زده گشت نو بهارش
زد باد طپانچه بر چراغش	وز آب برفته چشمه سارش
آن سر که عصا بهائے زر بست	آن ریش کهن که در جگر داشت
خود را به عصا بهٔ دگر بست	جان برد که سے جان گزر داشت
گشت از تب آن گل قصب پوش	آن دل که شدش به عشق پامال
چون تارِ قصب ضعیف و بیهوش	جان نیز روان شدش به دنبال
شد بدرِ مهیش چون هلالے	آمیخت به سرو نو جوانش
شد سروِ سهیش چون خلالے	بیماریِ جسم ناتوانش
سودائے دلش به سر بر آمد	شعله ز تنش چنان بر آمد
سرسامِ سرش به دل در آمد	کش دود ز استخوان بر آمد
گرمائے تموز ژاله را برد	پهلو به کنارِ بستر آورد
باد آمد و برگ لاله را برد	سرپوشِ اجل بسر در آورد
زان روز که یار از و جدا شد	گشتش تنِ گوهرین سفالین
سروش ز گداختن گیا شد	وز بسترِ رنج ساخت بالین
زان پیشتر ارچه مهربان بود	چشمے که همے به خواب در گشت
آن مهر یکے به صد بیفزود	در بندِ غنودنِ دگر گشت

مولٰنا نظامی

چوں عاشقِ خویش را بہ صد بند
دل سوختہ دید و آرزومند
بر خاطرِ او فراق رہ کرد
سودائے در او یکے بدہ کرد
تا کار بداں رسید کز کار
یکبار فتاد و گشت بیمار
لرزہ بشکست پیکرش را
تبخالہ گزید شکّرش را
بالیں طلبید زاد سروش
وز سرو فتادہ شد تدروش
اُفتاد چنانکہ دانہ از کشت
سر بندِ قصب بہ رُخ فرو ہشت
ایں گفت و بگریہ دیدہ تر کرد
آہنگِ ولایتِ دگر کرد
چوں رازِ نہفتہ بر زباں راند
جاناں طلبید و رفت و جاں داد

امیر خسرو

در آتشِ تب فتادہ نعلش
یاقوتِ کبود گشتہ لعلش
گلگونش خوے تب رواں بہ تعجیل
ہم وسمہ ز روئے شستہ ہم نیل
گیسو ز شکنجِ ناز ماندش
نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش
واُفتاد بہ زردی آفتابش
تب لرزہ بسوخت روئے چوں باغ
تبخالہ نہاد بر لبش داغ
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار
یک جاں بدو غم شدہ گرفتار
گفت ایں سخن و ز حال در گشت
وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش کہ میانِ موجِ خوں رفت
مجنوں گویاں ز تن بروں رفت

امیر خسرو، ملّا مکتبی شیرازی، ملّا ہاتفی ھروی

میں نے ملّا مکتبی شیرازی اور ملّا ہاتفی ہروی کی لیلیٰ مجنوں کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ ملّا مکتبی شیرازی کی لیلیٰ مجنوں کی والۂ داغستانی نے اپنے تذکرہ میں خصوصیت سے تعریف کی ہے۔ ملّا ہاتفی ہروی مثنوی گویوں میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں اور مولنا جامی کے بعد اُن کا شمار ہے۔ تاہم ان دونوں کی مثنوی لیلیٰ مجنوں امیر خسرو کی مجنوں لیلیٰ سے باعتبارِ خوبیِ مضامین اور لطفِ کلام کے پست ہیں۔ دو ایک مقام کے کلام بالمقابل لکھتے ہیں۔ اہلِ ذوق خود اندازہ فرمالیں گے۔

حمد

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
اے دادہ بدل خزینۂ راز	اے براحدیّت ز آغاز	ایں نامہ کہ خامہ کرد ایجاد
عقل از تو شدہ خزینہ پرداز	خلقِ ازل وابد ہم آواز	توقیعِ قبول روز یش باد
اے دیدہ کشائے دُور بیناں	اے سایہ مثال گاہِ بینش	طغرائش بنامِ پادشاہے
سرمایہ دہِ تہی نشیناں	درحکمِ وجودت آفرینش	کوراست چو عرش بارگاہے
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	اے کالبد آفرینِ جانہا	بینا کنِ چشمِ اہلِ بینش
نامِ تو گرہ کشائے ہر کار	گوہر کشِ رشتۂ زبانہا	فیّاضِ وجودِ آفرینش
اے بیش ز دانشِ خردمند	اے ظرفِ نُہ آسمانِ عالی	نقّاشِ نگارخانۂ غیب
فرمانِ تو نطق راز باں بند	در بحرِ تو چوں حباب خالی	منشیِ صحیفہائے لاریب

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
اے بندہ نواز بندگی دوست	اے طائرِ عقلِ عرش پرواز	زینت گرِ آسماں بانجم
زانِ تو جہان ز مغز تا پوست	بے یادِ خوشِ تو ناخوش آواز	تشریف دہِ زمیں بآدم
اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش	اے مبدعِ آفریدگاری	لطفش زمہ خجستہ عید
در معرفتِ تو عقل بیہوش	سرمایہ دہِ بزرگواری	خلخال بہ ساقِ عرش بخشید
اے حکمتِ تو بامرِ مطلق	اے قطرۂ ابر و ذرّہ ریج	برکوہۂ فیلِ چرخ خود رائے
عالم ز دو حرف کردہ مشتق	در حلقۂ طاعتت بہ تسبیح	او دادہ بہ ہندوئے زحل جائے
اے جلوہ گرِ بہارِ خنداں	اے برتر از آنکہ دیدہ جوید	داد از پئے ضبطِ فیلِ مستش
بینا کنِ چشمِ ہوشمنداں	یا نطقِ زباں بریدہ گوید	از قوسِ قزح کجک بدستش
اے کردہ ز گنج خانۂ راز	اے بحرِ تو پیش ازاں مقعّر	او دادہ ز تارہائے خورشید
بر آدمیاں درِ سخن باز	کانجا بتواں فگند لنگر	ابریشمِ چنگ و عودِ ناہید
اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی	در بحرِ تو گوہریست نایاب	برجیس کہ دید دولتِ دیں
از نیست پدید کردہ ہستی	زیرا کہ کسش ندیدہ پایاب	سبحہ دہدش ز عقدِ پرویں
اے بازکنِ درِ معانی	از بحرِ تو یک حباب بشکست	شد قوسِ فلک کمانِ بہرام
برپا بہ کلیدِ آسمانی	ایں دائرہ ہائے آبگوں بست	لشکر کشیش چو کرد انعام
اے جان بہ جسد فگندۂ تو	یعنی فلک ارچہ دیرپا ہست	او دادہ بآفتاب شاہی
ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو	با بودِ تو چوں خطے برآبست	وز خیلِ کواکبش سپاہی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے چار بساط و ہفت پردہ
بر ہفت عروس عقد کردہ
اے نوردہِ چراغِ عالم
مردم کنِ آدمی و آدم

ملا مکتبی شیرازی

عقل از کرمت بہ نکتہ دانی
دریائے گہر کفِ معانی
ہستیِ تو بحرِ بیکرانست
واں در ہمہ قطرہ عیانست
حرفے کہ زماہ تا بماہی ست
بر ذاتِ تو محضرِ گواہی ست

ملا ہاتفی ہروی

او کردہ بنا سراچہ تن
بکشادہ درونِ دیدہ روزن
بستہ بہ کمالِ قدرت از موے
بر منظرِ دیدہ طاقِ ابروے
او ساختہ ایں ہمہ عجائب
او کردہ بنائے ایں غرائب

نعت

شاہِ رسل و شفیعِ مرسل
خورشیدِ پسین و نورِ اوّل
ہم نوردہِ چراغِ بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش
شاہنشہِ تختِ آسمانی
خوانندہ تختہ نہانی
سلطانِ ممالکِ رسالت
طغرائے صحیفہ جلالت
مجو بہ کشائے پردہ غیب
گنجورِ خزینہائے لاریب

شاہنشہِ انبیا محمدؐ
ماہ افسر آفتاب مسند
عنوانِ صحیفہ الٰہی
سرخیلِ سپیدی و سیاہی
آں مجملِ آخریں مفصّل
خورشیدِ پسین و صبحِ اوّل
آں سایہ رحمتِ الٰہی
فیروزہ نگینِ مہرِ شاہی
زاں از ہمہ سایہ اش نہاں بود
کش سایہ بروں ازاں جہاں بود

آں دُرِّ یتیم بحرِ سرمد
سرخیلِ پیمبراں محمدؐ
ای خاتمِ انبیائے مرسل
شد فتوئے دیں ز تو مسجّل
اے قاضیِ شرع و فتوئ دیں
توقیعِ تو خاتم النبیّین
اے چشم و چراغِ اہلِ بینش
مقصود توئی ز آفرینش
قایم بہ طفیلِ تست عالم
وز نورِ تو شد مکرم آدم

امیر خسرو

پروانہ رسانِ ظلمت و نور
وز نور و دخاں نوشتہ منشور
سرکوبِ مخالفان ابتر
تن پوشِ برہنگانِ محشر
گنجینۂ کیمیائے عالم
پیش از ہمہ پیشوائے عالم
در کتبِ کاف و نون شب و روز
زو جملہ رسل دو حرف آموز
یٰسین ز دہانش در فتادہ
طاہاش وان یکاد خواندہ
نون والقلمش ز حق تعالیٰ
چترے ز برِ ستونِ والا
مہ میم شود بہ چرخ نون سا ہم
یعنی کہ ز جسمِ حسنِ او نم
کلک از صفتش زبان بریدہ
نہ بحر ز کلکِ او چکیدہ

ملا مکتبی شیرازی

زاں مُہرِ ازل کہ بر نگیں داشت
اقبالِ ابد در آستیں داشت
عقل از کلماتِ اوست محظوظ
دل عرش و زبانش لوحِ محفوظ
او پیش قدم تر از جہاں بود
زاں پیشترِ و جہانیاں بود
آدم کہ شدہ ست لوحِ تصویر
زاں صورتِ خوب شد جہانگیر
سجادۂ شرعِ او کہ بکشود
در کشتیِ نوح بادباں بود
تا مسِّ خلیل از و زر آمد
ز آتشکدہ سرخ رو بر آمد
ہر ریگ ز رہگذارِ آں نور
ہاروں و کلیم را شدہ طور
ہر ذرہ ز خاکِ راہِ آں تاج
ادریس و مسیح را ست معراج

ملا ہاتفی ہروی

چوں روزیِ آدمی نمک شد
شائستہ بہ سجدۂ ملک شد
شاہِ قرشی و ہاشمی خیل
زلفین تو شد دو لامِ واللیل
آمد حرمت حریمِ بطحا
فرّاش درت دمِ مسیحا
ہم خادم خوانِ تو خلیلے
ہر مرغِ مدینہ جبرئیلے
بر درگہت اے رسول یثرب
موسیٰ بہ عصائے خویش حاجب
خضر آمدہ نیز سوئے ایں در
کز خاکِ درت لبے کند تر
باغِ ارم از نسیمِ کویت
خوشبوئے بنفشہ زارِ مویت
از بوئے خوشِ نسیمِ آں کوئے
روحِ قدس ست خاصیت جوئے

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
نامش بہ سریرِ پادشاہی	گر سدِّ شریعتش نہ بودے	خورشید زہے سرِ درّۂ تاج
توقیعِ سپیدی و سیاہی	طوفانِ بلا جہاں ربودے	با مُہرۂ سبحۂ تو محتاج
جاروب زنانِ بارگاہش	در غنچۂ لب نہ برکشادے	گردیدہ ستونِ دیں عصایت
از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش	از باغِ جہاں کہ در کشادے	شد پردہ سرائے حق نوایت

دیکھو انبیا علیہم السلام کا ذکر جس پیرایۂ بیان میں مکتبی و ہاتفی کے کلام میں ہے اُس کا شائبہ بھی امیر خسرو کے کلام میں نہ پاؤ گے۔

لیلی

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
بود از صفِ آں بتانِ دلخواہ	زاں جملہ یکے عروس زیبا	بس نادرہ دخترے لطیفے
ماہی کہ زد آفتاب را راہ	چوں صورتِ چیں میانِ دیبا	خلوتگہِ اُنس را حریفے
لیلی نامے کہ مہ غلامش	از جلوۂ سروِ او برفتار	دریائے حیا و کانِ آزرم
خالش نقطے ز حرفِ نامش	صد خانۂ مُرغِ دل گرفتار	گویا کہ سرشتہ اندش از شرم
مشعل کشِ آفتاب و انجم	رویش کہ بہشت را بقا بود	خورشید ندید سایہ اش را
دیوانہ کنِ پری و مردم	حورانِ بہشت را لقا بود	مہ نیز نیافت پایہ اش را
تاراج گرِ متاعِ جانہا	در تنگ ز انگبیں دہانش	دایم گلِ عارضش ز پاکی
بنیاد شگافِ خانمانہا	در گرد ز سُرمہ آہوانش	در زیرِ عرق ز شرمناکی

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
سلطانِ شکرلبانِ آفاق	چشمش بہ ستارہ راہ مے زد	مینو ر دہش ز روئے خور آب
لشکرشکنِ شکیبِ عشّاق	مژگانش سناں بماہ مے زد	زو پنجۂ آفتاب در تاب
گردن زنِ عافیت فروشاں	مژگاں بہ دلِ خراب کردہ	لیلی نامے سمن عذارے
تشویش دہِ صلاح کوشاں	برآتشِ رخ کباب کردہ	غنچہ دہنے سخن گزارے
سرتابقدم کرشمہ و ناز	مہ غالیہ دانِ دایۂ او	با روئے گل و چو موئے سنبل
ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز	خورشید ندیدہ سایۂ او	خنداں چمنے ز سنبل و گل
تا زے و ہزار فتنہ در دہر	لعلش عسلِ نخورد کس داشت	شیریں حرکات عشوہ انگیز
چشمے و ہزار کشتہ در شہر	کز مردمِ دیدہ ہا مگس داشت	در خندۂ شکّریں شکر ریز
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش	وز مو چو فلک خمے فگندہ	چشمے و ہزار ناز با او
آہو برہ بخوابِ خرگوش	برگردنِ عالمے فگندہ	صد گونہ کرشمہ اش در ابرو
خنداں چو سمن بہ تازہ روئی	از نازکیِ کمر کہ او داشت	از شکّرِ لب شکرستانے
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی	گفتی کہ بہ دل خیالِ مو داشت	وز سنبلِ زلف بوستانے
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ	زابرو و مژہ کمیں کشادہ	بادامِ دو چشمِ آں سمن بر
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ	صد تیر بہ یک کماں نہادہ	مے بود نہالِ تازہ را بر
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں	باغے نشگفتہ گل نبش وام	آں ہر دو ہلالِ ابروان نام
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں	ماہے نشکستہ لیلیش نام	از وسمہ دو برگِ سبزِ بادام

ملا ہاتفی ہروی	امیر خسرو
ہر ناخنِ آں نگارِ رعنا	فرمودہ کُلالہ را سواری
چوں برگ شقائقے بہ حنا	دادہ مژہ را سلاح داری
رُخسارۂ دلفریش آبے	افگندہ بہ دوش زلف چو شست
گوئی زتنش ازاں حبابے	اوبے خبر و نظارگی مست
زاں پائے کہ در نگار بستہ	معجونِ لبش بہ دُر فشانی
سرویست زلالہ زار رُستہ	پروردہ بہ آبِ زندگانی

ختمِ کلام | اس مقدمہ کے دورانِ تحریر میں دو نسخے مجنوں لیلی کے اور ملے (ایک کلکتہ کا مطبوعہ ۱۸۳۲ء دوسرا قلمی) ان دونوں نسخوں سے بھی صحت کی گئی ۔ اس طرح اب ہمارا یہ نسخہ ایک نسخے سے نقل اور دو نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے ۔ مسودہ اور اس کی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح میں تا بحد امکان بشری پوری کوشش کی گئی ہے ۔ باقی العلم عند اللہ وما توفیقی الا بہ ۔

محمد حبیب الرحمن خاں شروانی حسرت

حبیب گنج ضلع علیگڈھ:
۳ ر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

نوٹ: مقدمہ کے صفحہ ۱۲ پر چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ میں بجائے "تاباں" کے "تاماں" اور متن کے صفحہ ۹۸ پر چودھویں شعر کے دوسرے مصرعہ میں بجائے "سوخت" کے "دوخت" پڑھنا چاہیئے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این قصّہ کہ از احسن القصص[51] نمونہ ایست بنام[52] مجنون ولیلیٰ در آن[53] کردہ شد وثنای باری تعویذِ صحتش ساختہ آمد تا بیمارانِ دل را مدام از خواندن آن صلاح قلب حاصل شود انشاء اللہ تعالیٰ واہب الصحۃ

ای دادہ بدل خزینۂ راز — عقل از تو شدہ خزینہ پرداز[53]
اے دیدہ کشائے دُور بیناں — سرمایہ دہِ تہی نشیناں[54]
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار — نامِ تو گرہ کشائے ہر کار
اے بیش زدانشِ خرد مند — فرمانِ تو نطق را زبان بند
اے بندہ نواز بندگی دوست — زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
اے سِرّ تو بستہ وہم را گوش — در معرفتِ تو عقل بے ہوش

[51] اے قصہ حضرت یوسف علیہ السّلام ۱۲ حسرت [52] نام نہادہ شد ۱۲ حسرت [53] صرف کندہ و آرایندہ ۱۲ [54] تہی دستاں ۱۲ حسرت

اے حکمت تو بامر مطلق — عالم ز دو حرف[۱] کردہ مشتق

اے جلوہ گر بہار خنداں — بینا کن چشم ہوشمنداں

اے کردہ ز گنج خانۂ راز — بر آدمیاں در سخن باز

اے قدرت تو بچیرہ دستی — از نیست پدید کردہ ہستی

اے بازکن در معانی — بر ما بکلید آسمانی

اے جان بسجدہ فگندۂ تو — ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

اے صانع جسم خالق روح — مرہم نہ سینہاے مجروح

اے چار بساط[۲] و ہفت پردہ — بر ہفت عروس[۳] عقد کردہ

اے نوردہ چراغ عالم — مردم[۴] کن آدمی و آدم

عالم ز تو شد بہ حکمت آباد — حکمت ز تو یافت آدمی زاد

ہست از تو شدہ جہان فانی — در نیست کنیش ہم تو دانی

در کار تو آسمان زبونے — در کلک تو کون کاف و نونے

کونین کہ از صفت ہبروست — بالا و فروش کاف و نون است

تقدیر تو چرخ بر زمین کرد — جز تو کہ تواند اینچنیں کرد

بودی تو نہ چرخ و نے زمین بود — جز تو کہ تواند اینچنیں بود

دعوی گری سپہر تو ہیچ — در حکم قضائے تو ہیچ

---

۱ کن فیکون ۱۲ حسرت ۲ چار بساط از چہار عناصر ہفت پردہ ہفت افلاک ۳ ہفت عروس سبعۂ سیارہ ۱۲ حشم ۴ بامروت ۱۲ حشم ۵ مراد از کن ۱۲ حسرت

کرده قلمِ تو حرف رانی — بر تختهٔ مرگ و زندگانی

حرفِ تو بنامهٔ الٰهی — بیرون ز سپیدی و سیاهی

اندیشه بهر بلندی و پست — بگذشت و بدامنت نزد دست — ق

گر دست منت رسد بدامن — پس فرق چه باشد از تو تا من

هر چه از تو گمان برم بچونی — آن من بود و تو زان برونی

با حکمِ تو گاهِ کارسازی — منصوبهٔ عقل جمله بازی

زین عقل ترا شناخت نتوان — زان پیش جنیبه[1] تافت نتوان

زینسان که کمند ماست کوتاه — بر کنگرِ تو کرا بود راه

پس در رهِ تو به تیزهوشی — بیهوده بود سخن فروشی

آن به که زنیم سر خرد را — اقرار کنیم عجزِ خود را

با تو نه سخن رفیع سازیم — نادانیِ خود شفیع سازیم

داننده توئی بهر که راز است — سازنده توئی بهر چه ساز است

از بودنی آنچه بود دارد — از تو رقمِ وجود دارد

وان چه عدمست نامش آن نیز — از حکمتِ تست مانده ناچیز

بودِ همه گشته از تو موجود — حکمِ تو روان به بود و نابود

چون حکمِ تو گردد آشکارا — کس را بچرا و چون چه یارا

[1] جنیبه اسپ ۱۲ ش

باریکیِ حکمت کہ داند — کز کُن مکُنِ تو نکتہ راند

ہر ذرّہ کہ از ہواش تابیست — از صنع تو در وے آفتابیست

از امرِ تو شد کفایت اندوز — منشورِ شب و جریدۂ روز

وز تربیتِ تو یافت ایّام — پیرایۂ صبح و زیورِ شام

از صنع تو گشت گوہریں چہر — یاقوتِ مہ و زبرجدِ مہر

کردی بازل تمام کاری — کز ہیچ کست نہ بود یاری

عاجز نۂ از اساسِ ہر ساز — تا یار طلب کنی و انباز

شرکت نبرد بہ ملک راہے — خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے

قادر توئی آں دگر کہ باشد — منعم توئی آں دگر چہ باشد

جز تو کہ نہد بہ جیبِ اُمّید — دریوزۂ[1] مفلسانِ جاوید

کارے کہ خرد صلاحِ آں جست — موقوف بکار سازیِ تست

قفلِ ہمہ را کلید بر تو — پنہانِ ہمہ پدید بر تو

لطفِ تو انیسِ مستمنداں — قہرِ تو ہلاکِ زورمنداں

گر لطف کنی وگر کنی قہر — در ہر دو بود ز رحمت بہر

اے خاک برآں سرے کز اخلاص — بر خاکِ عبادتت نشد خاص

ہموارہ درِ تو جائے من باد — توفیقِ تو رہنمائے من باد

[1] دریوزہ بھیک ۱۲ حسرت

مُناجات بدرگاہِ الٰہی

اے عذر پذیرِ عذر خواہاں — عفوِ تو شفیع بر گناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست — در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں را کہ تو افگنی بہ زیست — برداشتنش بہ بازوئے کیست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست — افگندۂ خویش را دہد دست
دستے[1] کہ فتاد نفسِ خود رائے — در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم — از دست رہا مکن کہ مستم
ق ہر چند تنِ گناہ پرورد — در حضرتِ قرب نیست درخورد
با ایں ہمہ گر پذیری ایں خاک — نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
نزدیکِ خودم بخواں بداں نور — کز خود ابدا لابد شوم دور
از یادِ خودم کن آں چناں شاد — کز ہستیِ خود نیایدم یاد
جائیم رساں کز اوج اخلاص — دیوم[2] بفرشتگی شود خاص
در گلشنِ قدس کن نہالم — بگذار بہ گلخنِ وبالم
گنجم کہ تو کردۂ نثارش — ہم تو بہ کرم نگاہدارش
در گرچہ دریں خزانہ کم نیست — چوں بدرقہ عونِ تست غم نیست

[1] یعنی بدستے ۱۲ حسرت
[2] یعنی نفس امّارۂ من فرشتہ گردد ۱۲ حسرت

اینچہ دادہ نگاہدار با من [1] — تا دادہ نثار کن بدامن

آن بخشش کہ از تو ام دہد یاد [2] — آن دہ کہ براہِ تو توان داد

گر ترکنی از نمے دہانم — بکشائے بشکرِ آن زبانم

شکرِ تو بہر کہ کامِ توزیست [3] — مفتاحِ خزینہائے روزیست

تا جاں بودم امیدوارم — کز شکرِ تو دل تہی ندارم

خواہم بستایشِ تو بودن — من خود چہ توانمت ستودن

ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم — در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم

تا گوید ذکرِ تو بہ تمییز — تنہا نہ زباں کہ جان و دل نیز

بہ گر ندہی بہیچ سانم — آن جاں کہ بخویش زندہ مانم

جانیم دہ از خزینۂ بیش — کِم زندہ بتو کند نہ از خویش

آن چشم دہم [4] کہ بیش بیند — عفوِ تو و جرمِ خویش بیند

آن پردہ کشا کہ بار یابم — در پردہ صلاحِ کار یابم

توفیق دہم ولے بکارے — کز فضلِ تو باشدش شمارے

دلشاد کن از امید خویشم — نومید بروں مراں ز پیشم

پیداست کہ نیست از ہمہ ہست — نقدیم بجز امید بر دست

افلاس ببین و از سرِ جود — بکشائے خزینہائے مقصود

---

۱ ہرچہ مرا دادہ حفاظت آن کن و آنچہ ندادہ مرا عطا کن ۱۲ ش ۲ تفسیر آیہ لَئِن شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ است ۱۲ ش ۳ توزیدن اندوختن و جمع کردن (برہان) ۱۲ حسرت ۴ آن چشم دہ مرا ۱۲ حسرت

گیرم کہ نیم بلطف درخور — آخر نہ کہ بندہ ام بریں در

گر رحمت تست بر نکو[1] نیست — رحمت کن بندگانِ بد کیست

چوں زانِ توئیم پاک و ناپاک — ہم تو بکرم نگر درین خاک

آخر نہ گلم سرشتۂ تست — نیک و بدِ من نوشتۂ تست

چوں من رقمِ از تو می پذیرم — گر نامہ سیہ بود نگیرم[2]

جرمم منگر کہ چارہ سازی — طاعت مطلب کہ بے نیازی

گر فضلِ تو رحمتے نہ ریزد — از طاعتِ چوں منے چہ خیزد

فردا کہ ز بندہ راز پرسی — ناکردہ و کردہ باز پرسی

چوں میدانی بکار ستم — شرمندہ مکن بباز جستم

از رحمتِ خویش کن کرم باز — بے آنکہ ز کردہ پرسیم باز

در صدر نعیم دہ نشستم — منشور نجات نہ بدستم

عفوِ تو کہ مشعلیست پر نور — از ظلمتِ راہ من بکن دور

روشن کن ازاں نمط رہم را — کاری بسحر شبانگہم را

خاکِ تنِ من درین شب داج[3] — از طاعتِ خود رسان بمعراج

زانگونہ بخویش دہ پناہم — کز فضل تو خواہم آنچہ خواہم

زینساں کہ اُمید وارم از تو — خواہش بجز این ندارم از تو

[1] نکو نیست آنکہ زندگی او نیک نیست ۱۲ حسرت [2] ای مواخذہ مفرما ۱۲ حسرت

[3] یعنی تاریک ۱۲ [illegible]

کاندم که دمم ز تن بر آید — با نامِ تو جانِ من بر آید
در حجلهٔ قدس بخش جایم — تا با تو بجانبِ تو آیم
آن راه نما بمن نهانی — کاندر تو رسم[1] دگر تو دانی
در قربتِ حضرتِ مقدس — پیغمبرِ پاک رهبرم بس

نعت خاتم انبیا که لوح محفوظ نگین[2] رزین اوست و کلام الله نقش مُبین او زین الله خواتم امورنا بایاده

شاهِ رسل و شفیعِ مرسل — خورشیدِ پسین و نورِ اوّل
هم نور دهِ چراغِ بینش — هم چشم و چراغِ آفرینش
شاهنشهِ تختِ آسمانی — خوانندهٔ تختهٔ نهانی[3]
سلطانِ ممالکِ رسالت — طغرای صحیفهٔ جلالت
محجوبه کشای پردهٔ غیب — گنجورِ خزینه های لاریب
پروانه رسانِ ظلمت و نور — وز نور و دخان[4] نوشته منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر — تن پوشِ برهنگانِ محشر
گنجینهٔ کیمیای عالم — پیش از همه پیشوای عالم
در مکتبِ کاف و نون شب و روز — زو جمله رسل و حرف آموز

[1] فنای فی الله ۱۲ حسرت
[2] نقش درست ضد نقش واژگون، چرا که نقش نگین منقلب می باشد و این عجیب است ۱۲ ش
[3] تختهٔ نهانی لوح محفوظ ۱۲ ش
[4] نور و دخان نام سورتهای قرآن ۱۲ ش

یٰسش[1] ز دهانش دُر فشانده ‌ ‌ طٰهٰش وَاِن یکاد[2] خوانده

نون و القلمش ز حق تعالیٰ ‌ ‌ چتری ز برِ ستونِ والا

مه میم شود بچرخ نون هم ‌ ‌ یعنی که ز جیمِ حُسنِ او کم

کلک از صفتش زبان بریده ‌ ‌ نه بحر ز کلکِ او چکیده

نامش بسرِ پادشاهی ‌ ‌ توقیع سپیدی و سیاهی

جاروب زنانِ بارگاهش ‌ ‌ از پرِ فرشته رُفته راهش

شمشیرِ سیاستش سرانداز ‌ ‌ شمشیر زبانش گوهرانداز

شرعش بدو کون باز خورده ‌ ‌ هردو بدو تیغ ضبط کرده

لشکر کشِ[3] آسمان غلامش ‌ ‌ تعویذِ کلاه کرد نامش

خورشید به نیلگون عماری ‌ ‌ دربانِ درش به پرده داری

ذیلِ کفشش ز فتنه ها دُور ‌ ‌ خاکِ قدمش بدیده ها نور

بسته کمر آسمان بکارش ‌ ‌ انجم همه چاؤشانِ[4] بارش

بر کنگره کشیده فتراک ‌ ‌ کانجا نرسد کمندِ ادراک

ـ۱ اتباع رسم قرآنی کرده شده تلفظ یاسین و طاها باشد ۱۲ حسرت ـ۲ مراد از آیه وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارهم لما سمعوا الذکر و یقولون انه لمجنون (سورهٔ قلم) که برائے دفع نظر بد می خوانند ۱۲ حسرت

ـ۳ مراد از ستارهٔ مرّیخ که جلّاد فلک ہست ۱۲ حسرت

ـ۴ چاؤشاں بار نقیبان دربار ۱۲ آسش

در طیرانِ سیمرغِ قاف قران سوئی سوادِ مازاغ با طاؤسِ[1] سدره یُمدّ ظلّها علینا

فرخنده شبے که آں جہانگیر	از نطع[2] زمیں شد آسماں گیر
طیّاره[3] ز حجره بر فلک تاخت	زیں نہ[4] سوئے آں نُہ دگر تاخت
برخاست ز خوابگاهِ ایں دیر	در مرقدِ چرخ شد سبک سیر
از سدره رسید مُرغ والا	خواندش بنوید حق تعالیٰ
آورد جنیبهٔ فلک گام	فردوس نورد و فرقد آشام
داد از نمطِ جنیبه[5] داری	شد را بجنیبه شہسواری
آں شاه سوارِ آسماں گرد	آہنگ بگشتِ آسماں کرد
اوّل ز سرائے اُمِّ ہانی	شد محرمِ کعبهٔ یمانی
پس رو از ابروئے مقوّس	محراب بقبلهٔ مقدّس
در قبله شد و بقعده بنشست	تحریمه بقبله[6] سما بست
برداشت ازیں حذر به محمل	در منزلِ ماه کرده منزل
زانجا بطریقِ تاجداری	بنشست بدوّمیں عماری
زانجا بسر بلندیِ بخت	شد تخت نشینِ سوئمیں تخت

[1] طاؤس سدره جبریل علیه السلام ۱۲ ش [2] نطع بستر ۱۲ حسرت [3] کنایه از اسپ تیز رو (غیاث) ۱۲ حسرت
[4] یعنی جهاتِ شش گانه و موالیدِ ثلاثه، نُہ دگر نه افلاک ۱۲ حسرت [5] جنیبه داری سائیسی ۱۲ حسرت
[6] بیت معمور ۱۲ حسرت

زانجا کہ رسید بر چہارم — شد خواجۂ آں خجستہ طارم

زانجا چو زبر کشید رایت — شد والی پنجمیں ولایت

زانجا چو بلند بار گہ گشت — شہباز ششم شکار گہ گشت

زانجا چو نمود بیشتر جہد — شد مہدی خاصِ ہفتمیں مہد

زانجا چو شد آں طرف روانہ — شد خازنِ ہشتمیں خزانہ

زانجا چو پرید بر نہم بام — آزاد شد از شکنج نہ دام

بازارِ جہت گزاشت بر جائے — بنہاد بقطعِ[1] بے جہت پائے

سر زاں سوئے کائنات بر کرد — ملکِ ازل و ابد نظر کرد

بست از دو دوال بند نعلین — شہباز غرض[2] نقاب قوسین

دید آنچہ[3] عبارتش نسنجد — در حوصلۂ خرد نگنجد

دیدار خدائے دید بے غیب[4] — گفتار ز حق شنید بے ریب

زاں گفت و شنید بے کم و کاست — ہم گفتن و ہم شنیدنش راست[5]

کرد از کفِ غیب شربتے نوش — کز ہستیِ خود شدش فراموش

ایزد بکمالِ مہربانی — دادش بکمال مہربانی

بنواخت بعزت سلامش — بسپرد ودیعت کلامش[6]

---

[1] قطع بے جہت یعنی ملا اعلیٰ ۱۲ حسرت [2] یعنی از دو تسمہائے پاپوش خود شہباز غرض اور قاب قوسین بست ۱۲ ش

[3] آنچہ معائنہ کرد اور اعبارت نتواں سنجید ۱۲ ش [4] عیاں ۱۲ حسرت [5] یعنی صحیح و درست ۱۲ ش

[6] کلام کتاب اللہ و سلام السلام علیک ایہا النبی کہ در تشہد میخوانند ۱۲ ش

مقصود دو کون تربتش ریخت — گنج دو جہاں بدامنش ریخت

با بخششِ پاک بندۂ پاک — آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرت خداوند — منشور نجات عاصی چند

پس او بہر خجستہ یارے[۱] — ز آوردۂ خویش یادگارے

یاران کہ ستودہ حال بودند — منعم ہمہ زان نوال بودند

بودند ہمہ ز سینۂ پُر — جوئے ہم ازان محیطِ پُر دُر

بوبکرؓ بغار ہم قدم بود — فاروق بعدل محتشم بود

وان حرف کشِ[۲] جریدہ پرداز[۳] — با خازنِ علم بود ہمراز

ہر چار چو ہشت باغ بودند — پروانۂ یک چراغ بودند

زین چار ستون فرخ آرام — چون دینِ ہرا بلند شد نام

امید کہ این خجستہ بنیاد — تا روزِ ابد بماند آباد

جانم کہ چنین حصار دارد — بیگانہ درو چہ کار دارد

یارب کہ سرش بر آسمان باد — وز رخنۂ دیو در امان باد

خسرو ز چنین اساسِ محکم — چون معتکفانِ کعبہ بی غم

[۱] صحابی ۱۲ حسرت [۲] حرف کش محرر و نویسندہ (دبیر عجم) ۱۲ حسرت

[۳] آرایندہ و جامع قرآن یعنی حضرت عثمان ابن عفان. خازن علم باب العلم حضرت علی یعنی عثمان و علی باہم موافق وہمراز بودند ۱۲ ش

مدح شیخ الطریقه نظام الحق والحقیقه محمدی که عیسی آخر الزمانش فرستادند تا دمِ جان بخشِ اسلامِ محمدی را از سر زنده گردانید و عمرِ جاوید بخشید متع الله المسلمین بطول بقائه

چون گوهرِ مدحِ خواجه سفتم — از غیب شنیدم آنچه گفتم

اکنون قدرے ز دُرِ معانی — ریزم بسرِ جنیدِ ثانی

قطبِ زمن و پناهِ ایمان — سر جملهٔ جملهٔ کریمان

در شرع نظامِ دینِ احمد — یعنی که نظامِ دینِ محمد

در حجرهٔ فقر بادشاهے — در عالمِ دل جهان پناهے

بر خاک ز رحمت آسمانے — بر چرخ ز دولت آستانے

بر مه زگلیم برده رایت — سلطانِ ممالکِ ولایت

شاهنشهِ بے سریر و بے تاج — شاهانش بخاکِ پائے محتاج

در پردهٔ غیب محرمِ راز — وز راز سپهر کیسه پرداز

در عالمِ وحدت ایستاده — بر هر دو جهان قدم نهاده

از خواجگی آستین کشیده — در پایهٔ بندگی رسیده

۵ حضرت نظام الدین معروف باولیا قدس الله سره ۱۲ ش

بیناتر جملهٔ پاک بیناں | بیدارترینِ شب نشیناں
هر شب که رود بریں کهن بام | بر فرشِ فرشتگاں زند گام
در پیش روند جمله مشتاق | گویند بعرشش قم علی الساق
منذر ز سپهر برترش باد | خسرو چو ستاره چاکرش باد

فی المحمدة المحمدیة وهو ختم خلفاء العرب والعجم وارثِ خلافت بنی آدم علاء الدنیا والدین ناصر امیر المومنین المستنصر برب العلمین المعتصم بحبل الله المتین رفع الله فی الخلافة درجاته وجعل الخلافة خلفاء الاقالیم فی حیاته

اے بخت زپیش پرده بردار | مارا رخِ خویش در نظر دار
بنمائے بما که تو چه چیزی | کاندر همه جا چنیں عزیزی
نے مردم و نے فرشته نامی | دیوی که فرشته؟ کدامی؟
دولت که چنیں بزرگوار است | پیشِ تو نگینه پیشکار است
هر پایه که در جهاں تواں جست | موقوف بکارسازیِ تست
بیں تا تو چه بنده درین خاک | کیں مرتبه دادت ایزد پاک
با آں که بجستگی زبا نهاد | بود از تو صلاحِ خاص تنها
لیکن آمدنِ تو زیر نه مهد | مخصوص شد از برائے ایں عهد

تابنده بوی بجهد و تسلیم   در خدمتِ شاهِ هفت اقلیم
شاهے که بنصرتِ خدائی   خیمست بر و جهان کشائی
سلطان جهان علائے دنیا   سرمایه ده سرائے دنیا
چون سعد فلک[1] سعادت اندود   یعنی که محمد ابن مسعود
ختم خلف درین کهن طاس   زآدم شده نے زآلِ عباس
سینه اش صدفِ دُرِ الٰهی   سنگش[2] محکِ عیارِ شاهی
ملکش بچهار حد شد آباد   با سبع شداد[3] بسته بنیاد
دولت خبرے ز داستانش   گردون صفتے ز آستانش
رمحش ز سهر برِ سرفرازی   قادر کشی و زبون نوازی
فرمانش زمانه را زبون گیر   سهمش بدل زبون کشان تیر
خلقے بحمایتش زن و مرد   از ظل خدائے سایه پرورد
برتر جهت[4] جهان مقامش   وز حدِ جهت گذشته نامش
مصباح کواکب اختر او   معراج ستاره بر درِ او
شیرانِ سپاه بارگاهش   بر بام فلک گشاده راهش
اندیشه گم اندرونِ صدرش   ز اندیشه برون قیاس قدرش

---

۱ سعد فلک، سیاره مشتری و زهره ۱۲ ش ۲ سنگ تمکین و وقار ۱۲ حسرت ۳ سبع شداد هفت آسمان
۴ ای از جهت جهان ۱۲ حسرت

در داشتن جہان ہمہ گاہ — بازوش[1] دراز و دست کوتاہ[2]

زانگہ کہ فگندہ[3] قطعِ شاہان — بنشستہ نفیر[4] دادخواہان

گردون کہ ترش کند بہ تندی — دندان فلک فتد بکندی

ہر بیخ عدو کہ ہست در دہر — برکندہ ہمہ بصرصر قہر

تا صرصر او خس از زمین رفت — ہر فتنہ کہ بود در جہان خفت

آہو بر بالشش بے تظلّم — پیشانیٔ شیر خار و از سُم

پیلان بدرش بہ پشہ بینی — رفتہ رہ مورچہ بہ بینی

میزانِ عطا گرفت در چنگ — زر داد بسنگ و چرخ را سنگ

ہنگام عطا چو شر بساران — بخشندہ باحیا چو باران

بذلش کہ درونِ خانہ گنجد — در حوصلۂ خرد نہ گنجد

زان لطف کہ دست مایہ کردہ — بر خلق ز دست سایہ کردہ

دستش ہمہ جود غرب تا شرق — ذاتش ہمہ حلم پائے تا فرق

آفاق بجو انچہ جلالش — مہمان وظیفۂ نوالش

پیمانۂ دست پُر ز دُر کرد — پیمانۂ خصم[5] نیز پُر کرد

چون کوکبہ سپہ کند راست — تکبیر[6] زند ستارہ بے خواست

ف۱ اے در حفاظت ملک ۱۲ حسرت ف۲ اے از ظلم ۱۲ حسرت ف۳ اے شاہان جہان را سرانداخت یا آن کہ بر سریر شاہی جلوہ کرد ۱۲ حسرت ف۴ نفیر دادخواہان فرونشست یعنی کسے فریادی نیست ۱۲ ش ف۵ یعنی ہلاک کرد ۱۲ حسرت ف۶ تکبیر زند یعنی از حیرت اللہ اکبر گوید ۱۲ ش

با دیست جنیبتش روانه
گردوے پر د ابلق زمانه

چترش سلب سیاه بردوش
زو هفت خلیفه جاگی[۱] پوش

شبگون علمش چو لیلة القدر
از چتر سفید یافته بدر

خورشید جنیبه شکارش
مریخ سلاح دار بار[۲]ش

مه کوست بر آسمان حشم را
در داخل دولت[۳]ش علم را

کوسش زده بانگ بر ثریا
لرزان شده آسمان چو دریا

دین را علمش عماری خواب
محرابی[۴] او پناه محراب

آن را که کشد به تیغ خونی
رحمت کندش گهِ زبونی

خصم ار همه در خور دو نیم است
شمشیر سیاستش رحیم است

از تیغ چو آب قطرهٔ پاک
بنشاند غبار عالم خاک

تیغش چو زمین زخون رزیده
بس جان که بشست او خریده

دریا نمے از کف چو میغش
دوزخ شررے ز تاب تیغش

رمحش ز خطا سما گزشته
تیرش ز حد[۵] خطا گزشته

لوحیست حسامش آن گون سطح
حرفش رقمے ز سورهٔ فتح

آراسته هد[۶]به سر برش
نون و القلم کمان و تیرش

۱؎ جاگی پارچهٔ کهنه (غیاث) هفت خلیفه مراد از روح حیوانی و عقل و سامعه و باصره و ذائقه و شامه و لامسه باشد ازین خادم تربیت یافته ممدوح هستند ۱۲ حسرت ۲؎ بار، بارگاه ۱۲ حسرت ۳؎ لے ز حرم دولتش ۱۲ حسرت ۴؎ محرابی نوعی از شمشیر (غیاث) ۱۲ حسرت ۵؎ یعنی تیرش خطا نمی کند ۱۲ ش ۶؎ بالضم مسلسل چادر (منتخب) اردو جھالر یعنی هدبه به سر بر ممدوح از تیر و کمانش آراسته است ۱۲ حسرت

بادا بہ نشاطِ جاودانہ … در سایۂ تیغِ او زمانہ

در خطاب سکندر ثانی وسد عصمت مسلمانی ابداللہ ارکان ہیبتہ علیٰ قوائم التایید و ابد بنیان سدتہ علیٰ اساطین التابید

اے روئے تو آفتابِ جاوید … وے رائے تو شب چراغِ خورشید

بر فرقِ تو چترِ پادشاہی … ہمسایۂ سایۂ الٰہی

بازوئے تو تختِ جم گرفتہ … ملکِ عرب و عجم گرفتہ

خاکِ درِ تو بہ روشنائی … مصروف[1] بشغلِ توتیائی

عہدت بدلِ بزرگ حالاں … چوں عیدِ بطبعِ خوردسالاں

نامِ تو کلیدِ تنگیِ حال … مدحِ تو فسونِ جذبۂ مال[2]

در مشتِ تو نقدِ جملہ ہستی … احسنت زہے فراخ دستی

ابرے کہ جہاں دہ دست ست (کشاں) … با مکرمتِ تو نیک پست ست

دستت بکرم ضمانِ روزی … عالم بہ تو میہمانِ روزی

ہر تعبیۂ[3] تو در زمانہ … منصوبہ کشائے جاودانہ

---

[1] خاکِ درِ تو برائے روشنیِ چشم بسرمہ ادن مصروف است ۱۲ اش

[2] مدحِ تو مال و زر می کشد ۱۲ اش

[3] تعبیہ، ساختن چیزے کہ قدرے غریب نماید (غیاث) مراد آئین ہا در سلطنت باشد ۱۲ حسرت

رمزے ز تو شد بہ بخششِ گنج ۔۔۔ تضعیفِ محاسبانِ شطرنج

نزدِ خردِ نہایت اندیش ۔۔۔ زاں بیشتری کہ گوئمت بیش

من مدحتِ تو کہ بیش خواہم ۔۔۔ بے قیمتِ بیتِ خویش خواہم

آں نادرہ کِش بہا نباشد ۔۔۔ قیمت کنمش روا نباشد

پیدا است کہ قیمتِ معانی ۔۔۔ دانستہ نشد بہ کار دانی

لیک از کرمِ تو گنج دیدن ۔۔۔ مزدیست برائے رنج دیدن

این زر[1] کہ بہ نظمِ زیورِ تست ۔۔۔ احسانِ تو مزدِ زرگرِ تست

من صنعتِ سہل کار بندم ۔۔۔ شہ تودۂ زر دہد بلندم

مزدش کہ چنیں بلند باشد ۔۔۔ بنگر کہ بہاش چند باشد

چوں من بہ سخن ز رنج بُردن ۔۔۔ بد خو شدہ ام بہ گنج بُردن

این گنج[2] و چہار گنجِ دیگر ۔۔۔ کاراستہ[3] شد بہ پنج دیگر

سختم[4] ز درونِ حکمت آگاہ ۔۔۔ از بہرِ خزینہ خانۂ شاہ

تا بو کہ مرا بدانش و داد ۔۔۔ گہ گہ بہ ضمیرِ شہ دہد یاد

بود ۱۲

اُمّید کہ این متاعِ اخلاص ۔۔۔ گردد بقبولِ بندگی خاص

---

[1] این زر اے نقدِ سخن ۱۲ حسرت

[2] مراد پنج گنج خسروی ۱۲ حسرت

[3] مطابق خمسۂ نظامی آراستہ شد ۱۲ حسرت

[4] سختن بمعنی سنجیدن (غیاث) ۱۲ حسرت

ایزد بدلِ تو جا دهادش — مقبولیِ خود عطا دهادش
بادش بمقام ارجمندی — از سکهٔ نامِ تو بلندی
از نامِ تو او خجسته رو باد — وین بنده خجسته نام ازو باد

در سبب نظم این جواهر رشتهٔ خجسته را و در کشیدن و در نظرِ جوهریان مبصر داشتن و قیمتِ عدل خواستن

چوں هشت[۱] بدو نامه زین ورق پیش — راندم قلمے به نکتهٔ خویش
از روحِ قدس شنیدم آواز — کای کرده لبِ تو گوشِ من باز
نے این رقمِ خیال کردی — بل جادوے حلال کردی
آں به که کنوں درین تفکر — کاهل نه شوی به سفتنِ دُر
آں کو بهنر نه شد طلبگار — چوں بے هنراں بود قفاخوار
اسپے که نه خانه خانه گردد — مستوجبِ تازیانه گردد
آں غنچه که کاهلیست خویش — کاهل ترا از دست آرزویش
جاں کن که غرض بچنگ یابی — کاں کن که گهر بسنگ یابی

[۱] ازیں بیت معلوم می شود که ایں سوم کتاب پنج گنج ست هنوز دو دیگر نه نوشته شده پس ایں شعر که (ایں گنج الخ) چگونه صحیح باشد - مگر آں که گویند که چوں قصد نوشتنِ خمسه بنام ممدوح داشتند ایں چنیں فرمودند چنانکه در دیباچهٔ کتاب می گویند ایں کتاب به فنِ فلاں نوشته شد - حالانکه وجود کتاب در ذهن می باشد - همه کتبِ خمسهٔ خسروی بنام سلطان علاء الدین نوشته شده ۱۲ حشمت

تا چه بکنند کے وهد نم؟ — تا ره نزوند کے شود کم؟

لیکن بکن آن تفکرِ خام — کز نامهٔ بد بوی نکو نام

بکشا طبقے بغیرِ تا داں — نُقل اندک و چاشنی فراداں

یک شیشه که خوش فرو تواں خورد — بهتر ز دو صد سبوئے پُر دُرد

بتواں خمے از شراب خوردن — نتواں دو سه شربه آب خوردن

خواہی که به از بہت کشاید — خورسند مشو بهرچه آید

زاندیشهٔ دقیقتر نغز خیزد — وز پختنِ آرد مغز خیزد

(ارمغان پاک)

بالائشِ[1] قند و تیره تابش — رُخسارِ نبات را صفا بخش

کانکس که گرفت تیشه در چنگ — خشنود چگونه گردد از سنگ

ہر گه که علم شدی بکارے — در غایتِ آں بکوش بارے

از اندکِ خوب شو فسانه — نے از حشواتِ[2] بیکرانه

یک دانهٔ نارِ پخته در کام — بهتر ز هزار آلبے[3] خام

یک شاخ که میوه دهد تر — بهتر ز هزار باغِ بے بر

یک بلبل خوش نوا و دلکش — بهتر ز دو صد کلاغ ناخوش

یک صفحه پُر از خلاصهٔ شوق — بهتر ز دو صد کتابِ بے ذوق

---

[1] ے چوں قند با تابهٔ سیاه (کڑھاؤ) بیامیزد و از ضرباتِ کفچهٔ قنّاد (حلوائی) مالش نیک یابد صفائے دیگر پذیرد تابش مخفف تابه است۔ و تابه ظرفے باشد که درآں خاگینه و ماہی بریاں کنند (برہان) ۱۲ حسرت

[2] کارِ عبث و فضول ۱۲ ش [3] آلی میوه ہی ۱۲ ش

درکامِ کساں کجا بود به | مغزے نه بحرف و جلد فربه

دفتر چه کنی چو نظمِ تر نیست | در صد صدفت یکے گهر نیست

چوں مردمِ دیده چشمِ بد دور | یک خال سیه نماے پُرنور

نے چوں حبشی که از تباهی | نورے نه و عالمِ سیاهی

آں به که چو نکته سگالی | حرفے نه بود ز نکته خالی

یک رمز بدفترِ منقش | چوں خندهٔ زنگی ست ناخوش

چوں صبح[۱] نخست بے فروغ ست | آں خنده که می زند دروغ ست

آں کش نمکِ سیاه باید | در سنگِ سیه چه دست ساید

آں کس که رقاقِ[۲] میده یابد | از بهر سبوس کے شتابد

تا شربتِ صاف در قدح هست | در سر که کسے چرا کند دست

بد گو که سیاه گوے باشد | ز و نامه سیاه روے باشد

چوں گفتِ لطیف درخورِ زه[۳] | گویند که هر چه کم بود به

ناخوش سخنے که بیش گوید | مزد آں چه دهیش بیش جوید

خیره گو بفغاں نمونه باشد | پس دیر کشد چگونه باشد

بوقی[۴] نه بس آنکه ساز گیرد | واں گاه نوا دراز گیرد

---

۱ صبحِ کاذب ۱۲ اش ۲ رقاق. نانِ تنک ۱۲ اش ۳ اے درخورِ تحسین هست ۱۲ اش

۴ بوق چیزے باشد از مس مانند شهنائی که از آں آواز مهیب و مکروه خیزد (غیاث) ۱۲ حسرت

بی نکته قلم زدن پیاپی
کژ کردنِ باد باشد از نی

هر کلک تهی که در صریرست
مضراب مغنیانِ پیرست

پرمغز بود خدنگِ دلخواه
ناشوره[1] بود همه تهی گاه

نطقی که نه در هنر بلندست
بگذر ز زنخ[2] که ریش خندست

بی مایه تجارت این چه بارست
بی رشته تنیدن این چه کارست

ور تو هوس گزاف داری
می لاف که جای لاف داری

بی بهره که کار کردنش خوست
بیکارترینِ مردمان اوست

سنجیدنِ سایه در ترازو
بیکارِ ترا ز دست و بازو

گر پایکِ اجوج کنی پائے
گر گنج خوردت گریزی از جائے

دریا چو بکوزه[3] کم کند کس
در کوزه کنش که بس کند بس

آن دیو بود که چار ناچار
کاری طلبد نه بهره (نفع ۱۲) کار

حکایت آن دو دیو که از خوی پیشانی دریا را و بیابان رنجیدند از بریدن زمین بیابان و دریا اندختند

گویند دو دیو با سلیمان
بستند ز بهر کار پیمان

---

[1] ناشوره، پراگنده ۱۲ اشش [2] زنخ بیهوده (غیاث) ۱۲ اشش [3] ای سبب خردی که آب دریا را بکوزه پر کرده کم کردن خواهد علاجش آنکه خود او را در کوزه باید کرد تا فریاد بس بس آرد و فهمد که چون او در کوزه نمی گنجد آب دریا چگونه گنجد ۱۲ حسرت

بردند براوج بارگاہے — روزے کردند کارگاہے

چون در عملِ دگر شد دست — کردند ہمان کشیدہ را پست

فرمان دہِ کارکاردان بود — برمردم و دیو کارران بود

چون دید کہ دیو بیند آزار — از بیکاری چو مردم از کار

فرمود کہ ہر دو تن مہیّا — پویند سبک بہ دشت و دریا

این ریگ برو دِ آب ریزد — او ناپژہ[1] در سراب ریزد

چندان کہ بچند گاہِ موزون[2] — ہامون شود آب و آب ہامون

دیوان بہ چنان گزاف کارے — ماندند دراز روزگارے

تا بود حیات سپے فشردند — و آخر ہمان شکنجہ مُردند

بے رنج تنِ عقوبت الفنج[3] — رنجیدہ شود چو نازک از رنج

مقصودم ازین حکایت آن ست — کاندیشہ بے غرض زیان ست

ناگفتہ بہ آن چہ کس نہ گوید — ناکِشتہ بہ آن چہ بر نروید

کوتہ سخنی ستودہ حالے ست — بسیار سخن زوے ملالے ست

لیک ار سخنے ست روح پرور — می گوئے کہ عمر بیش بہتر

زرکش ازلی ست ہمتِ خویش — ہرچند کہ بیش عشرتش بیش

---

[1] بمعنی آب چکیدن چنانچہ گویند ناپژہ مے کند یعنی آب مے چکد (برہان) اینجا مراد آب باشد ۱۲ حسرت

[2] اے در چند سال ۱۲ حسرت

[3] الفنجیدن بمعنی جمع کردن و اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت

آں تحفہ کہ عزتش زعیب ست — بیشی وکمی درو چہ عیب ست

خوبی سبب قبولِ عام ست — پیرایۂ نام حرف نام ست

کاغذ کہ شود سپید چوں گل — بہتر ز سوادِ بے تامل

زینساں کہ ترا سخن بلند ست — خاموشیِ تو نہ دلپسند ست

کالا ز خزینہ بر سبب زار — تا تنگ شود رہ از خریدار[1]

در گوش من از سپہر لیلی[2] — آمد چو ندائے جبرئیلی

خوش خوش بتوکلِ خداوند — دریائے گہر کشادم از بند

ہاں اے شنوندۂ خبردار — کردم خبرت بیا و بردار

آں موج زہم کنوں کہ از دُر — گردد ہمہ دامنِ جہاں پُر

نقشے کہ بنامہ نخست[3] ست — ہر چند کہ یک بیک درست ست

من نیز چناں کہ خواندم آں حرف — اینجا ہمہ کرد خواہشش صرف

تا سرخوشِ جامِ اولیں دست[3] — گردد بشرابِ دومیں مست

چوں ساقیِ پیش صاف را بُرد — علیم نکند کسے بایں دُرد

یارب چو تمام گردد ایں ماہ — در وے ندہی کسوف را راہ

بیزد چو دقیقہ را ہنر بیز — از چاشنیِ خودش نمک ریز

---

۱ مراد ہجوم خریداراں ۱۲ ش

۲ مراد لیلیٰ مجنوں مولانا نظامیؒ ۱۲ حسرت ۳ دور ۱۲ حسرت

زانگونه کشش بسینها خاص	کش در دل و جان نهند اخلاص
وان چه از رقمِ گناه بینی	کز وی رقمِ سیاه بینی ق
امید که گاه ناامیدی	بخشی سیهٔ مرا سپیدی
چون یافت دل این امیدواری	ای خامه بیار تا چه داری

راه نمودن فرزند قرة العین عین الدین خضر را که از ظلمات دنیا بسوی روشنائی دین گراید رواه الله من عین الحیوة و زاد عمره کالخضر بصحبة الذات

ای چارده ماهه زرِ کانی	هم خضر و هم آب زندگانی
اکنون که نداری از خرد ساز	می پرورد ت زمانه در ناز
امید که چون شوی خردمند	خالی نکنی درونه زین پند
از چارده بگذرد چو سالت	گر دو مه چارده جمالت ق
بر نکتهٔ عقل دست سائی	بر گنج هوس گره کشائی
وز چپ زدن خرد شوی راست	دانی چپ خود ز جانب راست
دانسته شوی بکار دانی	بر سرِ صحیفهٔ معانی
خواهی که دلت بتابد از نور	اندر زهرا مکن ز دل دور
پیوند هنر طلب چو مردان	وز بی هنران عنان بگردان

خضر از پئے آں نہاد مت نام — کت عمر ابد بود سرانجام
لیکن نہ بود حیات جاوید — تا سر نہ کشی بماہ و خورشید
واں راست باوجِ آسماں سر — کز جوہرِ علم یافت افسر
واں خواجہ برد کلیدِ ایں گنج — کو بر تنِ خویشتن نہد رنج
خواہی ظلمت بچرخ ساید — بے دودِ چراغ راست ناید
گر دل نہ کنی بسہل خرسند — نقدے بہ ازاں کشاید از بند
تاک از پئے غورہ[۱] می دہد ٹل — شاخ از پس سبزہ میدہد گل
کانے کہ کنی زبہر گوہر — سنگت دہد اوّل آں گہے زر
چوں باز کنی زنیشکر بند — خس در دہن آید آں گہے قند
آں نیست نشانِ علم والا — کز خلق بری بحیلہ کالا
علم آں باشد کہ رہ کند پاک — نے زرقِ[۲] مزوّران چالاک
آں تختہ درست کن بتکرار — کا گہ شوی از نہایتِ کار
چوں من نشوی کہ ہر زمانے — سازم بدروغ داستانے
ور گنجِ سخن دہد کلیدت — اندیشۂ من شود پدیدت
آں بہ کہ بجہل کم بپیچی — ایں نامہ بپیچ تا نہ پیچی

---

[۱] غورہ انگور خام ۱۲ مش

[۲] زرق مکر۔ مزوران مکاران ۱۲ مش

من کیں قسم از ہنر گرفتم / زیں کشتہ نگر چہ بر گرفتم
تا تو چو کنی مے زراندود / زاں قلب زنی چہ آیدت سود
ور دل کندت ہنر فزائی / پیشہ نکنی ثنا سرائی
گر مدح تو در طمع کشد رائے / در صفت سراں نباشدت جائے
چوں زیں فن بد شوی شکیبا / می گوئے سخن ولیک زیبا
از کار گہ حریر زن لاف / خس بارہ مکن چو بوریا باف
حرفے کہ از او دلے کشاید / از ہر قلمے بروں نیاید
زیبا۔ نہ بہر زباں تواں گفت / یاقوت بخار کے تواں سفت
ور بر دہد ایں درخت قندت / و آوازہ چو من شود بلندت
زاں میوہ کہ افتدت بدامال / تنہا نخوری چو ناکساں مال
چوں آمدہ گر یکے ست گر ہفت / بدہی ندہی بخواہدت رفت
بارے کم از آں نہ کز تو چندی / آسودہ شود نیازمندی
چوں مرد بگیرد مردمی گرد / نے ہمچو بخیل ناجوانمرد
سرمایۂ مردمی مکن گم / کز مردمی ست قدر مردم
گرچہ زرت از عدد بود بیش / درویش نواز باش درویش
صد سر برد آسماں بہ شمشیر / تا یک شکم از علف کند سیر

۱؎ بر ثمرہ ۱۲ اشش

موراں کہ بزیر پا دوانند — یکجو بہزار جاں ستانند

نقدے کہ رہش بدیں گزندست — بے رنج دہی نگر کہ چندست

خواہی کہ بمہتری زنی چنگ — دریوزۂ کہتراں مکن تنگ

سنجیدہ دہد چو ابر باراں — رنجیدہ شوند دانہ خواراں

ابلہ کہ دہد قراضہ[1] بے رنج — بہتر ز محاسب درم سنج

مستی چو کرم بود جمال ست — در بادہ نمک زنی حلال ست

گر بر تو زند فقیر جاں باز — در پیش خود از درم سپر ساز

کاں رااگہ بکیسہ نیست چیزے — خود را کشد از پئے پشیزے

درشعبدہ مرد خنجر آشام — از پہلوئے خویش می خورد شام[2]

تا داشت کہ نیست با جگر[3] خویش — باز و زپئے شکم کند ریش

آں کز تن خود جدا کند پوست — او باد گرے کجا شود دوست

تا پا نہ نہی بدستیاری — از دوست مخواہ دوستداری

بیدار نیے پاسبانِ بے مزد — گنجینہ بر دبشرکتِ دزد

یارے کہ بجاں نیاز مائی — در کار خودش مدہ روائی

صد یار بود بناں شکے نیست — چوں کار بجاں فتد یکے نیست

---

[1] ریزۂ سیم و زر ۱۲ ش [2] شام طعام ۱۲ ش

[3] اے خریار بردار ذخویش دہمدر و چارہ ساز ندارد ۱۲ حسرت

کن بر کفِ ہمگناں درم ریز جز بر کفِ کودکانِ نوخیز
کاموختہ شد چو خورد باسیم کالائے بزرگ آبود بیم
کودک ز درم شود گرہ گیر پیر از رقمِ سیاہ تحریر
در خود بغلط نعوذ باللہ در ہمت سیاقت اوفتد راہ
باآں کہ شوی وزیرِ کشور وز دے باشی کلاہ بر سر
دانی ز قلم ہنر چہ جوئی از آب سیہ سپید روئی
چوں بر سرِ شغل کام باشی می کوش کہ نیک نام باشی
در ہر چہ ترا شمار باشد آں کن کہ صلاح کار باشد
نیکی کن اگر بدی سگالی از حسنِ نیت مباش خالی
گر بنشانی درختے از خار آں خار نشاں کہ گل دہد بار
نشتر کہ بزخم خوں فشان است از بہر صلاحِ ناتوان است
آزار مجو چو سینہ سوزے کازردہ شوی تو نیز روزے
ناخن کہ سرِ خراشش دارد بُرّند سرش چو سر برآرد
آتش کہ بظلم گشت خویش سیری نبود بہیچ رویش
شمشیر کہ کار اوست آزار باشد بہ نیام سرنگوں سار
آزارِ کسے طلب ہمیشہ کازردنِ خلق گردپیشہ

۱؎ ناتوان بیمار ۱۲ اشش

ناکس که خراش چون خساں کرد — با او آں کن که با کساں کرد

گر دست رسد بہ بد فعالے — رحمت نکنی بہ ہیچ حالے

رندے که خورد یار زر و مشت — در حال بہشت بایدت کشت

بر خویشتن آں که او نہ بخشود — بخشودن او خسر نفرمود

ناداشت که تن کند بزر ریش — داغے بہش که تا کند بیش

ہستے که بہ چہرہ چہد ببازی — آں بہ که رسن بدو نبازی

کورے که رود بہ گشتِ گلزار — ہاں تا نہ کشی گرش خلد خار

آں سگ که سزائے تیغ باشد — رحمت کنیش دریغ باشد

در جنبش فتنہ جا نگہدار — بر خار چہ جرم؟ پا نگہدار

با آں که بود جہاں پر از دوست — ایمن منشیں ز خصم در پوست

گر خود نتواں ز سرفرازی — با تیہو و کبک جستہ بازی

بازے چو کلنگ وار برجائے — پاس سر خویشتن بیک پائے

با پنجہ دراں بپائے خیزند — وز شیر بپائے پس گریزند

شد چیرہ چو دشمنِ ستمگار — از وے نرہی مگر بہ ہنجار

مرغے که طپید بحلقہ دام — اندر خفہ[1] جاں دہد سرانجام

افتاد چو کار با گراناں — با صرفہ[2] زیند کارداناں

[1] خفہ تنگ بودن گلو ۱۲ حسرت [2] صرفہ حیلہ و تدبیر ۱۲ حسرت

مردم چو عنانِ دہ بفرہنگ ۔۔۔ از باد بگردد آسیا سنگ
بینائیِ عقل پیش مے دار ۔۔۔ بیناشو و پاسِ خویش مے دار
شب کور بود عسس چو در کوئے ۔۔۔ از دزد خورد طپانچہ بر روئے
منگر زجہاں فریب ناکی ۔۔۔ کاندر پسِ او بود ہلاکی
چوں خندہ کند بہ پردۂ برق ۔۔۔ شمشیر زند ز شعلہ بر فرق
ایمن منشیں بعالمِ خس ۔۔۔ کز چرخ نرست بے بلا کس
کنجد کہ ز کامِ آسیا جست ۔۔۔ ہم در دہنِ جوال[۱] شد پست
مغرور مشو بملک و مالے ۔۔۔ کاں نیست مگر کہن سفالے
مال ارچہ کشادِ کار ازان ہست ۔۔۔ تشویشِ دل و ہلاکِ جان ہست
آں بہ کہ بحرص کم شتابی ۔۔۔ کز ننگِ طمع خلاص یابی
تا دل تنگ بوز ند لبوئے ۔۔۔ راحت نبود بہیچ روئے
چوں قافلہ در گریز باشد ۔۔۔ خوابش ہمہ خیز خیز باشد
خواہی کہ نگردی آرزومند ۔۔۔ می باش بہر چہ ہست خورسند
پویان حریص روئے زرد است ۔۔۔ خورسندیِ دل صلاحِ مرد است
مردم چو ز رزعناں بتابد ۔۔۔ ہمت شرفِ کمال یابد
آں سرخ گلے کہ خوں فشاں ست ۔۔۔ سرخیش زخونِ سرکشاں ست

[۱] جُوال بالضم چیزے کہ دراں غلہ پر کردہ بر خر دیا بو نہند (غیاث) ۱۲ حسرت

ایمن بود از شکنجهٔ درویش | زر ہر چہ کہ بیشتر بلا بیش

گشتی چو بسروری کلہ دار | شو ساختہ[۱] خدنگ خونخوار

ور نیز شوی وزیر مقبل | از زخم زبان مباش غافل

ور زاہل قلم شوی گران گیر | بر نسبت جد شوی کمان گیر

ناوک زنی و گرہ کشائی | ترکانہ ز مو گرہ کشائی

چون در صف پردلان کنی جای | سر پیش نہ اول آن گہے پای

مردانہ کہ کار مرد ورزد | آن بہ کہ ز بیم جان نہ لرزد

گیرم ز عدو عنان بتابی | از مرگ کجا خلاص یابی

از پیش بلا کہ گرم خیزی | مردن بقفاست چون گریزی

کار نظر است پیش دیدن | نتوان بقفائے خویش دیدن

بیرون ز اجل چو نیست کارے | تا نیست اجل بکوش بارے

خون از دگرے کسے کند خواست | کو از سر خون خویش برخاست

مردانہ کہ جان خود سپارد | بر جان کسان چہ رحمت آرد

تا دل بقرار خویش باشد | شمشیر بکار خویش باشد

دل را چو شود خزینہ تاراج | دشمن بسلاح نیست محتاج

بے دہشت اگر سمند رانی | ہم باز رہی وہم رہانی

---

۱ ساختہ، موافقت کردہ شدہ ۱۲ ش

ور بار رۂ دل نباشدت سخت ہم سر بفدا کنی وہم رخت

آں کیش بد ضمیر باشد پیلش بہ نظر حقیر باشد

بازانکہ دلش ہراس پیشہ است شیر نمدش چو شیر بیشہ است

لیکن سبکی مکن چناں ہم کت دل برود ز دست و جاں ہم

در حملہ مشو مبارز خام ہنجار ببین و پیش نہ گام

پائے کہ کند فراخ گامے از پائے چہ ریزدش سلامے

ور تو بغزا شوی سر آہنگ با[۱] سہل خصومتاں مکن جنگ

لشکر نہ ہمہ دلیر باشد در دشت شغال و شیر باشد

گر خر بوحل فرو بماند قدر تگ توسناں کہ داند

گر شب نبود سیاہ و دیجور در خانہ چراغ کے دہد نور

ور بر تو عدو عناں کند تیز چوں مایہ کار ہست مگریز

بر بے ہنراں ست جور و بیداد کس را نبود ز بے ہنر یاد

چوں رخت کلال خاک باشد از نقب زنش چہ باک باشد

گر دیدۂ باطنت شود باز در عیب کساں نظر مینداز

دریابی بہ بینش یقینی آں بہ کہ کنی خدائے بینی

میپسند ہر چہ رایت آسود آں کن کہ بود خدائے خوشنود

۱؎ ہمراہ سہل خصومتاں ۱۲ حسرت

دوزخ مطلب چو کندہ زشت — کاتش بود اول آخر انگشت[۱۵]

می باش چو شاخ سبز دلکش — کاتش زنیش نه گیرد آتش

بفروز چراغ پارسائی — کو راست سرے بروشنائی

خواہی کہ رسی بچرخ گردا — مگذار عنان نیک مردا

با دولتیاں نشیں کہ خاصے — در صحبت گل شود بہارے

گیرم ندہند کندہ عود — بوئے رسدت بیاری دود

عطار اگرچہ تند خویست — مشکش بہ نسیم تازہ رویست

باہر کہ نہ دولتیست منشیں — کز سرکہ نگشت کام شیریں

شمعے کہ بود زرد شنی دور — ندہد بہ چراغ دیگراں نور

دولت نہ ہماں بود کہ یکچند — فلسی دو سرا شوی خداوند

مُردار جہاں چو در پذیری — مُردار کُشی بود نہ میری

دولت بود آں کہ دل فروزی — وز ترک اہل کلاہ دوزی

در دامن نیستی زنی دست — تا ہست شوی بعالم ہست

گر فقر باختیار یابی — در حجلۂ قدس بار یابی

ور مطلبی ازاں چہ دُوری — ہم فقر بود ولے ضروری

دانی کہ بخاطر ہوسناک — ہر کس نہ رسد بعالم پاک

---

[۱۵] انگشت کوئلہ ۱۲ حسرت

گر داعیه رسد الٰہی | تو خود بجز آں دگر چه خواہی
ور غیب رہ دگر گشاید | یا لطف ترا رہے نماید
ق
با ایں همه هم ز جست و جوئے | کاہل نشوی بہیچ روئے
خواہی شرف و بزرگواری | می کوش بہ ہمتے که داری
کاں تن که بہ ہمتے نشسته است | ہر دم نگری ولے فرشته است
مفلس که دلش بسرفرازی ست | سلطاں شدنش کمینه بازی ست

حکایت شبانے که از غایت ہمت تیغ را آئینۂ وجاہت و قلم را عمدۂ دولت خود ساخت

گویند که در عرب جوانے | بوده ست ز نسبتِ شبانے
بختش چو به اوج رہبری داشت | ہمت بفلک برابری داشت
زاں پیشه که اصلِ کار بودش | اقبال رہے دگر نمودش
زاں شیردلی که داشت با خویش | آلوده نشد بچیرگی میش
رفتے پدرش چو مستمنداں | دنبالِ چرائے گوسپنداں
او سبقِ امید کرده پرکار[1] | در درسِ ادب شدی بتکرار

[1] پرکار، مجازاً بمعنی طوق هم آمده (غیاث) ۱۲ حسرت

چوں حرفِ قلم درست کردے ‌‌ دامن بسلاح چست کردے

تا یافت ازاں ہنر پرستی ‌‌ در ہر دو ہنر تمام دستی

روزے پدرش بہ پردہ ور گفت ‌‌ کاے جانِ تو گشتہ با خرد جفت

نوشد چو شگوفۂ جوانی ‌‌ از جفت گریز نیست دانی

گر فرمائی ز ہمسرِ چند ‌‌ جوئیم شتہ سزاے پیوند

گفتا کہ چو کرد نیست کارے ‌‌ جفت از نسبِ خلیفہ بارے

گفتش پدر اے سلیم خود را ‌‌ زاندازۂ خود بروں منہ پاے

گیرم کہ دہندت آنچہ دلخواست ‌‌ بے خواستہ کار چوں شود راست

نقدے بہ بروسوار بیت کو ‌‌ واسبابِ عروس واریت کو

آورد جوانِ دولت اندیش ‌‌ شمشیر و قلم نہاد درپیش

گفت اسببِ دگر ندارم ‌‌ ایں ہر دو نہ بس کلید کارم

آں کیں دو ہنر بدست دارد ‌‌ شک نیست کہ ہر چہ ہست دارد

افگند چو ہمتِ بلند م ‌‌ بر کنگرۂ ہنر کمندم

گر بازوے ہمتم چنین ست ‌‌ ہر چیست آں طلسم در آستین ست

گویند بہمت آں جواں مرد ‌‌ شد برتر ازاں کہ آرزو کرد

دولت چو بر و فگند سایہ ‌‌ شد محتشمِ بلند پایہ

فی الجملہ بہر چہ دست سائی ‌‌ ہمت چو قوی بود بر آئی

ای آن که ز من بیادگاری / این پند ز من بیاد داری
جانِ پدر ار رسی بجائے / برجانِ پدر کنی دعائے

آغاز سلسلہ جنبانیدن از داستان عشق مجنون و لیلی

وندانه کشائے قفل این راز / زین گونه کند درِ سخن باز
کان روز که زاد قیسِ فرّخ / رخشنده شد آن قبیلہ را رُخ
زان نورِ خجستہ شب افروز / بر عامریان[1] خجستہ شد روز
بنشست پدر بشادمانی / بکشاد درے بمیہمانی
بیگانه و خویش را صلا داد / ہم نُزل فشاند و ہم عطا داد
واندر پسِ پرده مادرش نیز / آراست ز صُفّه[2] تا بہ دہلیز
خوبانِ قبیلہ را طلب کرد / وآفاق ز نغمہ پر طرب کرد
می ریخت بخوب تر شمارے / اندازهٔ ہر یکے نثارے
جستند حکیمِ طالع اندیش / تا گہ کند از حکایتِ پیش
دانا بشمارِ خود نظر کرد / گفته چو سر از شمار بر کرد
کین طفلِ مبارک اخترے خوب / یوسف صفتے شود چو یعقوب
باآن که ز گردشِ زمانه / در فضل و ہنر بود یگانه

(بہار)

[1] جمع عامری منسوب بہ بنی عامر قبیلهٔ عرب ۱۲ ش [2] صفه صدر (چبوتره) ۱۲ ش

لیکن فتدش گہِ جوانی — در سر ہوسے چناں کہ دانی

از عشقِ بتے نژند گردد — دیوانہ و مستمند گردد

اندیشہ چناں کند نزارش — کز دست رود عنانِ کارش

مادر پدر از چنیں شمارے — ماندند ز غم بخارخارے

لیکن ز نشاطِ روئے فرزند — گشتند بہر چہ ہست خورسند

آں نکتہ بسہل برگرفتند — و آئینِ طرب ز سر گرفتند

یکچند چو دورِ چرخ درگشت — آں گلبنِ تر شگفتہ تر گشت

سالش بہ شمارِ پنجم افتاد — ز و نور بہ چرخ و انجم افتاد

شد تازہ چو نو رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تدروے

نزدِ ہمہ شد بہ ہوشمندی — چوں مردمِ دیدہ ز ارجمندی

زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیشِ معلمش نشاندند

دانائے رقم ز بہرِ تعلیم — کردش بکنار تختہ تسلیم

جہد اوستش چناں کہ دانست — می کرد چناں کہ مے توانست

آراستہ مکتبے چو باغے — ہر لالہ درو چو شب چراغے

زیں سوئے نشستہ کودکے چند — آزادہ و زیرک و خردمند

زاں سوئے ز دختراں چو حور — مسجد شدہ چوں بہشت پرنور

ہر تازہ رخے چو دستۂ گل — برگل زدہ حلقہ ہائے سنبل

از مقنعہ دارم ماہ کردہ | دلہا ز رخ بچاہ کردہ
بود از صفتِ آن تبانِ چوں ماہ | ماہے کہ زد آفتاب را راہ
لیلی نامے کہ مہ غلامش | خالش نقطے ز نقشِ نامش
مشعل کشِ آفتاب و انجم | دیوانہ کنِ پری و مردم
تاراج گرِ متاعِ جانہا | بنیاد شگافِ خانمانہا
سلطانِ شکرلبانِ آفاق | لشکر شکنِ شکیبِ عشاق
گردن زنِ عافیت فروشاں | تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتا بقدم کرشمہ و ناز | ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز
نازے و ہزار فتنہ در دہر | چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش | آہو برہ بخواب خرگوش
خنداں چو سمن بتازہ روئی | شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشم دیو بستہ | تسبیح فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں | طاؤس بہشت و کبک بستاں
فرمودہ کلالہ[1] را سواری | دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بدوش زلف چوں شست | خود بے خبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بدر فشانی | پروردہ بآب زندگانی

[1] کلالہ، گیسو ۱۲ حسرت

همخوابهٔ لاله گیسوانش — همشیرهٔ انگبیں دہانش
قندش نمکے تبرزد[1] آلود — خوشخوار تر از گوارشِ عود[2]

خورشید غلام زادهٔ او — مه داغِ جبیں نهادهٔ او
اندر صفتِ آں تبانِ شیریں — چوں زهره به ثور و مه به پرویں
زانو زده قیس برد گرسو — هم حرب زبان و هم سخن گو
نازک چو نهالِ نو دمیده — خوش طبع و لطیف و آرمیده
شیریں سخنے که هوش می برد — رونق ز شکر فروش می برد
بود از سخنِ چو شکر و شیر — مستِ سخنش معلم پیر
از رُخ بدو شاه بُرد می کرد — صد دل بدو خردهٔ[3] خرد می کرد
نالنده به تخت در دبستاں — چوں بلبلِ مست در گلستاں
نخلش چو شدے بر زنِ گوش — از روزنِ جاں بر دل شدے هوش
زاں تن که نوائے او شنیدے — جاں رقص کناں ز دل دویدے
از نامه بجاں نورد می داد — وز ناله صدائے درد می داد
هر خوشش پسرے ز لطف کارش — کشته به هوس ندیم و یارش
واں لاله رُخانِ ارغواں ساق — نیز از دل و جانش گشته مشتاق
ایشاں همه رابتیں میلے — واں سوخته در هوائے لیلے

ن) [illegible]

ن) [illegible]

[1] تبرزد نبات (برہان) ۱۲ حسرت [2] گوارش بروزن گزارش معرّب آں جوارش (برہان) ۱۲ حسرت
[3] خردهٔ نکته (برہان) ۱۲ حسرت

لیلی خود از و خراب جان تر — گشته نفس از نفس گران تر

هر دو بنظاره روی در روی — وارفته خیال موی در موی

لب مانده ز گفتن و زبان هم — دل گشته بهم یکی و جان هم

بی هوشی شان بگفتن راز — خاموشی شان به پرده آواز

هر دو بعنم و گداز مانده — دل بسته و دیده باز مانده

آن کرده نظر برُوی این گرم — وافگنده ز دیده پرده شرم

این تن به هلاک ساز داده — او سینه به تیغ ناز داده

این گفته غم خود از رخ زرد — او داده جوابش از دم سرد

این دیده در و بچشم پاکی — وان نیز وی به شرمناکی

این کرده بگریه خاک را گل — وان گریه فرو و خورده در دل

این گشته بتاب دیدگان مست — وان شسته ز جان خویشتن دست

این کام خود از فغان خود دوخت — او سینه خود ز آه خود سوخت

عشق آمد و خون بخون در آمیخت — خونابه دل ز دیده میریخت

اندیشه متاع صبر گم کرد — غم بر دل و دیده اُشتُلم[۱] کرد

سلطان خرد برون شد از تخت — هم خانه بباد داد و هم رخت

طوفان ز شور سر برآورد — وافاق بموج خون در آورد

---

۱ اُشتُلم لغت تُرکی بمعنی غلبه و زور و تعدّی ۱۲ حسرت

اُفتاد ز فرقِ عافیت تاج / خازن شده و خزینه تاراج

فریادِ شبان بمانده از کار / میش آبله پای و گرگ خونخوار

مستان ز شراب خانه جستند / خم بر سرِ محتسب شکستند

در واده[1] چو باده ساقی شوق / گم شد و حریف در پیٔ ذوق

(۱۰ درداده شوق)

در شهرِ وفا در آمد آن بوئے / هم خانه خراب گشته هم کوئے

مجنون ز نسیمِ آن خرابی / شد بے خبر از تنک شرابی

از خونِ جگر شراب می خورد / وز پهلوئے دل کباب می خورد

وز دیده درو نگاه مے کرد / میدید ز دور و آه مے کرد

مغزش ز تفِ درونه در جوش / چون[1] مایهٔ دیگ زیرِ سرپوش

(۱۰ چون گرمی)

می بود ز نیک و بد هراسش / می داشت خرد هنوز پاسش

میدید مکین ز نقش[1] بنیان / میکرد کران ز هم نشینان

اندیشه هنوز خام بودش / دل در غمِ ننگ و نام بودش

پوشیده بسانِ برق در میغ / گه حربه فسرد و خورد گه تیغ

از دشنهٔ غم خراش خورده / صد دشنهٔ دور باش خورده

صد رخنه دلش ز خنجرِ غم / هر سو خسلهٔ[2] مخالفان هم

آن تن که شود ز تیغ ره زن / دو زند گر بر خسم سوزن

[1] نقش ہیں قیافہ شناس ۱۲ حسرت [2] چیزے خلندہ مثلِ سوزن ۱۲ حسرت

چوں لالہ جبین شگفتہ می داشت — داغِ بجگر نہفتہ می داشت

می سوخت چو شمع با رُخِ زرد — در گریہ و سوز خندہ می کرد

دانا قمش تخختہ می جست — او تختہ بآب دیدہ می شست

اُستاد سخن ز علم می راند — او جملہ کتابِ عشق می خواند

واں لعبتِ دردمند دل تنگ — دل دادہ بیاد و ماندہ بے ننگ

باآں کہ نمش بزیرِ گل بود[1] — سیمائے رخش گواہِ دل بود

خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ

بر چہرہ ز شرم پردہ می دوخت — و آتش بدلش گرفتہ می سوخت

ہر چند کہ غنچہ بود سربست — می کرد ز بوئے خلق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عود — می شد بدماغِ مردماں دود

بوئے کہ ز نافہ در تگاپوست — پوشیدہ چگونہ گردد از پوست

عاشق منگر کہ داغ پوشد — کو مقنعہ بر چراغ پوشد

دستے کہ کند عبیر سائی — انگشت برو دہد گوائی

بودند بزاری آں دو غمخوار — در چنبرِ یکدگر گرفتار

می کرد دو سینہ جوش بر جوش — می رفت دو قصہ گوش در گوش

یاراں کہ بہر کنارہ بودند — دزدیدہ دراں نظارہ بودند

[1] نمش بزیرِ گل یعنی راز خود مخفی می داشت ۱۲ ش

بیننده به نقش مینی از دور / عاشق بحساب خویش مستور

هر کس سخنے به پرده می گفت / این خاک بخون فشاند و رفت

این گفت فسانه در مدارا / آن گفت حکایت آشکارا

رازے که ز سینها بجوشد / آن باز کند گر این بپوشد

باشد چو خریطه پر ز سوزن / بندی دهنش جهد ز روزن

آن لب که کلید شد زبانش / چون بسته شود کشاید آتش

بر روئے محیط پل توان بست / نتوان لب خلق را زبان بست

پرده برداشتن دمهائے سرد از روئے لیلی و دیدن با در پژمردگی آن گل شگفته و از آئین دهٔ دریدگی جوش در دماغ پدرش دمیدن و دود روان کردن و پدر از دو دیده و لیلی را چون ریحان سفالی در گوشه محنت پائے در گل کردن

چون رفت بگوش هرکس این راز / وز هر طرفے برآمد آوازه

کازاده جوانے از فلان کوئے / شد شیفته فلان پری روئے

در مکتب عشق شد غلامش / خواند شب و روز لوح نامش

مقصود وے آن بت یگانه است / وان درس و تعلمش بهانه است

زو هر چه شنیده یاد گیرد / تعلیم دگر بیاد گیرد

آموختنش کجا بود هوش — کاموخته می کند فراموش

زین قصه بهر در و سرائے — می رفت نهفته ماجرائے

تا گشت ز گفتگوئے اوباش — بر مادر لیلی این سخن فاش

مادر ز نهیب شرم اغیار — بنشست بگوشهٔ دل افگار

زان آتش دادہ زبانه ترسید — وز سرزنش زمانه ترسید

فرزند خجسته را نهانی — بنشاند ز راه مهربانی

گفت اے دل و دیدهٔ مرا نور — از روئے تو باد چشم بد دور

دانی که جهان فریبناک است — آسودگیش غم و هلاک است

هر کاسه که خوان دهر دارد — پنهان بنواله زهر دارد

هر سرخ گلے که در بهار است — در دامن او نهفته خار است

هر نافهٔ خوش که بوئے هشته است — پنهان جگرے در و سرشته است

این پرده که در هوا کشیده است — بس پرده که در هوا دریده است

خام است امید نیک رایان — از عالم و عالم آشنایان

تو ساده مزاجی و تنک دل — وز نیک و بد زمانه غافل

چون اهل زمانه را وفا نیست — زایشان طلب وفا روا نیست

هان تا نه کنی عنان دل سست — کافتاده خلاص چون تواں جست

له اے بدام افتاده ۱۲ حسرت

القصه شنیده ام که جائے | داری نظرے بر آشنائے
ترسم که چو گردد این خبر فاش | بدنام شوی میان اوباش
تا خانه نکرده بر زمین میل | انباشته به دریچه سیل
آتش که بشاخ ارزن افتد | زودار نه کشتی بخرمن افتد
کم خور غم خویش تا توانی | الا غم عشق و ناتوانی
کین هر دو بلا چو سهل گیری | دیوانه شوی و یا بمیری
با این تن پاک و گوهر پاک | آلوده چرا شوی بهر خاک
جائے منشین که چون نهی پائے | تهمت زده خیزی از چنان جائے
صوفی که رود به مجلس مے | البته چکد پیاله بر وے
چون شهره شود عروس معصوم | پاکی و پلیدیش چه معلوم
آنکس که مگس ز کاسه اند | تا خوردن و خوردنش که داند
عشق ار چه بود بصدق و پاکی | خالی نبود ز شرمناکی
آوازه چو گشت در جهان عام | صرفه نه کند کسے بدشنام
گردم نه زنند کاردانان | چون باز رهی ز بدگمانان
نیک از دل نیک راز دارد | بد راز گمان که باز دارد
مادر بحدیث نیک خواهی | لیلی بهلاک و سینه کاهی
بر زانوے درد سر نهاده | لب بسته و خون دل گشاده

زاں غم کہ درونہ ریش می شد / از دادنِ پند بیش می شد

باسوختگاں حدیثِ پرہیز / روغن بود اندر آتشِ تیز

بیمار ز ہر چہ دارِیش باز / لب را بہ ہماں خورش کند ساز

مادر چو شناخت کو اسیرست / واں کِن کشش نہ جاگیرست

تن زد ز نصیحتے کہ می گفت / گفت آں خبرِ نہفتہ با جفت

بشنید پدر چو حالِ فرزند / گم شد ز خجالت و سر افگند

فرمود کہ سروِ نو بہاری / در پردہ چو گل شود حصاری

از پردہ سخن بروں نراند / خواند پسِ پردہ ہر چہ خواند

مہ را بسرائے بند کردند / دیوارِ سرا بلند کردند

او ماند بکنجِ خانہ دل تنگ / می داد ز گریہ خاک را رنگ

ہر نالہ کہ عاشقانہ میزد / آتش ز لبش زبانہ میزد

شد خانہ ز آہِ آتش آلود / چوں تربتِ مجرماں پر از دود

می خورد ز آہِ خود بدل خار / می زد ز نفس بسینہ مسمار

گہ خاک برخ چو سایہ می رفت / گاہے غمِ دل بسایہ می گفت

صبرے نہ کہ دل براہ دارد / و اندیشہ بدل نگاہ دارد

یارانہ کہ سینہ را بکاود / خونابۂ دل بروں تراود

۱؎ ایں بار انداشت کہ سینہ را بکاود ۱۲ وش

بازیستنے چناں کہ دانی | می بود بمرگ و زندگانی
چوں دیو رمیدہ حال می زیست | وز مردمِ خیال می زیست
ہرچند کہ مادر از سرِ سوز | می بود بہ نزدِ او شب و روز
ز و مشعلہ چوں درخشش می کرد | غم را بدو نیم بخشش می کرد
لیک آں کہ درو ہوائے یار ست | با مادر و با پدر چہ کارست
نے خویشش[۲] ز دوست باشد افزوں | کیں جانِ عزیز باشد آں خوں

خراب شدن مجنون با دلِ ورد عشق از مستی و رہائے کوہ افتادن و خبر یافتن پدر و سوئے آں بے خبر دویدن و از آبِ دیدہ و بادِ سینہ سلسلہ رہائے کردن و زنجیر کشانش پیشِ پدر آوردن

چوں ماند پرِ پوشش حصاری | در حجرۂ غم بسوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند | در درسِ ادب دوید یکچند
در گوشۂ صحن و کنجِ دیوار | می کرد سرودِ عشق تکرار
بے صرفہ ہمی شتافت چوں کور | بے رشتہ ہمی تنید چوں مور

۱؎ اے از دلِ لیلی چوں مشعلۂ غم سے درخشید مادر نیز دریں غم شریک می شد ۱۲ حسرت ۲؎ اقربا ۱۲ حسرت

می بست بخامشی دہن را — می داشت بحیلہ خویشتن را

آہے بجگر فسرد و مے خورد — والماس بسینہ خورد مے کرد[۱]

زان ناوکِ غم کہ بے سپر بود — ہر دم خلہ ایش در جگر بود

در دیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت — وز دیدہ دُرِ نچیدہ می ریخت[۲]

بر حقۂ لعلِ در استینش — خازن نہ کسے جز آستینش

زین گونہ بچارہ کہ دانست — می کرد شکیب تا توانست

چون سیلِ غمش رسید بر فرق — از پردہ بروں فتاد چوں برق

بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بتارک از زمیں خاک

گریاں بزمیں فتاد بے تاب — بر خاک مراغہ[۳] کرد چوں آب

برداشت ز خاک راہِ صحرا — چوں خضر نمود میلِ خضرا[۴]

می رفت چو باد کوہ بر کوہ — خلقے ز پیش دواں بانبوہ

ہر کس ز لطافتِ جوانیش — می خورد فسوسِ زندگانیش

اینش ز درونہ پند می داد — وانش بجفا گزند می داد

طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست — اینش زد و آں شکست و خست

باآں شغبے[۵] کہ در گذر بود — دیوانہ ز خویش بے خبر بود

سلہ[۱] خورد ریزہ ریزہ ۱۲ حسرت سلہ[۲] درِ مکنوں ۱۲ حسرت سلہ[۳] مراغہ کردن غلطیدن (برہان) ۱۲ حسرت سلہ[۴] سبزہ زار ۱۲ حسرت سلہ[۵] شور ۱۲ حسرت

می راند ز آبِ دیده رودے — می گفت چو بلبلان سرودے

می زد ز درونِ جان دمِ سرد — زان باد چو ریگ رقص مے کرد

چون گشت یقین که مرد دل ریش — دارد سفرے دراز در پیش

زین غم همه در گزار گشتند — گریان بقبیله باز گشتند

رازش بزبانِ عام کردند — مجنونِ زنانش نام کردند

بردند خبر ز روزگارش — سوئے پدرِ بزرگوارش

گفتند ز راهِ سوگواری — کاے پیرِ ضعیف در چه کاری

کان رشتے که می فشاندیش گرد — ز آسیبِ زمانه لطمه خورد

زحمت ز ولایتت بدر برد — عشقش بولایتِ دگر برد

زیبا رخے از فلان قبیله — بستش ز دو زلف در طویله

زین بند که در گلو فگندش — مجنون کنِ قیس گشت بندش

گر در پئے او شوی به پرواز — باشد که هنوز یابیش باز

پیر از خبرِ چنان جگردوز — زد نعرهٔ از درونِ پرسوز

خون از جگرِ دریده می ریخت — نے نے که جگر ز دیده می ریخت

هر جا جگرش بچشمِ تر بود — کشش دل سوئے گوشهٔ جگر بود

آن دم همه چون شکر همی خورد — از بی جگری جگر همی خورد

آنکش بجگر نمک نه کم داشت — گوئی نمک و جگر بهم داشت

وان یادِ دردمندِ پرجوش — کان قصه شنید گشت بیهوش
غلطید بخاک تیره مویان — وان گم شده را بخاک جویان
موی از سرِ نا امید می کند — معجر[۱] ز سرِ سپید می کند
بیچاره پدر دوید بیرون — همراه سرشک و همدمش خون
می رفت ز سوزِ دل شتابان — فریاد کنان بهر بیابان
چون گشت بسے بدشت و کهسار — از کوه شنید نالهٔ زار
اندر پئے آن ترانه زد گام — وافگند ز اشک باده در جام
دریافت حریف را چو مستان — با زمزمهٔ هزار دستان
می گفت در آن فراقِ خونریز — با خود غزلے جراحت انگیز
در کرده سرے بسانِ خارے — در دامنِ کوه دور ز غارے
دل را بستیزه سنگ می داد — رخ را ز طپانچه رنگ می داد
چون چشم پدر فتاد برو ے — شد سست ز سختیِ غمش پے
چون سوختگان دوید سویش — بنشست بگریه پیشِ رویش
دیدش چو چراغ مرده بے نور — دور از من و تو ز خویشتن دور
چون روے پدر بدید فرزند — لختے دلِ پاره یافت پیوند
خم کرده تنِ ستم رسیده — مالید به پائے پیر دیده

۱؎ چادر ۱۲ حسرت

پیر از جگر کباب گشتہ رُخ شست بہ خونِ آب گشتہ

بگریست بر و بجستہ جانی بوسید سرش بہ مہربانی

می سوخت بزاری از گزندش می داد ز سوزِ سینہ پندش

کاے شمع دل و چراغ دیدہ وے میوۂ جان و باغ دیدہ

باآں خردے کہ داشت رایت چوں روہل اوفتاد پایت

در رہ کہ نہاد بر تو ایں بار سوداے کہ کرد با تو ایں کار

با وِ کہ رسید و رچہ داغت آہ کہ بسینہ کرد داغت

پیرانہ سرم گذاشتی چہر بر پیریِ من نیایدت مہر

بودم بگماں کہ گاہِ پیری مونس شویم بدست گیری

چوں بشکند ایں تنِ سفالیں غمخوار تو باشیم ببالیں

خود گشت ورنیں سفال پردرد پیش از تنِ من سفال تو خورد

رو ور کہ کنم؟ کہ در چنیں سوز روزے بشب آرم اندریں روز[1]

دریاب کہ عمرِ ما سر آمد طوفانِ اجل بسر در آمد

زد سیل طپانچہ بر گلِ جام ہم حجرہ خراب گشت وہم بام

جنبید در لاے کار وانم ہودج طلبید ساربانم

بجست زہِ کمانِ سختم وز زلزلہ سست شد درختم

[1] اندریں روزگار ۱۲ حسرت

پیری هوسِ جوانیم بُرد
مرگ آمد و زندگانیم بُرد

گر چون خلفان شوی جگرسوز
باشد خلف از برائے این روز!!

چندین نه بس است تلخیِ دهر
دیگر چه کنی تو عیشِ من زهر

چون کارِ جهان ست غم فروشی
تو نیز سوئے جهان[1] چه کوشی

شیرے که خراشِ پنجه هستش
تو دشنه چه می دهی به دستش

آتش که به شعله خوئے دارد
روغن زنیش چه سُوئے دارد

گرمی گسلد زمانه کارے
مگسل تو باختیار بارے

من خود ز زمانه پا براهم
تو رشته چه می دهی بچاهم

تنگ ست دلم ز موئے[2] چندین
دل تنگیِ من مجوئے چندین

اے جانِ پدر بخانه باز آئے
وے مرغ در آشیانه باز آئے

بشتاب که تا درین غم آباد
پیش از اجلم رسی بفریاد

زین پس که بجستنم شتابی
جویم[3] بسے و لے نه یابی

وان مادرِ تو که در نقاب ست
او هم ز غمت چو من خراب ست

زان پیش که دیده را کند ریش
محروم مدارش از رخ خویش

زان پس چو پلک بهم نشیند
چندان که نمائیش نه بیند

تشنه که بمرگ می نهد پے
شربت چه دریغ داری از وے

لہ اے در غم فروشی مددگار جهان شوی ۱۲ حسرت ۲ه مویدن گریستن ۱۲ حسرت ۳ه اے مرا جوئی ۱۲ ش

مستے کہ سرش بخواب گرد
پُرده دو سر تا خراب گرد

مائیم دو تیرہ روز بنگیں
یک دیدہ بہ چشم ما توئی بس

مپسند کہ از جمال تو دور
بے دیدہ شویم بلکہ بے نور

دانی کہ بنائے خاک سستست
پیمانِ حیات نادرستست

آن دزد کہ در ہوا بخندہ ست
بنیادِ بسے خزینہ کندہ ست

تا کیسۂ تو نہ کردہ خالی
شو بر سرِ نقدِ خویش حالی

نقدِ تو ہمہ بود کہ خنداں
بینی بہ جمالِ ارجمنداں

با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش
یارانِ عزیز را کنی خوش

چون بگسلدت فلک ز خویشاں
تو خود چہ کنی کنارہ زیشاں

ہر یک نفسے کہ می رود تیز
پیکے ست سوئے اجل سبک خیز

آن را کہ چنیں شتاب خوانند
چون زآمدنش بخواب مانند

زینساں نفسے بجہل مشمر
عمر ست نہ باد سہل مشمر

آن تحفہ کہ قیمت ست جانش
ضایع چہ کنی بہ رایگانش

آخر پدرِ توام، نہ اغیار
بیگانہ چنیں مشو بہ یکبار

بیمار اگرچہ دردناک ست
بیمار پرست در ہلاک ست

زاں جا کہ یکے ست خون و پیوند
مرگِ پدر ست رنجِ فرزند

زآزردنِ دست و پا توان زیست
زآزارِ جگر کجا توان زیست

چون تیشه کند بخارش آهنگ
رنجیده تر از گهر بود سنگ

زانست شتر ز بار نالان
کان بار شتر کشد نه پالان

زان غم که تو پستی از شمارش
نے بر تو که بر منست بارش

این جائے نه جائے تست برخیز
واین کار نه کارِ تست بگریز

گیرم که ز غم زبون توان بود
بے خانه و جائے چون توان بود

گر زانِ منی از آنِ من باش
ورنه به مرادِ خویشتن باش

هر چند که عشق جمله دردست
نے روشکنِ سلاح مردست

لیکن مشو آن چنان زبون نیز
کاتش چو درون زنی برون نیز

مرد ارچه بسوزدش همه تن
دودے نه دهد برون ز روزن

سستی ست بلطمه پست گشتن
وز جامِ نخست مست گشتن

گر واقعه چند سینه سوزست
مردی ز پئے کدام روزست

مسپار بدستِ دیو تن را
گرد آر عنانِ خویشتن را

صبر از پئے روزِ دردِ دوری ست
ورنه همه وقت خود صبوری ست

سرمایه بیافت سهل چیز نیست
نایافته در جهان عزیزیست

زین غم همه گر مراد یارست
غم هیچ مخور که در کنارست

گر بر مه آسمان نهی هوش
کوشم که رسانمت در آغوش

آن مه که دلت از و خراب ست
لیلی ست نه آخر آفتاب ست

بنشینم تا بچاره دراے — با او بنشانمت به یکجاے
لیکن نه کنی چو دیو را بند — دیوے را نه شوی سزاے پیوند
این دیو دلی[1] رها کن از خوے — مردم شو و راهِ مردمی جوے
تا بو که ز عونِ بخت پرنور — همخوابه شوی و فرشته با حور
مجنون چو نوید کام بشنود — بشگفت ز مغزش اندکے دود
با پیر به شرم گفت گریاں — کاے ز آتشِ من دلِ تو بریاں
از من به من ارچه یک گزندست — دانم که ترا هزار چندست
لیکن چه کنم که نفسِ خودکام — از حیله و دم نمی شود رام
بر دل که به نازکی لطیف ست — اندیشه هوسکالی عنیف[2] ست
کوشم که به جهد گاه و بیگاه — در خود نه دهم خیال را راه
باز افگند آسمانِ نیلی — در چهرِ این غمم به سیلی[3]
خودگیر[4] که از بلا گریزم — از بندِ قضا کجا گریزم
بیچاره وجودِ سست تدبیر — هر غلیست بریسمانِ تقدیر
تا مرده ز رشته جستن نتوان — وین رشته بخود گسستن نتوان
آن روز که بودم از غم آزاد — می بود براے خود دلم شاد

---

[1] دیوانگی و وحشت ۱۲ حسرت [2] عنیف سخت ۱۲ اش
[3] سیلی بر وزنِ فیلی آنست که انگشتانِ دست را راست کنند و بهم چسپانیده تیغ وار بر گردنِ مجرم زنند و اینکه طپانچه را سیلی گویند غلط ست ۱۲ برهان، حسرت [4] خودگیر۔ فرض کن ۱۲ اش

واکنون که نه بر قرارِ خویشم ‌ ‌ ‌ این هم نه باختیارِ خویشم
کس را بمراد[1] ره نیفتد ‌ ‌ ‌ هردم بهوس بچه نیفتد
رُستے گل اگر بخندهٔ خوش ‌ ‌ ‌ چندان نگریستی در آتش
انگشت[2] سیاه را چه چاره ‌ ‌ ‌ از سوختنِ هزار باره
چون عقدهٔ شادی ایست مشکل ‌ ‌ ‌ هم بر غمِ خویشتن نهم دل
در بادیهٔ تشنه جگر تاب ‌ ‌ ‌ از دیدهٔ خویشتن خورد آب
اشتر که زخود تهی شدش کاز[3] ‌ ‌ ‌ خورده زگلوئے خود خورد باز
گیرم همه خلق راحت الفنج ‌ ‌ ‌ مجبور بود به بردنِ رنج
پروانهٔ شمع را که فرمود ‌ ‌ ‌ کو از تنِ خود برآورد دود
چون هر کسے از برائے کاریست ‌ ‌ ‌ زاندیشهٔ من دگر شماریست
آن سکافتِ آسمان نداند ‌ ‌ ‌ داند چو در آن شکنجه ماند
توسن که نگردد از دوش رام ‌ ‌ ‌ هم رام شود ز کلّت سرانجام
گر کار بدستِ خویش بودے ‌ ‌ ‌ کارِ همه خلق بیش بودے
چون نیست به مردم انچه باید ‌ ‌ ‌ تسلیم شدم بهر چه آید
تا یاری جان نهفت لبم هست ‌ ‌ ‌ جان بدهم و یار ندهم از دست
یا همسرِ او شوم چو افسر ‌ ‌ ‌ یا در سرِ کارِ او کنم سر

---

[1] لے کسے راہِ خود بالقصد غارت نمی کند ۱۲ حسرت [2] زغال کوئلہ ۱۲ حسرت
[3] کاز خانہ کہ از نے وعلف سازند (غیاث و برہان) ہندی جھونپڑی ۱۲ حسرت

هان ای پدرِ من و سرِ من　　من گوهرِ تو تو افسرِ من

زین گونه که بهرِ من دویدی　　آزرده شدی و رنج دیدی

غمخوارگی‌ام فگند از زیست　　ور تو نه خوری غمم دگر کیست

زین غم چو مرا قرار برتست　　غم زانِ من ست و بار برتست

بارے که نشست بر دلِ ریش　　برداشتنی ست لابد از پیش

دردِ دلِ خسته را دوا کن　　وان وعده که کردهٔ وفا کن

پذرفت پدر که سخت کوشد　　کالا خرد و درم فرد شد

پوید پیِ طبیب چندان　　کز درد رهند دردمندان

آن چاره کند که تا تواند　　دیوانه به ماهِ نو رساند

مجنون بوثیقتے چنان چُست　　شد با پدر و رضائے او جُست

باهم دو ستمکشِ زمانه　　رفتند ز دشت سوئے خانه

تنقیه کردن پدر دماغِ مجنون را بداروے تلخِ نصیحت و از لفظِ دُربار و شیرینیِ زبان مفرّحِ سودائے او ساختن

گوینده حکایت آن چنان کرد　　کان خسته چو با پدر روان کرد

آمد بسرائے خویش رنجور　　نزدیک بمرگ و از خرد دور

مادر چو بدید حالِ فرزند — بگسست ز درد بندش از بند

بوسید چو مادراں سرش را — تر کرد بگریه پیکرش را

گه جامه درید بهر سامانش — گه از فره دوخت چاکِ دامانش

گریاں نفسے بہر کشیدش — پس جامهٔ پاره بر کشیدش

شست از نمِ دیدگاں نخستش — وز مشک و گلاب باز شستش

وانگاه تنش چو نقشِ جامه — آراست بجبه و عمامه

زیں لابه گری چو باز پرداخت — گرمے سوئے مطبخ و خورش تاخت

آورد ز راهِ مهربانی — مادر پختے چناں که دانی

می راند مگس ز روئے خوانش — می داد نواله در دهانش

مجنوں که درونه پر ز غم داشت — زاندیشه کجا سر شکم داشت

می خورد ز بهر روئے مادر — نے لقمه که شعلهائے آذر[1]

چوں خورد بقدر رغبتش خورد[2] — مادر سر سفره را بهم کرد

در پیش نشست و زار بگریست — گفتا که به است مرگ ازیں زیست

تا زاده شد از عدم وجودم — رنجے ز جهاں نیاز مودم

دولت همه عمر آں چناں داشت — کم زاندهِ دهر بر کراں داشت

آزادم و داشت بختِ فیروز — زآسیبِ زمانه تا به امروز

---

۱ آذر: آتش ۱۲ حسرت ۲ خورد یعنی طعام (غیاث) ۱۲ حسرت

واکنوں کہ دمید صبح پیری | کافوری گشت زلف قیری[1]

بالائے چو تیر شد کمانم | وآمد بہ تزلزل استخوانم

مپسند کہ در چنیں زمانے | سوزد بغمت گسستہ جانے

بارے کہ گہے نبردم آں بار | خود گوئے کہ چوں برم بیکبار

رنداں کہ برند برہوا سنگ | افزوں نہ کنند جز بپا سنگ[2]

گاوے کہ پرستدش دل آرام | گوسالہ خرد بُرد بر بام

بہ گر نہ ہی اگر توانی | بر من ستمے بدیں گرانی

زیں واقعہ ار رہی بہ تمیز | ایں بار در پیر و ارہد نیز

داری بجز دو روزہ برجائے | بیروں نہ نہی زعافیت پائے

مردانہ برآر پائے از گل | بندی بجدائے خویشتن دل

تابو کہ بصبر فتح انجام | از کام[3] روا برآیدت کام

کانجا کہ بود شکستگیہا | صبر است کلید بستگیہا

دُرّے کہ نشایدش نشاں یافت | در دُرجِ صبوریش تواں یافت

کارے کہ بہ صبر برکشادند | بار دگرش گرہ نہ دادند

ماہم زیست چناں کہ دانیم | جہدے بکنیم تا توانیم

۱؎ قیر، سیاہ ۱۲ حسرت

۲؎ اے اندک اندک ۱۲ حسرت

۳؎ اے از کام روا کنندہ ۱۲ حسرت

مجنوں ز درونۂ پر آذر ... بگریست بدرد پیش مادر

گفت اے گہر مرا خزینہ ... پروردہ مرا چو جان بسینہ

اے کردہ بلند پستیِ من ... پیدا از تو گشتہ ہستیِ من

یارب کہ زبخت شادماں باش ... وز غم ہمہ عمر در اماں باش

پندِ تو کہ عافیت پسند ست ... چوں داروئے تلخ سودمند ست

لیکن چو ببرد یوم از ہوش ... دیوانہ بہ پند کے نہد گوش

یا نقد مرا بدامن آرید ... یا دست ز دامنم بدارید

مادر چو شناخت سرِ کارش ... کز دست شدہ است اختیارش

غمخوارۂ او شد از سرِ درد ... می سوخت ز درد و غم ہمی خورد

روزے دو سہ برگِ کار ساخت[۱] ... و اسبابِ عروسیش بپرداخت

پس گفت بہ پیرِ خانہ تا زود ... پیرانہ دود زبہرِ مقصود

رفتن پدرِ مجنوں بخواستگاریِ لیلےٰ

پیر از دلِ دردمند برخاست ... اشتر طلبید و محمل آراست

از اہلِ قبیلہ مہترے چند ... گشتند بہم ز خویش و پیوند

رفتند زبہرِ خواستگاری ... در خانۂ لعبتِ حصاری

آمد پدرش بمردمی پیش ... زاندازہ نمود مردمی بیش

[۱] برگ قصد و عزم و التفات و نیز ساز و سامان (برہان) یعنی دو سہ روز سرانجام کار او کرد و اسباب عروسیش مہیا ساختہ ۱۲ حسرت

از راهِ کرم برسمِ تازی — بنشست به میهمان نوازی
خوانے بکشید مهترانه — پر نعمت و نزلِ بیکرانه
چوں سفره زپیش برگرفتند — عیشے به نشاط در گرفتند
با یک دگر از طریقِ کارے — می رفت سخن ز هر شمارے
هر جعبه[1] چو تیر خود بر انداخت — جویائے غرض غرض در انداخت
در جلوهٔ آں عروسِ نوخیز — می کرد عبارتے شکر ریز
کاید چو نباتے دهر بر درخت — هر طائفه جفت جفت رُستست
زیں روے همه را بزندگانی — از جفت گریز نیست دانی
چوں هست چنیں امید واریم — کامیدِ خود از درت برآریم
ناسفته دُرے که در خزینه ست — مانندِ صفا در آبگینه ست
گوئی بزبانِ خود که[2] بے گفت — با گوهرِ پاکِ من شود جفت
قیسِ[3] هنری که در زمانه — هست از همه در هنر یگانه
گر سینهٔ مهرِ او کنی گرم — دامادیِ او نیاردت شرم
ایں قصه که کرد میزباں گوش — از بس خجلی بماند خاموش
برخود قدرے چو مار پیچید — واں گه بجواب دُر بسنجید

[1] جعبه، ترکش غرض نشانه و مطلوب و مقصود ۱۲ ش و حسرت [2] بے گفت — بے قال و قیل ۱۲ حسرت
[3] قیس هنری نامِ مجنوں مولانا نظامی فرماید ع چوں شرطِ هنر تمام کردند + قیسِ هنریش نام کردند
جائے دیگر گوید ع قیسِ هنری به علم خواندن ۱۲ حسرت

گفتا چہ کنم کہ میہمانی | ورنہ کنم آن سزا کہ دانی
ہر نکتہ کزان کسے برنجد | رنجیدہ شود کسے کہ سنجد

تمثیل

گفتے[1] کہ نہ آن زداد باشد | پیمودنِ باد و بادٌ باشد
تیرے کہ نہ بر ہدف گراید | آن بہ کہ ز جعبہ بر نیاید
شخصے کہ ز نفسِ نا سر انجام | یار القبیلہ کرد بد نام
دیوانہ و مست و لا اُبالی | و ز مردمیِ زمانہ خالی
از بے ننگی فتادہ در ننگ | و ز بے سنگی بخوردنِ سنگ
خلق از خبرش بخانہ و در | انگشت بگوش و دست بر سر
زین گونہ حریفِ ناخردمند | در خورد کجا بود بہ پیوند
حورے بہ ستنبہ[2] داد نتوان | لولو بوحل نہاد نتوان
خود گیر کہ با بدست پیشی | جستیم رضائے تو بخویشی
آشفتہ کہ حالِ خود نداند | تیمارِ عروس کے تواند
بروے کہ کفایتش بسے نیست | نیروی تعہدِ کسے نیست
در دیو[3] دلان توان نباشد | در دیو[4] چہ استخوان نباشد
باشد چو زسے ستونِ خانہ | ناخفتہ بہ اندرونِ خانہ

[1] ہیچ (برہان) ۱۲ حسرت [2] ستنبہ بکسر اوّل بر وزن سکینہ صورتے را نیز گفتہ اند کہ از غایت کراہت و زشتی طبع از دیدنش رمان و ہراساں باشد (برہان) ۱۲ حسرت [3] دیو دل سیاہ دل و بے رحم (برہان) ۱۲ حسرت [4] جونک (برہان) ۱۲ حسرت

آن زه که شد کمانش از کار — دیوک[1] زندش به روئے دیوار

مرغے که شتر شده است نامش — بار ست چو پائے ناتمامش

مردانه توانش نام کردن — کو بار کسے کشد بگردن

به گر ننهی به پرده اش روئے — کش غم تو خوری و او بود شوئے

وان گه بجدائی خداوند — از صدقِ عقیده خورد سوگند

کین در نشود گشاده تا دیر — گر کار زبان رسد بشمشیر

جوینده لعبتے چو خورشید — شد باز بسوئے خانه نومید

آهسته بگوشِ پیرزن گفت — کین سوخته طاق ماند و جفت

کم خازنِ آن خزینهٔ سیم — از آهنِ تیز می کند بیم

گر کار رفتے بزور بازو — زین سوئے سبک بُدے ترازو

آن چاره که نے ببازوی ماست — ز اقبالِ قوی ترے شود راست

نتوان ستدن ز پنجه درخت — الّا که بزور بازوے سخت

آن دنبه که گرگ از آن کند توش[2] — کے گنجد در دهانِ خرگوش

هدهد که سپر باشد ار تاج — شاهین کشد از کفش نه درّاج

گنجے که گرفت شحنه در چنگ — سالار ستاندش نه سرهنگ

---

[1] بر وزن زیرک جانورے ست که چوب عمارت وپشمینه و انچه در زمین افتد بخورد و ضائع کند (برہان لغتی ویک) ۱۲ حسرت

[2] توانائی و قوت و خوراک بقدر حاجت (برہان) ۱۲ حسرت

شمشیر کشیدن نوفل بجهت مجنون و در سواد لیلی کوکب آراستن و در قتال مردمانِ حی بسعی تمام کوشش نمودن

خوانندهٔ حرفِ آشنائی / زین گونه کند سخن سرائی
کاں پیر جگر کباب گشته / وز بادهٔ غم خراب گشته
چوں شد ز درِ عروس نومید / شد خستهٔ آں گزندِ جاوید
شد در پئے آں کہ تا چہ سازد / کاں عاشقِ خستہ را نوازد
کرد آں چہ ز جان کردنی بود / نامد بکفش کلیدِ مقصود
چوں از طرفے نیافت یاری / بر میرِ قبیلہ شد بزاری
نوفل ملکے بُد آدمی خوئے / آزادہ و مہربان و دلجوے
از کشمکشِ دلِ ستمگار / در سلسلۂ بُتے گرفتار
ہم زحمتِ عاشقی کشیدہ / ہم شربتِ عاشقی چشیدہ
افسانہ قیس کآتش افروخت / ہر لحظہ ہمی شنید و می سوخت
چوں حالتِ پیر دید حالی / کرد از بد و نیک خانہ خالی
بنواخت بلطف و راز پرسید / واں قصہ کہ داشت باز پرسید
پیر از جگر شکایت اندود / دم بر زد و گرد خانہ بر دود
چوں کار فتادگاں بزاری / جست از پئے آں امید یاری

او خود عَلَمِ او ز پیش دانست — وان مصلحت آنِ خویش دانست

قاصد طلبید و داد پیغام — سوی پدرِ بتِ گل اندام

کاندیشهٔ آن کند که بی گفت — دیوانه بماهِ نو شود جفت

ور گفتِ گر بود درین زیر[۱] — گویم سخن از زبان شمشیر

شد پیک و پیام داد در حال — تا شد شنونده بر دگر حال

بگشاد زبان چو آتشِ تیز — پس گفت جوابِ آتش انگیز

کاندازه کرا بود درین راز — کز پردهٔ ما برآرد آواز

زهره بسلام کس نیاید — مه نیز بدامِ کس نیاید

باید چو عطاردی که جاوید — پروانه شود بشمعِ خورشید

دیوی که بود ز حاضران دور — کش جفت[۲] کند فرشته یا حور

کاری که ز بستنش جدا نیست — کوشیدنِ آن نه نیک رائیست

کرباسِ تو گرچه دلپذیر است — پیوند حریر با حریر است

لیلا که بسلکِ دُر کشی راست — از بهرِ صلاحِ چشمِ بد راست

گر مهتر ماست نوفلِ گُرد — مهتر نه کند ستیزه با خُرد

زان گونه زبون نه ایم ما نیز — کارزد گلِ ما بنرخِ گشنیز

اُفتد چو درونِ پرده کاری — جان کیست درآن میانه باری

---

۱ مقابل بم ۱۲ حسرت

۲ یعنی او را کدام کس دکه اش، با فرشته یا حور جفت کند ۱۲ حسرت

چندان غم جان و تن توان خورد — کز پردهٔ سخن برون توان کرد

فرمانده اگر بدین بہانہ — ما را به بدی کند نشانہ

ما نیز بکوششش صوابش — معذور نبوئیم در جوابش

پیک آمده باز داد پاسخ — نوفل ز غضب شد آتشین رخ

لشکر طلبید و بارگی خواست — بیرون ز قبیلہ شد صف آراست

خویشانِ صنم چو آن شنیدند — مجموع بکین برون دویدند

گشت از دو طرف روانہ شمشیر — آویخت بحملہ شیر با شیر

ہر تیغ زنے بہ خنجر و خشت[1] — سرہا ہمہ می درود و می کشت

می کرد سنان بچشم باریک — جاسوسیِ سینہاے تاریک

وان تیر کہ خون حلال می کرد — نی را بجگر نہال می کرد

ابروے کمان کرشمہ انگیز — ناوک بکشش چو غمزهٔ تیز

پیکان کہ جگر شگاف می کرد — می داد[2] زبان و دل ہمی خورد

شمشیر کشیده ہر دلیرے — نوفل بمیان چو تند شیرے

بر رسم عرب بجہد و ناورد[3] — می کرد ستیزه مرد با مرد

مرگ آمد و جان ز سینہ می رفت — بر نغمهٔ تیر پاے می کوفت

ہر سو کہ فگند تیغِ فولاد — گرد از سرِ مرد گردن آزاد

[1] خشت نیزهٔ کوچک (برہان) ۱۲ حسرت [2] می خلید ۱۲ حسرت
[3] جنگ و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

زان کینہ کہ بے دریغ میرفت
یک ہفتہ دو روبہ تیغ میرفت

خلقے سوئے لعبتِ حصاری
تنگ آمدہ زان ستیزہ کاری

ق

گفتند باتفاق پیراں
در سوختہ بہ کہ خانہ ویراں

چوں فتنۂ او برون زد ایں تاب
آں بہ کہ کنیم فتنہ در خواب

خیزیم سبک ز خونِ لیلےٰ
در خاک رواں کنیم سیلے

آفت ز جہاں چو گشت گمنام
غوغا ز دو سوئے گیرد آرام

ہم رخنۂ فتنہ بستہ گردد
ہم دل ز گزند رستہ گردد

ہم سگلہ[1] مجنوں اندریں راز
بُد سوختۂ درونہ پرواز

آمد سوئے آں ستم رسیدہ
نالید ز جانِ غم رسیدہ

رمزے کہ شنیدہ بود بہ نہفت
بگریست نخست بعد ازاں گفت

مجنوں کہ ازاں خبر شد آگاہ
برزد ز درونِ دل یکے آہ

بر میر سپہ دوید جوشاں
چوں سیل کہ در رسد خروشاں

بگرفت عنانِ مرکبش سخت
می سوخت ز خامکاری بخت

گفت اے ہمہ مرہم تو آزار
باز آر دل از ستیزہ باز آر

کاں دوست کہ بہر اوست ایں رنج
ماندہ است ازیں شغب بلا سنج

گویند ز غصہ مہترانش
کاہستہ کنیم بر کرانش

[1] سلہ ہمسد رو دہم از ۱۲ حسرت

یعنی چو وے از جہاں برافتد | ایں مشعلہ از میاں برافتد

ہاں تا نشوی کنوں کماں گیر | تا در نہ رسد بجانِ من تیر

تیرے چہ زنی کہ بر من آید | بر جاں ز دریچۂ تن آید

بر خصم مکش بکینہ جوئی | تیغے کہ بخونِ دوست شوئی

آں نیزہ مزن بہ دشمناں بیش | کز وے دلِ دوستاں کنی ریش

چوں جامۂ بختِ من کبود ست | از کوششِ مردماں چہ سود ست

ادبار فروشدہ بہ کارم | اقبالِ ترا چہ رنجہ دارم

ردِ بدِ من مراست از پیس | تو کردی از آنِ خویشتن بس

نوفل چو شنید گفتِ مجنوں | بکشاد ز دیدہ چشمۂ خوں

لابد بہ نیام کرد شمشیر | در بیشۂ خویش رفت چوں شیر

در گوشۂ غم نشست نالاں | از حالتِ قیس دست مالاں

از ہر کہ حدیثِ او شنیدے | آہے بہ دریغ بر کشیدے

آنکہ آدمی ست و آدمی زیست | داند کہ گزند آدمی چیست

حیوانِ دگر کہ بے شمارند | از درد کسے خبر ندارند

مہماں خواندن مجنوں زاغاں را در خانۂ چشم تا مردمانِ فتنہ انگیز را بکاؤ کاؤ از خانہ بیروں کنند

دانندۂ ایں حکایتِ نغز | از پوست چنیں بروں دہد مغز

کاں روز کہ نوفلِ سپہدار — بربست میاں بعزمِ پیکار

چنداں بہ زمیں فتاد مردم — کاندر تہِ کشتہ شد[1] زمیں گم

چوں کوکبۂ مصاف بشکست — ہر خستہ کہ رستہ بود می جست[2]

خلقے ز دو سوئے خستہ و ریش — رفتند بسوئے خانۂ خویش

ماندند برآں بساطِ ناورد — مجنون و یکے رفیق و ہمدرد

دیوانہ کہ جائے دید خالی — برجست چو دیو لا اُبالی

رخسارہ ز خونِ کشتگاں شُست — ہم در صفِ کشتہ خوابگہ جُست

اُفتاد چناں میانِ خوں غرق — گر کشتہ نہ بود تا بد و فرق

ق چوں ماند فتادہ بر زمیں دیر — تشنہ جگرے ز جانِ خود سیر

مرغاں کہ باوج مے پریدند — گستاخ بسوئے او دویدند

زاغ بسرش نشستہ خونخوار — در دیدہ کشی کشیدہ منقار[3]

واں ہا یہ دراں اسیرِ بے صبر — می دید و ہمی گریست چوں ابر

چوں کرد نگاہ مردِ ہشیار — کاں چشم ز سرمہ بیند آزار

شد بر سرِ آں خرابِ خونی — تا و اخردش ازاں زبونی

پرندہ ہوا گرفت چوں دود — واں سوختہ خاست آتش آلود

---

[1] زمیں زیرِ انبارِ کشتگاں بپوشید ١٢ اشش

[2] می جست می تپید ١٢ ش

[3] مراد منقارِ زاغ بہ مناسبتِ سیاہی میلِ سرمہ ١٢ حسرت

ز دلغرہ کہ ایں چہ وسندا رست — آزردنِ دوستاں نہ یارست

چوں دیدہ بدشمنی دلم خست — از دشمنِ خانہ چوں تواں رست

چنداں بنظارہ کردہ شادم — کاندر غمِ کورِ نیش فتادم

امروز کہ اتفاقِ آں بود — کاں کینِ کہن بروں کشم زود

اے دوست بہ من کجا فتادی — کیں دشمن را اخلاص دادی

نے دیدہ کہ آفتِ تست در پوست — ایں آفتِ من ز دیدنِ اوست

زیں شرم کہ روئے یار دیدہ است — دستم ز گزندش آرمیدہ است

بے قصدِ من از غیب جائے — می شد ز سرم چنیں بلائے

گر نیست سیاستے دگرگوں — کم زاں کہ کنم ز خانہ بیروں

یارب کہ ترا چہ آرزو بود — کوشش بہ زیانِ من دریں سود

دیدہ چہ بدے اگر نبودے — چہ دید کہ کاش سر نبودے

جاں در سرِ ایں جریدہ کردم — سر در سرِ کارِ دیدہ کردم

کو دشمنِ دوستروئے بنگر — تا سر دہمش دو دیدہ بر سر

اے دشمن اگر بکشتن آئی — تا تیغ بجوئم آزمائی

چشمم بکن اوّل ار توانی — گر سر بری آں گہے تو دانی

کافتاد چو فرق بر زمینم — رسوائیِ چشمِ خود نہ بینم

زینساں بہ عتابِ تلخ لختے — می خورد جگر چو شور بختے

وآں مردِ سِرہ[۵] که بود یارش — حیراں شده در طریقِ کارش

زاں شیوه که حالتے عجب دید — بگریست گہے گہے بخندید

گفتا اے گہرِ آدمی پاک — وز بہرِ تو صد ہزار دل چاک

گر تو ز حیات سیر گشتی — در کشتنِ خود دلیر گشتی

آں را که بود سرِ وفائے — چوں بیند رنجِ آشنائے

آں دیو بود نه آدمی زاد — کز اندهِ دیگرے شود شاد

با آں که ز دیده رنج بودت — چشم آں چه نمود نی نمودت

گر دیده بصد جفا کنی ریش — معذور بوی و لے بیندیش

کاں وز که رو برو نشینی — رویش به کدام دیده بینی

مجنوں که شنید نامِ دیدار — گشتش بهزار جاں خریدار

از وجد برقص شد چو مستاں — زد زمزمه چوں هزار دستاں

زاں قصه بدیہه بر انگیخت — می گفت و ز دیده اشک می ریخت

از گفتِ خودش چو وقت خوش گشت — بر داشت ز بیخودی رهِ دشت

او رفت چو بادِ بے سر و پاے — همره بشگفت ماند بر جاے

آمد بسوے قبیله نالاں — زاں مرغ پریده دست مالاں

گریاں بهزار ولولے و سیلے — شد تا بدرِ سراے لیلے

۵ سره خالص ۱۲ ش

لیلی کہ شنید نالۂ زار | برکرد چو ماہ سر ز دیوار
گفتا کہ تو کیستی بدیں روز | ویں گریہ چرا کنی بدیں سوز
رنجیدہ منم دریں جہاں بس | ویں کار منست چوں کند کس
تو نالہ مکن کہ خستہ مائیم | تن زن[1] تو کہ دل شکستہ مائیم
آں یار عزیز مہر پرور | چوں دیدہ در آں نشانۂ در
گفتا منم آشنائے یارت | دارم خبرے ز دوستدارت
لیلی کہ شنید دوست را نام | غلطاں بدر آمد از سر بام
بوسید بصد نیاز پایش | پرسید بہ لطف جاں فزایش
گفت اے سخنت بریں نکوئی | از بہر خدا کہ راست گوئی
کاں گم شدہ را چگونہ دیدی | وز صحبت او چہا رسیدی
روز از تف آفتاب چونست | شبہاش نہ دیدہ خواب چونست
دل را الم غم کہ مے سپارد | غم را بہ رخ کہ مے گذارد
پایش ز رحیل در چہ سنگ است | رویش ز سرشک بر چہ رنگ است
اندیشہ چیست در گمانش | افسانہ کیست بر زبانش
رنجہ چہ شوی برائے آں یار | گریہ چہ کنی برائے ایں کار
او یار منست یار تو نیست | ویں کار منست کار تو نیست

[1] تن زن لے قرار گیر ۱۲ حسرت

مردِ گذری ز سوزِ آں گفت — از دیده دُر و زلب گہر سفت

گفتا کہ مریض سیلِ اندوہ — کاں لالہ خوش ست بر سرِ کوہ

امروز برزمگاہِ نوفل — شد در صفِ کشتگاں مسلسل

چوں مُردہ او فتادہ بیہوش — با کشتہ و مُردہ شد ہم آغوش

چشمے کہ نہاد از غمش داغ — می کرد ز غصہ طعمۂ زاغ

ایں سوختہ گر نیامدے زود — آں زاغ زیانِ چشمِ او بود

چوں کرد عروسِ پرنیاں پوش — آزارِ دو چشمِ یار در گوش

خائید بدر دلعل چوں قند — ناخن زدو روئی و موئی برکند

پس باز کشاد چشم را پشت — تا دیده بروں کشد بہ انگشت

چوں دید عقوبتِ چناں را — طاقت برمید میہماں را

زد دست و گرفت آستینش — اُفتاد بہ پائے نازنینش

گفت اے پری ایں چہ کارِ دیو ست — تن زن کہ فرشتہ در غریو ست

یارے کہ تو زو بدیں خطائی — دار د چو من و تو روشنائی

او را چو دو مردم ست پر نُور — تو نیز مشو ز مردمی دُور

روزے کہ رسد نوید دیدار — با دوست دو دیدہ چوں کنی چار

بینندہ دوست را مکن ریش — شرمے ہم ازاں دو دیدہ خویش

واں کہ بدو دیدہ خورد سوگند — واں کس کہ بدیدہ دار پیوند

(۱۰ [illegible])

کاں گوہرِ پاک ناشکستہ است | وآں دیدہ زچشمِ زخم رستہ است

لیلیٰ چو شنید بیش و کم راز | آمد قدرے بہ خویشتن باز

جانش ز شکنجۂ بلا رست | شمعش ز طپانچۂ صبا رست

از شادیِ آں سخن کہ بگذشت | گردِ سرِ آں رفیق مے گشت

شرمندہ شد از حقِ وفایش | غلطید بعذر زیرِ پایش

از سوزِ دلش بسے دعا کرد | واں گہ ز برِ خودش جدا کرد

در از شدنِ ظلمِ گیسوی لیلیٰ بر مجنوں و زندہ داشتنِ مجنوں شبہائے فراق را بخیالِ لیلیٰ و روشن شدنِ مہرِ نوفل در آفاق و تیرگیِ روزِ مجنوں و لرزیدنِ پدرِ پیرِ مجنوں از دمہائے سردِ پیرِ سوادی و سوئے گرم مہریِ نوفل گریختن و گرم روی کردنِ آں مہربان بنتِ خود را کہ در پردۂ حیا آفتابے بود سایہ پرورد با مجنونِ تاریک اختر قران دادن و محترق شدنِ ستارۂ مجنوں و پیش از استقامت رجعت کردن

توقیع کشِ مثالِ ایں حرف | در نامۂ سخن چنیں کند صرف

کاں سوختہ خراب سینہ | او زنگ نشینِ بے خزینہ

از نوفلیاں چو بے غرض ماند
سختے ز فراق در مرض ماند

چوں پیکرش از نشانِ سُستی
آمد قدرے بہ تندرستی

باز از وطنِ خرد بروں جست
زنجیر برُید و بند بشکست

می گشت بگرد کوہ و صحرا
چوں خضر بروضہائے خضرا

نے دل خوش و نے خرد فراہم
دیوانہ و دیو ہمرہ و باہم

ہجرش زدہ تیر بر نشانہ
غم یافتہ مرگ را بہانہ

یاراں بتاسف از چناں یار
خویشاں متحیّر از چنیں کار

او دشت گرفتہ زار و دلریش
دشمن بملامت از پس و پیش

روبہ کہ تنک نمونہ باشد
در پیشِ سگاں چگونہ باشد

گوئی کہ فتد بجالگہ پیش
حالش بچہ ساں بود بہ بندیش

بومے کہ بروز جَہد از باغ
کم مرغ شود ز سیلی زاغ

مسکین پے پرسش بچارہ سازی
چوں شمع بخویشتن گدازی

در ہر طرفے بدرد پویاں
درمانِ غریب خویش جویاں

ہر جا کہ نشستے زار بگریست
بے گریۂ زار در جہاں کیست

واں مادرِ خستۂ جگر سوز
شب رنگ شدہ ز بختِ بد روز

روزِ طربش بشب رسیدہ
خونِ جگرش بلب رسیدہ

۵ جولاں گاہ ۱۲ حسرت

خسته جگر و مژه جگربار / وز بی‌جگری همه جگرخوار

در دسے که ز گوشهٔ جگر خاست / از بی‌جگری همه جگر کاست

روزے ز زبانِ راست بازی / در گوشِ پدر رسید رازی

کز مهر و وفاے آں یگانه / کاندر همه دهر شد فسانه

زاں گونه شده است نوفلش دوست / کاں دل شده مغز گشت و او پوست

گوید که اگر دل آیدش باز / من دختِ خودش دهم بصد ناز

پیر از خبرِ چنیں دل انگیز / برسوخته[1] شد چو آتشِ تیز

دیدش سر و تن ز سنگ خسته / چهره دژم[2] و جبیں شکسته

پیراهنِ پاره پاره چوں گل / خونابه چکاں ز دیده چوں مُل

از تفِ هوا چو دود گشته / پشتش ز زمیں کبود گشته

اوّل ز دو دیده سیلِ خوں ریخت / وانگه نمک از جگر بروں ریخت

کاے چشمِ من و چراغِ دیده / تو از من و من ز خود رمیده

دارم دلِ خسته درد پرورد / درمانِ دلم توئی دریں درد

در خانه خلف چراغ باشد / نے از پئے سینه داغ باشد

دانسته بُدم که روزِ پیری / گرد آوریم به دستگیری

اینم نه گماں که بختِ ناشاد / خارِ خسکم دهد ز شمشاد

---

[1] اے نزد مجنونِ سوخته رفت ۱۲ حسرت، [2] دژم، افسرده غمگیں (برہان) ۱۲ حسرت

تو دشت گرفتہ زار و بیحال ۔۔۔ مسکین دلِ ما درت بدنبال

زین گونہ کہ از تو در بلائیم ۔۔۔ دیوانہ تو نیستی کہ مائیم

دریاب کہ عزمِ کوچ کردم ۔۔۔ نزدیک شد آفتابِ زردم

زان پیش کہ بارگی کنم چست ۔۔۔ در جستنِ من عنان بکن سست

انگار گلِ ترا خزان برد ۔۔۔ وان ہم نفسے کہ داشتی مرد

زین گونہ مدہ بدیو خود را ۔۔۔ بگذار زمامِ دیو و دد را

یارے کہ نیایدت در آغوش ۔۔۔ آن بہ کہ کنی ز دل فراموش

شاخے کہ برش نہ زود باشد ۔۔۔ ہیزم بود ار چہ عود باشد

ق

بیدار نہ دہر ز میوہ مایہ ۔۔۔ یارے بودش فراخ سایہ

تو شاخ رسیدہ گشتی و تر ۔۔۔ نے سایہ بہ ما دہی و نے بر

گر جفت شدے علاقۂ[1] دُر ۔۔۔ باشد کہ نہ بودے این تحیّر

چون عشق بدل بود صواب ست ۔۔۔ مہ در شبِ تیرہ آفتاب ست

نوفل کہ بہ مہتری ست منسوب ۔۔۔ دارد پسِ پردہ دخترے خوب

در گلشنِ حسن سرو چالاک ۔۔۔ چون قطرۂ آبِ آسمان پاک

خورشید رُخے خدیجہ نامش ۔۔۔ پروردہ بعصمتِ تمامش

جوشندہ ولیک از تکبر ۔۔۔ در رشتہ کس نہ بندد آن دُر

---

[1] علاقہ رشتہ سلک ۱۲ اشش

زان رسمِ وفا که در تو دیدست — پیوندِ ترا بجان خریدست

در دل همه صحبتِ تو جوید — وز شرم بروے کس نگوید

پرسد خبرِ تو گاه و بیگاه — هم معتقدست و هم نکوخواه

گر سر به رضائے ما کنی راست — آن خواسته زانِ تست بیخواست

هم مادر امید خاص یابد — هم جانِ پدر خلاص یابد

ور خود زنی از خلاف تیرے — بیجان شده گیر زال و پیرے

گفتیم به تو غمِ نهانی — امّا سخنِ دگر تو دانی

دیوانه که این حدیث بشنید — دیوانگیش[1] ز سر بجنبید

می خواست که از درونِ پر سوز — گردد بخلاف پاسخ اندوز

لیکن چو فسونِ پیر بد چست — گرد از دمِ سخت او را سست

گویند که بود آن جفاکار — با مادر و با پدر وفادار

در خدمتِ هر دو کام ناکام — از خطّ رضا برون نزد گام

در پائے پدر فتاد فرزند — گفت اے دمِ تو مرا زبان بند

با آن که خرد زمن عنان تافت — از رائے تو روئے چون توان تافت

گر دل شد از آن نیار چالاک — پرورده تست آخر این خاک

با این حق نعمتے که داری — واجب نه بود حرام خواری

---

[1] ز سر ازسرِ او - یعنی دیوانگیش زیاده شد ۱۲ ش

این ست چو خواهش الٰهی / تن در دادم بهر چه خواهی

مادر پدر از چنان جوابی / بر آتشِ دل زدند آبی

رفتند ز خانه بامدادان / سوئے پدرِ عروس شادان

بستند کمر بجست و جوئے / کردند به پرده گفت گوئے

نوفل که بخاطر این هوس داشت / پیش آمد و پاسِ آن نفس داشت

گشتند دو دل رمیده باهم / رفتند بسوئے خانه خرم

بردند طرائفِ[1] عروسی / بغدادی و مغربی و روسی

صدگونه نوردِ مهترانه / دروائے[2] عروس زیب خانه

اسبابِ نشاط و مایهٔ سور[3] / شهد و شکر و گلاب و کافور

از گوهر و زر چنان که شاید / وز عود و قرنفل انچه باید

نوفل که ازان خبر شد آگاه / شد با همه نزل بر سرِ راه

آراست بر آن نمط که دانی / روزِ دو سه برگِ میهمانی

اشرافِ قبیله را طلب کرد / عالم به نشاط پُر طرب کرد

دامادِ عزیز را درون خواند / در پیشگه بساط بنشاند

بنشست فقیه عیسوی دم / بنیاد نکاح کرد محکم

---

۱ طرائف تحائف ۱۲ ش ۲ دروا چیزے ضروری و مایحتاج (برہان) ۱۲ حسرت

۳ سور خوشی ۱۲ ش

هر محتشمی و نامداری / می کرد لعبتی بخود نثاری

چون نافه کشاد گیسوی شام / مه جلوه کنان برآمد از بام

از طوق زر و علاقهٔ دُر / شد گردن و گوشِ آسمان پُر

از روی عروس پرده بر شد / داماد به پردهٔ خاص در شد

در حجلهٔ لعبتانِ آزر / بنشست فراز کرسیِ زر

آمد بنوای خوش آهنگ / بر چرخ رسید نالهٔ چنگ

شد جلوه نمای بتِ حصاری / چون گل به نسیمِ نوبهاری

نازک بدنی چو دُرِّ مکنون / مجنون کُنِ صد هزار مجنون

هر کس بهوس نگاه میکرد / مجنون میدید و آه میکرد

هر کس صفتِ جمال میگفت / مجنون سخن از خیال میگفت

هر کس گهرِ خریده می ریخت / مجنون ز سرشکِ دیده می ریخت

هر کس بطرب بکارِ خود بود / مجنون بهوای یارِ خود بود

هر کس شمعی بسوز بر داشت / مجنون همه سوز در جگر داشت

هر کس بطریقِ دوستداری / می خواند دعای سازواری

او قصهٔ جانِ ریش می خواند / و افسونِ خلاصِ خویش میخواند

می کرد بسینه یادِ دلخواه / میشست بگریه دست از ماه

بیرون خوش و از درون دلتنگ / تن حاضر و دل هزار فرسنگ

چون حنظل تر ز ذوق بے بہر	بیرون تر و تازہ اندرون زہر
می خواند و اِنْ یَکاد[1] ہر کس	او سورۂ نُوح و تبّت[2] و بس
مطرب ز طرب ترانہ می زد	او نالۂ عاشقانہ می زد
از ہم نفسے کہ دل نفورست	عفریت نماید ارچہ حورست
لوزینہ کہ سازوار جان ست	بر معدۂ پُرخوری زیان ست
سیراب کہ شربتش چشانی	زہرش بود آب زندگانی
مفلس کہ بکشت خوشہ چین ست	خار خسکش گل انگبین ست
چون کرد عروس جلوۂ حور	در پردۂ مہد گشت مستور
بردند گہر فشان براہش	زانجا بہ طرب سرای شاہش
در پردۂ عصمتش نشاندند	صد ہدیہ بدامنش فشاندند
چون شد گہ آن کہ خرم و شاد	ہمخوابہ شوند سرو و شمشاد
مہ در پئے آنکہ کے شود جفت	دیوانہ ز باد نوبر آشفت
از تخت شہی سبک فرو جست	بر روئے زمین چو خاک شد پست
از بسکہ گریست سینہ پرتاب	شد نقش بساط شستہ زان آب
دیوانہ بدرد خود گرفتار	حیران شدہ ماہ نو در آن کار

[1] آیۂ قرآن کہ برائے دفع نظر بد خوانند ۱۲ حسرت

[2] سورۂ نوح و تبت شان جلالی دارد ۱۲ اش

نے او ہمہ شب غنود از سوز
نے لعبتِ نو زبختِ بد روز

شب گیر[۱] کہ ابرِ نو بہاری
بگریست چو عاشقاں بزاری

از باغ نسیمِ صبح می جست
کاں مرغ رمیدہ دام بگسست

ہر شخص فرو درید جامہ
ہم کفش گذاشت ہم عمامہ

بر بوئے گلے کہ بود یارش
دامن نہ گرفت ہیچ خارش

بر نجد شد و طواف مے کرد
با خاطرِ خود مصاف مے کرد

سوزاں غزلے کہ دل کند ریش
می خواند بہ حسبِ حالتِ خویش

در پیشِ خیال نالہ میکرد
وز خونِ جگر نوالہ میکرد

مادر کہ شنید قصۂ دوشش
سوئے پدرش دوید بہوشش

ناخن زد و چہرہ غرقِ خوں کرد
دامن ز سرشک لالہ گوں کرد

بیچارہ پدر ز پا در افتاد
ہم شیشہ شکست و ہم خر افتاد

آسیب زمانہ چوں در آید
از شاخ ہمن خشک بر آید

گشتند موافقان و خویشاں
زیں واقعہ جملہ دل پریشاں

از ہر ستمے کہ در سرشت ست
از نامۂ روزگار زشت ست

دوران بلا چو در رسد تنگ
دیوانہ بگو دکاں زند سنگ

اندیشہ کہ گم کند ہوس را
یارب کہ مباد ہیچ کس را

---

[۱] شب گیر بروزنِ تکبیر بمعنی صبح و سحرگاہ (برہان) ۱۲ حسرت

شنیدن لیلی آوازهای رفتن تزویج مجنون و از آن حرارت سوختن و به آب تدبیر فرستادن نامه فرونشاندن آن آتش

گوینده این کهن فسانه / زان شعله چنین کشد زبانه

کان شمع نهان گداز شب خیز / پروانه صفت بر آتش تیز

چون یافت خبر که یار برگشت / و اندیشهٔ دل قفای سر گشت

روزی دو سه در ز خلق در بست / وز خون دلش زمین جگر بست

نزدیک بمردن از دم سرد / نی رغبت خواب و نی غم خورد

آن را که دل از شکیب فرد است / از شب تا روز یار درد است

غمناک به پیچ و تاب باشد / بی غم همه شب بخواب باشد

از تافتگیست رشته را پیچ / کس تاب ندید پنبه را هیچ

او خود غم عشق داشت بر کار / شد با غم عشق غیرتش یار

کبکی که شکسته بال باشد / شاهین زندش چه حال باشد

چون رخنه فتد به بام خانه / بر ابر سیه نهد بهانه

بیمار که تب مدام دارد / طاعون زندش چه طاقت آرد

چون غمزده را دران تحیر / از خوردن غم روانه شد تیر

بس کاندهٔ سینه شد فزونش / از دل به دهن رسید خونش

تیمارِ دلش بجاں نگنجید / جاں خود چه که در جهاں نگنجید

شد در پئے آں که دل بکاود / وز غم قدرے بروں تراود

کاغذ طلبید و خامه برداشت / ترتیبِ سوادِ نامه برداشت

سودائے جگر بنامه می ریخت / خوں نابه ز نوکِ خامه می ریخت

کاغذ چو تمام شد نوردش / از خونِ دو دیده مُهر کردش

وانگه طلبید قاصدے چست / کز باد به تگ حریف مے جست

دادش که رساں به آں خرابش / باز آر و به من رساں جوابش

قاصد شد و آں صحیفه را بُرد / وآں جا که سپردنی است بسپرد

مجنوں که شنید نامهٔ دوست / می خواست بروں فتادن از پو ست

برجست و به پائے قاصد اُفتاد / چوں شاخِ بنفشه در رهِ باد

گرد از قدمش بدیده می رُفت / بر گریهٔ خویش پائے می کوفت

زاں لوله چوں دمے بیاسود / بکشاد نوردِ نامه را زود

دید از قلم جراحت انگیز / در دوده سرشته آتشِ تیز

نامه نوشتن لیلی از دودِ دل سوئے مجنوں ماجرائے دل و دیده بر آں آشنا عرض کردن

آغاز صحیفهٔ معانی / برنامِ خدائے آسمانی

خلاق جہاں بہ بے نیازی — فیاض کرم بکار سازی

برپائے کن بلند و پستی — پروانہ دہ برات ہستی

بر دامن گل نسیم گستر — در حمل صدف یتیم پرور

دل گشتہ از و خزینۂ راز — ہم خازن و ہم خزینہ پرداز

آن را کہ حد ایستے رساند — حد کہ بود کہ واستاند

وان را کہ کند ز روشنی دور — آن کیست کہ باز بخشدش نور

وانگہ زخراش سینۂ خویش — خون نابہ فشاند از دل ریش

کین نامہ کہ ہست چون نگارے — از دل شدہ بہ بیقرارے

یعنی ز من ستم رسیدہ — نزدیک تو اے ز من بریدہ

اے عاشق دور ماندہ چونی؟ — بے شمع ز نور ماندہ چونی؟

چونست سرت ببالش خاک؟ — خونی از رخ تو کہ می کند پاک؟

از من بکہ مے بری حکایت؟ — با خود ز چہ مے کنی شکایت؟

روزت دانم کہ شب نشانست — شبہائے فراق بر چسانست؟

گریہ برہ کہ مے کنی ساز؟ — دیدہ برخ کہ مے کنی باز؟

در گوش کہ نالہ میرسانی؟ — در پائے کہ قطرہ میچکانی؟

بازار تو در کدام سویست؟ — سیلاب تو در کدام جویست؟

ہمدرد تو زین غم نہان کیست؟ — غمناک تر از تو در جہاں کیست؟

(از بحبن) (از دلی)

جایت بکدام خاکدانست؟ — رویت بکدام آستانست؟

تکیه بدرِ که میکنی خواست؟ — بالین ترا که میکند راست؟

زنجیرِ[1] بر کدام کوئی — مجنونِ کدام خوب روئی؟

جانت که هزار داغ دارد — تسکین بکدام باغ دارد؟

جسمت که بروے خاک خفتہ است — از نوکِ کدام خار سفتہ است

پشتِ تو بہ بسترِ ذلیلان — چون ست بسایۂ مغیلان؟

غم را بچه شکل می شماری — شب را بچه روز می گذاری

تا ظن نبری که من صبورم — نزدیکِ تو ام اگرچه دورم

غمناک مشو کم از تو غم نیست — بر سنگ هنوز شیشه کم نیست

دردت ز من ست گرچه حالی — من نیز نیم ز درد خالی

شمعے که بر آتش ست تا روز — پروانه کُش ست و خویشتن سوز

آبے که بغرق می کشد فرق — او هم بمغاک می شود غرق

چون عشق دلم ز دست بربود — دل دادنِ[2] کس بجا کند سود

چون ز آتشِ تیز پرنیان سوخت — از سوزن و رشته کے توان دوخت

چون دل ز حصار گشت خندان — پیوند کنند بآبِ[3] دندان

بگداخت ز سوزِ دل وجودم — وز اوجِ فلک گذشت دودم

[1] مراد اسیر و پابند ۱۲ حسرت [2] دل دادن تسلّی دادن ۱۲ اشش
[3] لعابِ لب ۱۲ اشش

تو گرچه ز عشق تنگ تاری — بارے قدمِ فراخ داری
گر پیش روان شوی وگر پس — دستے نزند بدامنت کس
مسکین منِ مستمندِ بندی — موقوفِ سرائے دردمندی
خو کرده بگوشهٔ ندامت — زندانیِ درد تا قیامت
پروردهٔ غم شدست جانم — فرسودهٔ محنت استخوانم
تا بسترِ تو زمین شنیدم — من نیز همان زمین گزیدم
گر حلّه برآری از حریرم — بینی همه نسخهٔ حصیرم
چون سایه رود براه با من — فرقے نه کنی ز سایه تا من
گنجِ تو ز مایه گشت دریاب — خورشیدِ تو سایه گشت دریاب
گر هست ترا یقین مرا نیست — در هستیِ خود که هست یا نیست
گشتم به یگانگی چنان چست — کین هستیِ من ز هستیِ تست
هر خار که پائے تو کند ریش — من از دلِ خود برون کنم نیش
هر تاب که بر تو ز آفتابیست — سوزش همه بر منِ خرابست
هر آبله کافتدت برفتار — از دیدهٔ من تراود آزار
هر سنگ که پهلوے تو خستست — اینک تنِ من ازان شکستست
هر کوه که جائے تست غارش — بر جان و دلِ من ست بارش
هر باد که از رهِ تو خیزد — در دیدهٔ من غبار بیزد

من بی تو چنین بغم نشسته — از هر که بجز تو رشته بسته
تنهائی و گوشهٔ و دردی — وز آبِ دو دیده آبخوردی
مشغول بدین شکنجهٔ درد — کان گم شده را کجاست ناورد
وان سینهٔ بی فراغ چون ست — زندانیِ بی چراغ چون ست
ای خار چو پهلوش کنی ریش — از آتشِ آهِ من بیندیش
ای گرد چو بر تنش نشینی — بارانِ سرشکِ ما ببینی
روا ای دمِ سردِ من براهش — خاشاک بچین ز تکیه گاهش
اینم نه گمان که یارِ دلسوز — شبها بوصال می کند روز
در کوی دگر همی زند گام — با یار دگر همی کشد جام
گر یارِ نو آمدت در آغوش — از یارِ کهن مکن فراموش
بیگانه مشو چنین بیکبار — آخر حقِ صحبتی نگهدار
گر باده و گر خمار بودیم — روزی من و تو نه یار بودیم
گر لاله و سرو در شمار ست — آخر خس و خار هم بکار ست
گیرم که تراست لعل در چنگ — مشکن بدکانِ شیشه گر سنگ
گر تو خوشی از همای دیدن — نتوان سرِ باکیان بریدن
کو آن نفسِ وفا شمردن — در کشمکشِ نیاز مردن
گفتی سخنی ز دوستداری — پس روی بتافتی ز یاری

دیدی که بمعرض هلاکم / چون باد برون شدی ز خاکم

بیگانه صفت خرام کردی / بیگانگی تمام کردی

بسیار مئے جفا چشیدی / بیخوابی و بے دلی کشیدی

اکنون که بوصل خفته‌ئی شاد / همخوابهٔ تو مبارکت باد

بخت من اگر ز من شد آزاد / آن را که رسید یار او باد

با این همه دوستدار و یارم / با یار تو نیز دوستدارم

او گرچه که دشمنے ست رپو دست / از دوستیت گرفتمش دوست

ممکن نبود چو بر عدو زور / شوریده بجانم ار کنم شور

چشمے که کند ستیزه با خار / بندد ره روشنی به مسمار

آن یار که دوست داشت یارم / دشمن بودم ار نه دوستدارم

گر تو نه کنی بهر یادم / از تربیت غم تو شادم

آن کس که زند ز عاشقی دم / از خوردن غم کجا خورد غم

آتش زده هر انجمن من / ترسم که کنی گله هم از من

سیلے که زند طپانچه بر سنگ / خونابه زنان رود بفرسنگ

چون باز کشی ز دست دامن / بازیچه شوی ز گفت دشمن

عشق از تو اگر غبار خود رفت / کازرده همی شوی ز هر گفت

مرغے که بشاخ دل نه بندد / طیره شود ار گلے بخندد

نگشاید این دل ز بوئی نم	کز گریه گره شده است خونم
بگذشت چو زهر من ز تریاک	تو دیر بزی که من شدم خاک
در دو تو رفیق جان من باد	همخوابهٔ خاکدان من باد
چون خوانده شد این ورق تمامی	دل سوخته پخته شد ز خامی
غلطید میان خاک لختے	چون باز زده کهن درختے
پس قاصد نامه را بفرمود	کارد قلمے و کاغذے زود
قاصد بسوئے قبیله شد راست	و آورد و سپرد آنچه او خواست
دیوانه ز راز پرده برداشت	می ریخت غمے که در جگر داشت
اوّل بگه قلم گذاری	کرد از سر خستگی و زاری

جواب نوشتن مجنون مرفوع القلم از سیاهی آبناک دیده نامهٔ حسرت لیلی را و ریشهائے سربسته از نوک قلم خاریدن و خون سوخته بر ورق چکانیدن

آغاز سخن بنام شاہے	کاراست چو چرخ بارگاہے
خورشید فروز انجم آرائے	بنیاد کن عقل معرفت زائے
سازندهٔ گوهر شب افروز	روزی دهٔ جانور شب و روز

دیباچہ کشائے باغ و بستاں
گویا کنِ بلبلاں بدستاں

برتر ز نشانہ گاہ فرہنگ
نزدیک شکستگانِ دل تنگ

در کتب کنِ صحیفہ پیوند
بر کن کنِ جہاں خداوند

صنع[1] از کرمِ قضاست طرفے
حم[2] ز حمدِ او دو حرفے

زاں صنع کہ کائنات چیزیست
ملکِ ازل و ابد پشیزیست

زیں گونہ[3] ز نافہ پوست کندہ
پس بوئے جگر بروں فگندہ

کیں قصہ محنت از غمینے
بر سیمبرے و نازنینے

یعنی ز منِ خراب و رنجور
نزدیکِ تو اے ز مردمی دور

بگذر ز منِ عتاب[4] روزی
چندم بعتابِ تلخ سوزی

من خود ز زمانہ در ہلاکم
تو نیز مکش بخون و خاکم

اکنوں کہ ز دست شد عنانم
از طعنہ چہ میزنی سنانم

با تو بدلم دگر نگنجد
حقا کہ خیال در نگنجد

با دا چہ گل آردم ز کویت
گل ننگرم از برائے رویت

خواہم شبِ تیرہ با تو نشینم[5]
تا سایہ برابرت نہ بینم

---

[1] یعنی عالم مصنوعات از قضائے ربانی کہ محیط ہمہ چیز ست جزو قلیل ست ۱۲ حسرت [2] حامیم مراد از حم سورۂ قرآن ۱۲ حسرت [3] یعنی اول مشک حمد افشاند پس از آں حالِ دل بخون نوشت ۱۲ حسرت [4] عتاب روزی آنکہ عتاب را روزیِ او کردہ باشند پس معنیِ بیت این باشد کہ از من کہ عتاب انجنس نصیبم کردہ اند بگذر، مرا تا چند بعتابِ تلخ خواہی سوخت ۱۲ حمید [5] نشینم مخفف نشینم و سایہ در شبِ تیرہ محسوس نمیشود ۱۲ ش

با غیر چه کار تا تو هستی / در قبله خطاست بت پرستی

عشق از دو صنم بود عنان تاب / چون دین ز تو جهد و دو محراب

جان رفته ز سینه دیر شد دیر / نبود به یکی میان دو شمشیر

در سینهٔ من که می کند سیر / اندیشهٔ تست نی غم غیر

نیلوفر تر که تازه روی ست / از چشمهٔ خور نه ز آب جوی ست

یکدل ز تو شد غبار هر کو / بهر دگرے دل دگر کو

غیر تو و پس درین دل گم / یک دیده و آنگهی دو مردم

تا یکسر مو بود بجایت / موئے نه کشم سر از هوایت

تا در سر شمع نور باشد / پروانه کجا صبور باشد

نزدیک بمردنم ز دوری / دور از تو و آنگهی صبوری

اینجا من و دلستانم آنجا / آنجاست دلم که جانم آنجا

من تنگ دلم تو در دل تنگ / صحبت دو کمن بمنزل تنگ

آن را که دو یار در دل آید / تنگ نیست دل فراخ باید

گر کرد سپهر بی طریقم / تهمت زده دگر رفیقم

نے خواهش دل مرا بدان داشت / کز قبله به بت نظر توان داشت

بنشاند مرا چنین بر آذر / حکم پدر و رضائے مادر

مهرے که بسینه داشت رویم / بر روئے پدر چگونه گویم

آں یار کہ جز تو در کنار است | سرو است و مرا درختِ خار است

گر گل[1] بودم بدیدہ یا خار | اولیٰ تر ازاں کہ روئے آں یار

دعوائے وفا کنم کہ یارم | پس از تو بجز تو چشم دارم

چشمت[2] چو کند بروئے من ناز | در روئے تو دیدہ چوں کنم باز

بادام دو مغز در یکے پوست | از غایتِ سخت چشمیِ[3] اوست

زاں مہ کہ چو شب رمیدم از نور | جز یک نظرش ندیدم از دور

ہر چند بعقد بود جفتم | نادیدہ رخش طلاق گفتم

گر بود نظر بدل فروزی | دیدارِ توام مبادا روزی

در سر کنم دوئی ہمہ گاہ | گر سر دو کنی بہ تیغ کیں خواہ

مومن بوفا دو روئے نبود | ور ہست یگانہ[4] گوئے نبود

بر من چہ کشی بخشم شمشیر | من خود شدہ ام ز جانِ خود سیر

بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں | چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں

بیدار برائے آخریں خواب | چوں اشترِ عید و گاوِ قصاب

امروز کہ من بدیں خر استم | تو نیز فرزن بدور باشم[5]

جاں کز تو رمید زخمِ غم خورد | تن نیز دریں شکنجہ خم خورد

[1] گل بمعنی اخگر آتش ۱۲ حسرت [2] یعنی چوں دل بدیگرے دہم وقتے کہ تو روبرو شوم و چشم تو بر روئے من ناز کند در روئے تو دیدہ چوں باز کنم ۱۲ حسرت [3] سخت چشم شوخ و بیحیا (بہار عجم) ۱۲ حسرت
[4] یگانہ گوئی موحد ۱۲ حسرت [5] بارے زائدہ ۱۲ حسرت

آن دل کہ کشد ز دست دامن ‏ ‏ ‏ ناچار خورد قفائے دشمن

یارے کہ برد ز صحبتِ یار ‏ ‏ ‏ منظوم شود بسلک اغیار

در کوئے تو دل کہ بوئے جان یافت ‏ ‏ ‏ گم گشت چنانکہ کم توان یافت

گر باز بیابم آن دلِ گم ‏ ‏ ‏ ندہم بہمہ اسے نگہے بردم

جانے ست بموئے تو گرفتار ‏ ‏ ‏ خواہیش بہ بند خواہ بگذار

مرغے کہ قفس بریخت از تن ‏ ‏ ‏ بیہودہ بود قفس شکستن

گر جان ز پئے رحیل شد چیست ‏ ‏ ‏ غم نیست کہ جانِ من غمِ تست

جان حیف بود بہائے این غم ‏ ‏ ‏ آخر غمِ تست چون زنم کم[1]

ہر جا کہ کنم نشست یا خاست ‏ ‏ ‏ چون در نگرم غمِ تو آنجاست

شبہا ز غمت بسوزِ من کیست ‏ ‏ ‏ من دانم و شب کہ روزِ من چیست

ہمسایہ نخفت ز آہِ سختم ‏ ‏ ‏ وز خوابِ ابد نخاست بختم

خوابم نہ اگر ز یادِ ماہے ‏ ‏ ‏ یا ہم ز خیال تکیہ گاہے

در خواب چو دامنِ تو گیرم ‏ ‏ ‏ بیدار شوم وسلے بمیرم

خفتن چو بجز چنین ندانم ‏ ‏ ‏ می ترسم از آن کہ خفتہ مانم

فریاد کہ دل وبالِ من شد ‏ ‏ ‏ رسوائی من جمالِ من شد

بر خاکِ درِ تو سنگسارم ‏ ‏ ‏ در سنگ طلب کنی ندارم

---

[1] کم زدن حقیر و فرومایہ شمردن (بہار عجم) ۱۲ حسرت

بین بر تنِ من نشانِ خاشاک / چون هندسه به تختهٔ[1] خاک

پشتم که ز رستم هزار دارد / جدول ز خراشِ خار دارد

از خار مرا کبودیِ تن / گوئی زده اند حله سوزن

پهلوے بنفشِ من نگر چیست / چون ابروے وسمه کرده ایست

چون تن بفراق اسیر باشد / خار و خسکش حریر باشد

با رنج خودم چنان خوش افتاد / کز راحتِ کس نیایدم یاد

اشتر که بخار خوے دارد / حلوا به پیشش چه روئے دارد

آن مرغ چه ترسد از بطانه[2] / کو خار خورد بجاے دانه

من دور ز تو غبار در چشم / نے نے غلطم که خار در چشم

تو پاے ز خارِ من نگه دار / دامن ز غبارِ من نگه دار

گر تیغ زنی بر آستانم / من شیده به دوستی همانم

از من بجهان چنان رمیدی / کز کوے وفا عنان کشیدی

تو فارغ و دل بسے فغان زد / هر ماه طپانچه چون توان زد

آسوده که با فراغِ دل زیست / او کے داند که سوزِ دل چیست

باغے که خزان نه دیده باشد / برگ و گلش آرمیده باشد

یارے که دلش ز مهر پاک است / او را ز گزندِ من چه باک است

---

[1] منجمان را تخته حساب می باشد که بران خاک انداخته نقوش حساب طالع درست کنند (غیاث) ۱۲ حسرت

[2] بطانه اندرون شکم و سینه (غیاث) ۱۲ حسرت

ترکے کہ بر آہو افگند تیر — خوشدل شود از ہلاکِ نخچیر
شاہیں کہ دہد کلنگ را خم — از رنجِ دلش کجا خورد غم
برداشتہ ام ز خویشتن دل — بسم اللہ اگر کنند بسمل
چوں بر سرِ گنج پاسدارم — از تیغ چرا ہراس دارم
شب رو[1] کہ برد زبانہ نور — جلاد بکشتنہ ہست معذور
بر کشتنِ من چو کامگاری — مردار شدن چرا گذاری
میشے کہ زجاں فتد تباپاک — ہم تیغ شباں سرش برد پاک
شد سوختہ جانِ ناشکیبم — تا کے بزباں دہی فریبم
بس ابر کہ تند سر بر آرد — آواز دہد دلے نبارد
دلہا بستیزہ خست نتواں — قارورہ[2] برہ شکست نتواں
بر بے گنہ آں کہ شد ستم سنج — آخر بود از ندامتش رنج
آں گرگ بود نہ آدمی زاد — گر خوردنِ خون مے شود شاد
وز دے کہ تباہ بستہ[3] پیوست — مالد بافسوس دست بر دست
فریاد کہ خوردیم ہمہ خوں — زیں فتنہ خلاص چوں بود چوں
زنجیر گسستن ست کارم — موئے ز تو بگسلم نیارم

(آزادی)

۱ شب رو عیار و طرار (مصطلحات ارستہ) ۱۲ حسرت ۲ قارورہ شیشہ ۱۲ ش
۳ اے گرفتار شد ۱۲ حسرت

گیرم نه‌ای ز وصل بویم — کم زانکه نگه کنی بسویم

بردار ز مطرحِ هلاکم — افتاده رها مکن بخاکم

چون ثبت شد آنچه بود پنهان — وان نامه ز درد شد به پایان

تاریخِ فراق بادرش کرد — عنوانِ سرشک بر سرش کرد

بسپرد بقاصدِ سبک سیر — تا بستد و بر پرید چون طیر

برد آن ورق و بنازنین داد — غنچه بکنارِ یاسمین داد

چون نامه بدید ماهِ بی صبر — از نومیدی گریست چون ابر

بگشاد و بخواند و بسنجید — در هر ورقی بدرد پیچید

از پوزشِ عذرِ بیکرانش — تسکینِ تمام یافت جانش

از خواندنِ نامه چون بپرداخت — تعویذ گلوی خویشتن ساخت

عزیمت دوستانِ جانی سوی مجنون و ورا از دیولاخ کوه افسول در حلقهٔ مرهمان در آوردن و سایه گرفتن او از درختانِ سایه دار و چون باد سوی باغ دویدن و آهنگِ عنانِ باغ کردن با بلبلِ نالان گل بانگ زدن

چون نافه گشاد بادِ نوروز — بشگفت بهارِ عالم افروز

ابر از صدفِ سپہر گیر / در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از علمِ بلند پایہ[1] / بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل / آراست گلوئے گُل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں / پُر شیر شدش ز ابرِ پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہر دار / شد بر سرِ یاسمیں گہر بار
نازک تنِ لالۂ دل افروز / لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
با شاہدِ دے خجستہ ناماں / گشتند بہر چمن خراماں
ہر کس بعزیمتِ تماشا / مجنونِ دلِ رمیدہ حاشا[2]
ہر کس شدہ در کنارِ آبے / مجنونِ خراب در خرابے
ہر کس صنمے چو گل در آغوش / مجنونِ رمیدہ خار بر دوش
ہر کس بسوئے چمن شتاباں / مجنونِ رمیدہ در بیاباں
ہر باد کہ از بہارش آمد / بگریست کہ بوئے یارش آمد
ہر گل کہ شگفتہ دید بر خاک / کرد از غمِ دوست پیرہن چاک
یک روز در اینچنیں بہارے / می گشت بگردِ چشمہ سارے
با خود بہزار جاں گدازی / می گفت نشیدِ عشق بازی
پیرامنِ او ز خویش و پیوند / حاضر نہ کسے مگر دوسے چند

[1] جوہر دار ۱۲ حسرت [2] یعنی حاشا کہ میل تماشا کند ۱۲ حسرت

آن کس کہ بدشت و کوہ خو کرد — زو اُنس نشاید آرزو کرد

آہو کہ خورد بدشت خاشاک — باشد چو خانہ نزد او خاک

مرغے کہ ز سبزہ دشت شد خوش — زندانِ قفس کجا کند خوش

مردے کہ گرفت میلِ صحرا — در خانہ بری رود بصحرا

او بود و غمے و بادِ سردے — گز دور پدید گشت گردے

یارِ دو سہ محرمانِ دردش — خونابہ[1] دوائی روئے زردش

بودند بکوہ و دشت پویاں — واں گم شدہ را بخاک جویاں

صحرا چو غبارے نوشتند — تا بر سرِ خلوتش گذشتند

در کوچ[2] گہش جنازہ راندند — وز دور جنازہ را نشاندند

رفتند پیادہ پیشِ مجنوں — ریزان ز دو دیدہ دُرِّ مکنوں

دیدند بگوشۂ خرابے — غولے بکنارۂ سرابے

زنجیر ز ہمدماں گسستہ — در حلقۂ دام و دد نشستہ

از دامنِ پارہ خاک می بیخت — وز دیدہ دُرِ سرشک می ریخت

گفتند کہ اے رفیق چونی — در خونِ جگر غریق چونی

آخر چہ شدی کہ وا رمیدی — وز صحبتِ دوستاں بریدی

خو باز گرفتی از ہمہ کس — با شیر و گوزن ساختی بس

---

[1] خونابہ زدلئے خون صاف کنندہ ۱۲ حسرت [2] اے بہ مقامش ۔ چہ کوچ یعنی خانہ کوچ ہم است کہ زن و فرزند و عیال باشند (برہان) ۱۲ و چغد را ہم گفتہ اند کہ در ویرانہ آشیاں کند دریں صورت کوچ گہہ ویرانہ و خرابہ باشد ۱۲ حسرت

زیبیان نبرند آشنائی
مردم نه کنند چنین جدائی

هر جنس ز مردم و دد و دام
در صحبتِ جنس گیرد آرام

قمری که نوائے عشق سنجد
با زاغ نشانیش برنجد

بوم آید سوے بوم منحوس
طاؤس بجلوه گاهِ طاؤس

تو مردمی و دانشی ز حد بیش
چون ست که با ددان شدی خویش

برخیز که گل شگوفه نو کرد
دلها به نشاطِ مے گرد کرد

وقتِ چمن ست و بوستان هم
با منتظریم و دوستان هم

امروز اگر دمے چو یاران
باشی بمراد دوستداران

گلگشتِ چمن کنیم چون باد
باشیم بروے یکدگر شاد

بینی رخِ دوستانِ جانی
بے دوست مباد زندگانی

مجنون ز دو دیده آب بکشاد
وانگه گره از جواب بکشاد

گفت ای شب و روزتان همه سور (شما ۱۲)
بادا شبِ تان ز روز من دور

من کز گل جهان شدم فرد
با زم بجهان چه جائے ناورد[1]

ویرانهٔ من اگرچه زشت ست
چون خو گرفته ام بهشت ست

زان گونه ببانگِ بوم شادم
کز بلبلِ مست نیست یادم

در وست چنان خوش ست خارم
کز باغِ کسان خبر ندارم

[1] ناورد بمعنی جدال و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

غولے کہ بدشت خونریزرد — در باغ برش[1] جا نہ گیرد

آں را کہ خیالِ یار باشد — با سرو و گلش چہ کار باشد

بگذر کہ چمن چو یارِ من نیست — واں گل کہ مراست در چمن نیست

یاراں ز چناں جوابِ دلدوز — راندند بسے سرشک جانسوز

گفتند کہ اے نشانۂ درد — زندانِ دلت خزانۂ درد

شک نیست کہ روے یار دیدن — خوشتر ز گل و بہار دیدن

لیکن گل[2] تو کہ رشک باغ ست — او نیز در آں چمن چراغ ست

گہ گہ کہ دلش بگیرد[3] از کاخ — جاں تازہ کند بسبزہ و شاخ

ہر جا کہ بنفشۂ بیوید — از قامتِ تو فسانہ گوید

ہر خار کہ دید جاں بکاود — واندوہِ ترا بروں تراود

ہر فاختۂ کہ بر کشد آہ — از سوز غمت زند علی اللہ[4]

آید بچمن چو نازنیناں — با ہم نفساں و ہم نشیناں

ایشاں ہمہ با نشاط ہم رنگ — او گوشہ گرفتہ با دل تنگ

برخیز یکے ز بخت روشن — بینی گل تازہ را بگلشن

مجنوں کہ شنید نامِ مقصود — برشد ز دلش بر آسماں دود

با ہم نفساں ز جائے برخاست — بر ناقہ نشست و محمل آراست

---

[1] اگر او در باغ بری قیام نکند ۱۲ ش [2] مراد از لیلی ۱۲ ش [3] لے دل گرفتہ شود ۱۲ ش
[4] فریاد (غیاث) ۱۲ حسرت

رفتند از آن خرابه پویان / در جلوه گه نشاط جویان

یاران عزیز در چمن گاه / بودند نشسته چشم در راه

دیدند چو روی عاشق مست / گشتند ز ذوق بر زمین پست

در خدمت آن عزیز دلریش / کردند نشاطها ز حد بیش

گرد از رخ نازکش فشاندند / در صدر تنعمش نشاندند

هر کس ز دل رمیده ترسان / می کرد نوازشِ دگرسان

یاران به نشاط عیش سازی / او با دلِ خود بعشق بازی

ایشان بشرابِ دوستگانی[۱] / مجنون و سرشکِ ارغوانی

او دل بولایت دگر داشت / نی از خود و نی ز کس خبر داشت

نه رنجه شد و نه گشت خشنود / کازار و نوازشش یکی بود

مطرب غزلی کشیده در کش / مجنون بشنید خویشتن خوش

هر ناله که زد ز جانِ ناشاد / هر کس که شنید کرد فریاد

چون جوشِ دلش بفرق بر شد / یکبار ز خویش بی خبر شد

از حلقهٔ دوستان بدر جست / زنجیر برید و بند بگسست

می رفت ولی بتاب گشته / ناخورده قدح خراب گشته

دیوانه و مست و عاشقِ زار / با این سه حریف چون بود کار

۱؎ شرابِ دوستگانی شرابے کہ بہ یادِ دوستاں خورند (برہان) ۱۲ حسرت

یارے کہ گرفت دامنش تفت[1] — دامانش بدست باد داد و رفت

آناں کہ رہ وفا نوشتند — رفتند یگے و باز گشتند

او سایہ بُرید زیں چمنہا — سوئے چمنے کشید تنہا

بنشست بزیر زاد[2] سروے — چوں در پر طوطی تدروے

در لالہ و گل نظارہ مے کرد — جاں از شکیب چاک مے کرد

دید از سر شاخ بلبلِ مست — در جستنِ صوتِ خویش می جست

دل در غم گل بخار می سفت — بر یادِ سمن سرود می گفت

مجنوں ز نشاطِ آں ترانہ — چرخے بنمود عاشقانہ

مُرغ از سرِ سوز در مقالت — مجنوں بمیانِ وجد و حالت

چوں دید نشانِ آشنائی — داد اندُہِ سینہ را روائی

گفت اے ز شرابِ عاشقی مست — با غمزدگاں بنالہ ہمدست

سازت کہ نوائے جاں نوازیست — مجموعہ گشائے عشق بازیست

در موسمِ گل کہ تو کنی ساز — بس عشقِ کہن کہ نو شود باز

من با تو بعشق ہم شرابم — زیرا کہ تو مست و من خرابم

بوئے کشم و کنم خرابی — فریاد ازیں تنک شرابی

چوں زمزمۂ وفا سگالی — بہرِ گلِ بے وفا چہ نالی

[1] تفتن بمعنی گرم رفتن (برہان) ۱۲ حسرت [2] زاد بروزن باد مخفف آزاد (برہان) ۱۲ حسرت

چندیں کہ بہر چمن گذشتی ۔۔۔ در گرد گل و شگوفہ گشتی

گر چوں گلِ من بہ بوستانے ۔۔۔ دیدی سمنے وار غوانے ۔۔۔ ق

گوتا بہ تبرکش ربایم ۔۔۔ گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم

چوں سروِ من آید اندریں باغ ۔۔۔ تا در دلِ لالہ نو کند داغ

گوئی ز زبانِ من دعایش ۔۔۔ بوسی بہزار عذر پایش

وانگہ بعبارتے کہ دانی ۔۔۔ ایں قصہ بگوشش او رسانی

کاے دعویِ مہر کردہ با من ۔۔۔ وانگہ ز وفا کشیدہ دامن

دور از تو ز من نماندہ جز پوست ۔۔۔ دوری و نعوذ باللہ از دوست

بر بوئے گل آمدم دریں گشت[1] ۔۔۔ ورنہ چہ کم ست خار در دشت

گلزار کہ بے رخِ تو بینم ۔۔۔ آں بہ کہ بکنج غم نشینم

در ہر طرفے بتازہ روئی ۔۔۔ پوشیدہ نشانِ من بجوئی

ہر خار کہ خونِ ناب دارد ۔۔۔ سیخش ز دلم کباب دارد

لالہ کہ بدل گرہ شدش دود ۔۔۔ از آہ منست آتش آلود

نرگس کہ ز قطرہ بست گوہر ۔۔۔ از در دمنست چشم او تر

ازرق کہ بنفشہ را دوش ست ۔۔۔ از ماتمِ من کبود پوش ست

رخسارِ سمن کہ زرد سان ست ۔۔۔ از گونۂ زردِ من نشان ست

[1] گشت بمعنی سیر (برہان) ۱۲ حسرت

سوسن کہ چناں زبانِ رازست — از من بہ تو در بیانِ رازست

واں غنچہ کہ خون در دل صد توست — آنہم جگرِ من ست در پوست

ہر سبزہ کہ گرد آب رستہ — از اشک منست روئے شستہ

ہر جا کہ ازیں دو چشم بیخواب — در چشمہ نشانِ خوں دہد آب

دامن نہ کشی ز جوئے خونم — رنجہ نہ شوی ز بوئے خونم

زینساں چمنے چو پرِ طاؤس — افسوس کہ بے تو بینم افسوس

چہ سود خرامشِ تو در باغ — چوں جلوۂ کبک بنگرد زاغ

او در سخن از درونۂ ریش — بلبل بہ نشاطِ نعرۂ خویش

پیغام رساں بگریہ تر بود — پیغام پذیر بے خبر بود

مجنوں دل از آہ پارہ می کرد — بلبل بچمن نظارہ می کرد

مجنوں ز وفا فسانہ می گفت — او با دلِ خود ترانہ می گفت

مجنوں نفسے ز شوق میزد — او زمزمۂ بہ ذوق میزد

مجنوں غزلِ فراق می خواند — او نیز با تفاق می خواند

مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت — او با گل و لالہ عشق می باخت

چوں دید کہ گفتہ ناصواب است — قاصد نہ میانجی جواب است

نالید دمے ز بختِ ناشاد — وز سایۂ سرو جست چوں باد

دامن ز گلِ پیادہ پرداخت — بر خار پیادہ رخش می تاخت

در کوه شد و به تیغ بر شد / پیکان فراق را سپر شد

بازان و ددگان[1] که صف شکستند / گردش چو سپهر حلقه بستند

او ز آب دو دیده بے مدارا / می داد گهر بسنگ خارا

بے سنگ[2] ز دوریِ دلِ تنگ / می سود فتاده روئے بر سنگ

می ریخت ز دیده سیلِ اندوه / چون ابرِ بهار بر سرِ کوه

گوئی که ز رنگ چهرهٔ زرد / بر سنگ عیارِ زر همی کرد

گنجینهٔ دل متاعِ درد ست / پیرائهٔ عشق روئے زرد ست

دل ادن مجنون سگے را که در کوئے دلدار بود بازوئے خود را طوقِ گردنِ او ساختن و تنِ استخوان شده را گزیدهٔ دهانِ هرزِ دندان او کردن و زبانِ چربش نواختن

یک روز بگاه نیم روزان / کانجم شده ز آفتاب سوزان

گردون ز حرارتِ تموزی / در سایهٔ حنزان به پشت کوزی

آتش زده گشت کوه و کان هم / تفسیده زمین و آسمان هم

جائے نه که دیده را برد خواب / ابرے نه که تشنه را دهد آب

[1] ددگان جمع دده بمعنی جانور درنده (فرہنگ جہانگیری) ۱۲ حسرت [2] بے قدر ۱۲ حسرت

مرغانِ چمن خزیده در شاخ / در رفتہ خزندگان بسوراخ

خورشید چنانچہ تیزیِ اوست / بگشاد چو مار ز آدمی پوست

در حوضۂ خشک از آتش و تاب / صد پاره شده زمینِ بے آب

در دشت سرابہاے کین توز[1] / چون وعدۂ سفلگان جگر سوز

مرغابی از آرزوے آبے / خون خورده بگردِ ہر سرابے

ریگ از لطِ پختہ در گرانی / چون تابہ[2] بروزِ میہمانی

از گرمیِ ریگہاے گردان / پُر آبلہ پاے رہ نوردان

ہر کس بچنین ہواے ناخوش / در حجرۂ سرد کرده با خوش

مجنون بکنارہ ہر سوادے / می گشت بسانِ گردبادے

افروختہ روی و تن بخون غرق / در آتش و آب مانده چون برق

بالاش ز غم دوتاه گشتہ / رخساره ز زلف سیاه گشتہ

ہر جا کہ رسید کرد زاری / بگریست چو ابرِ نوبہاری

ق

ہر سو کہ شنید بانگِ رودے / برخاست ز گوشۂ سرودے

مستانہ برقص پای افشرد / گہ زنده شد و گہے فرومرد

گاہے ز سلب درید پیوند / گہ پوست تنِ فگار برکند

آمد قدرے چو در سرش ہوش / گشت آں ہمہ حالتش فراموش

[illegible]

[1] توختن اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت [2] توا ۱۲ حسرت

با این صفتِ رمیده خویان ناگه بقبیله رفت پویان

می گشت چو بیخوداں بہر سوئی خونابہ رواں ز دیدہ چوں جوئی

دید از طرفی گذر بسوئی غلطیده سگی بکنج کوئی

خارش زده و خراش خورده از پہلوی خود تراش کرده

در گرد سرش چو فرقِ نقّاب[1] وز سلخ تنش چو پیش قصّاب

بگذاشته صلح و جنگ را پی نی خشم و نه عفو مانده در وی

خم یافته در تہی گہش[2] راه گشته شکمش ہمه تہی گاه

از دم دہنش فراز مانده دندانش ز خنده باز مانده

سر تا قدمش جراحت و ریش شویاں بزبان جراحتِ خویش

بی لقمه گلوی لقمه خوارش لیسیدنِ دست و پای کارش

مجنوں چو بحالِ او نظر کرد در پیش دوید و دیده ترکرد

پیچید بگردنش بصد ذوق و افگند ز زر[3] بگردنش طوق

بگرفت برفق در کنارش می شست بگریه ہای زارش

جانش ز کلوخ و خار می رفت وز پای و سرش غبار می رفت

دامن تہش فگند در خاک میکرد باستیں سرش پاک

گہ پیش رخش به گریه نالید گه در کفِ پاش دیده مالید

[1] نقاب نقب کننده (غیاث) ۱۲ حسرت [2] تہی گاه کمر (غیاث) ۱۲ حسرت

[3] ای از دستِ خود که رنگِ زرد داشت ۱۲ حسرت

گاہیش بمہر گشت دایہ — گاہیش بدست کرد سایہ

بوسید سرش برفق و آزرم — خارید برش بناخنِ نرم

گفت ای گلت از وفا سرشتہ — نقشت فلک از وفا نوشتہ

ہم نانِ کسان حلال خوردہ — ہم خوردۂ خود حلال کردہ

کردہ زرہِ حلال خواری — با منعمِ خویش حق گذاری

جانت ز حلال خوارگی مست — و آسودگیست حرام پیوست

میلے نہ بخفتنت از شتابت — بیداری عین عینِ خوابت

بیکار پذیر پاسبانان — بیدار کُن خراس[۱] بانان

ایمن ز تو پاسبان بہر سوئے — معزول ز تو عسس بہر کوئے

از سایۂ تو رمیدہ نقّاب — چون سایہ کہ دارد از مہتاب

شب رو کہ ز دستِ تست معذور — چون دیو ز حلقۂ فسون دور

وز دزد کہ شد از دہانت خستہ — الّا بگزیدِ جان نرستہ

از خاستنِ شب سیاہیست — میمون شدہ خوابِ صبحگاہیست

در کہفِ[۲] وفا چو راہ بردہ — نغنودہ بچشم اگر بمُردہ

در صحبتِ صدق گشتہ تابع — گر سابع[۳] بودہ گاہ رابع

---

۱ خراس آسیائے بزرگ (بُرہان) ۱۲ حسرت ۲ اشارہ بہ سگ اصحاب کہف ۱۲ حسرت

۳ اشارہ بآیہ "سَیَقُولُوْنَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُہُمْ کَلْبُہُمْ" وسابع بایں تاویل باشد کہ اہل تحقیق در تفسیر آیۂ وَیَقُولُونَ سَبْعَۃٌ وَّثَامِنُہُمْ کَلْبُہُمْ فرمودہ اند کہ شمارۂ اصحاب کہف ہفت بودہ شش تن بزرگان کہ از آنہا در بارِ دقیانوس بعد اعلانِ توحید کنارہ گرفتند (از تفسیر کشاف) دیگرے راعی کہ بوقت فرار از دقیانوس با ایشان موافقت کرد . . . . بایں طور حاصل شمار اصحاب کہف شش باشد و ہفتم (سابع) سگ ایشاں ۱۲ حسرت

صد روضۂ خوش بزیر پایت — در روضہ کہ بہشت جایت

در گشتہ شبانِ گوسفنداں — از گرگ ربودہ مزد دنداں

از سرکشیِ تو در جوانی — سگبانِ تو کردہ شیربانی

تو شیرجوان و مست بودہ — وز شیر و پلنگ جاں ربودہ

معشوقۂ خسرواں بہ نخچیر — وافگندہ بدوش زلف زنجیر

بودہ ہمہ وقت گردنت پُر — از طوقِ زر و علاقۂ دُر

از تنگ زدنت بدشت و نے — ہر گنبد[1] تو بہ پشت یوزے

آہو کہ از و جگر خورد شیر — تو بے جگرش[2] فگندہ در زیر

بر تختۂ پشتِ ہر شکارے — تعلیم گرفتہ روزگارے

عالم شدہ در فنِ دو دام — زاں گرد خرد معلّمت[3] نام

صد خون ز لبت چکیدہ در خاک — وز لوثِ جنایتت[4] دہن پاک

امروز کہ باز ماندی از کار — خواری ہمہ را امرانہٗ خوار

گر تو سگے از سرشت و راں — اینک سگِ تو منم بصد جاں

کو سلسلۂ تو تا ز یاری — در گردنِ خود کشم بزاری

بارے بزنم بمہر و پیوند — با تو بموافقت دمے چند

---

[1] نوعے از جستن ست چنانچہ بہ چار پا آہو و اسپ و کنایہ از شرین باشد (غیاث) ۱۲ ا حسرت

[2] اسے او را گرفتن نتواند از غصہ جگر خود خورد۔ بے جگر یعنی زار و نزار ۱۲ حسرت

[3] کلب معلّم در فقہ سگے را گویند کہ آداب شکار آموختہ باشد ۱۲ حسرت [4] جنایت گناہ ۱۲ حسرت

هرچند شکار کارِ من نیست — کس در ہوسِ شکارِ من نیست

آن کہ از سگِ کو شکار جوید — گوئی کہ ز مردہ کار جوید

لنگے کہ بتنگ دانیش تیز — در اولِ تگ بماند از خیز

جولہ[۵] چہ برد تنیدہ را نام — این جملہ تنستن آن ہمہ گام

(رباعی)

پائے تو کہ گشتہ بر درِ یار — بر چشمِ منش سزاست رفتار

پشتِ تو کہ سودش آن کفِ پاک — حیف است و ہزار حیف بر خاک

چشمے کہ بر آن ستانہ سودہ است — بر روئے زمین چرا غنودہ است

از حسرتِ آن کہ چشمِ آن ماہ — دیدہ است بجانبِ تو گہ گاہ

خواہم کہ ستانم این دلِ تنگ — در وے کشمت چو لعل در سنگ

خاکت بمژہ فشانم از پائے — در دیدہ کشم کہ ہست از آنجائے

ہستیم من و تو ہر دو شب گرد — لیکن تو بنالہ و من از درد

(رباعی)

دل نیست کہ از رہِ صوابے — در خدمتِ تو کشم کبابے

دارم جسدے گسستہ جانے — گر دل گسلد باستخوانے

(رباعی)

چون باز گذر کنی در آن کوئے — بر خاک درش نہی زمین روئے

ہر گہ جگرت بخشد آن یار — یادے بکنی ازین جگرخوار

---

۵ جولہ = عنکبوت. تنستہ = بافتۂ عنکبوت (از برہان و فرہنگ جہانگیری) تنستن تنیدن و بافتن (مقصد [illegible]) معنی شعر آن باشد کہ چون عنکبوت با آن ہمہ گام زنی این جملہ ناچیز تنستہ و بافتہ است کہ تنستۂ او باشد (جالہ) پس در صفت بافندگان از تنستۂ خود چہ نام برد و ذکر بر زبان آرد ۱۲ حسرت

هر خس که بر آں کشد[1] گامے — از من برسانیش سلامے
هر جا که نهاد پائے دشمن — بسیار ببوسی از لبِ من
خواند چو ترا درونِ دهلیز — یادش دہی از سگِ دگر نیز
زنجیر زرت[2] نهد چو بر دوش — از گردنِ من مکن فراموش
روزے اگر آں بتِ پری چہر — دستے بسرِ تو ساید از مہر
آگه کنیش ز مهرِ جانم — وین قصه بگوئے از زبانم
کاے آہوئے ناوک افگنِ مست — یک تیرِ تو[3] از آہواں شست[1]
از تیرِ تو جانِ آدمی زاد — روزن شده همچو دامِ صیاد
آں کز پئے صیدِ تو زند گام — خود را فگند بحلقهٔ دام
هر کا ز پئے تو شود کماں گیر — بر سینهٔ خویشتن زند تیر
تا طرّه سخوں دلیر کردی — از غمزه شکارِ شیر کردی
چشمِ سیهت که بے نظیر ست — آہوئے سیاهِ شیر گیر ست
تو شیر کشی بهر شکارے — مجنوں ز سگانِ کیست بارے
بگزار که چوں سگاں نهانی — باشم بدرت بپاسبانی
دُم لابه کنم بر آستانت — مالم بوسیلهٔ سگانت
باآں که بود فغانِ من زار — آنجا که توئی ترا چه آزار

[1] شست عدد (۶۰) یعنی یک تیرِ تو برابر شست تیر آہو چشماں ست ش ۱۲ یا یک تیر تو شست آہو را شکار میکند ۱۲

مهتاب که نورِ پاک دارد ‌‌ ‌ از بانگِ سگان چه باک دارد

هرچند که دارم از عدد بیش ‌ ‌ داغِ سگیِ تو بر دلِ ریش

هم میطلبم فراغ دیگر ‌ ‌ دل میکشدم به داغ دیگر

گیرم نه بمردمی سلیمم ‌ ‌ آخر بدرت سگِ قدیمم[1]

گر نیست چنانم ارجمندی ‌ ‌ کز زلف خودم قلاده بندی

کم زان که ز نعمتِ حضورم ‌ ‌ سیرابِ نظر کنی ز دورم

من خود ز حیاتِ خود بگویم[2] ‌ ‌ آخر تو چه می زنی بچوبم

در خانه گرم نمی گذاری ‌ ‌ بارے ز درم مران بخواری

ور لقمه نمی دهی چو سنگم ‌ ‌ بارے مزن از کرشمه سنگم

زینسان سخنے بکار میکرد ‌ ‌ دیوانگی آشکار میکرد

او بر سرِ این فسانه درد ‌ ‌ دانبوه به گردِ او زن و مرد

هرکس به نظاره چنان زار ‌ ‌ مانده بتحیر اندران کار

نادان ز سرِ کرشمه خندان ‌ ‌ در گریهٔ زار دردمندان

آن را که بدل نه داغ باشد ‌ ‌ داغ دگر آتش لاغ[3] باشد

بے غم که دلش گره نه بندد ‌ ‌ از گریهٔ پر غمان بخندد

ور تیغ چو کس آتشے فروزد ‌ ‌ گر دید بگداز گر نه سوزد

---

۱ ے کم ازاں مباش ۱۲ حسرت ۲ بکوفت هستم ۱۲ حسرت ۳ لاغ بیهوده ۱۲ [illegible]

از یخ بترست سینهٔ سرد / از گریهٔ کس نباشدش درد

آں کو دلِ غیر دیده ناخوش / آتش زنش ار بگیرد آتش

آں گل بود از چراغ خانه / آتش زنیش زند زبانه

گل بهتر ازاں دلِ گل اندود / کز شعلهٔ کس نباشدش دود

آں سوخته پیرِ دوزخ آشام / خوش گفت که سوخته به از خام

حاصل[1] بچناں نظاره گاهے / مجنونِ شکسته می زد آہے

پرسید یکیش زاں میانه / کاے گروه ز عافیت کرانه

ایں سگ سگِ کیست اندریں گرد / ویں غم غمِ کیست با چنیں درد

چوں بهر که می خوری بدینساں / وز بهر که می کنی چنیں جاں

سگ را چه خبر که کام تو چیست / با نیک و به بد پیام تو چیست

او را چو ز عقل نیست تمکیں / تعظیمِ وے است چراست چندیں

(ق) دیوانه بدرد پاسخش داد / کاے از غمِ من دلِ تو آزاد

طعنم چه زنی به سگ پرستی / من نیز سگم ز روے هستی

مردم ز غمے که کم ندارد / سگ بهتر ازو که غم ندارد

گر من تهِ پاے سگ زنم بوس / زاں پاے بود نه زیں لب افسوس

کایں پا که بشهر و کوے گشته است / پیشِ درِ یارِ من گذشته است

---

[1] حاصل الحاصل ۱۲ ش

روزیش بکوئے آں پری کیش | دیدم گذراں بدیدۂ خویش

تعظیم دیم نہ از پئے اوست | کش[1] دوست گرفتم از پئے دوست

مہماں چو سگ آیدم ازاں کو | آہو طلبم بود ز آہو[2]

از یار چو بہرہ خار باشد | با بوئے گلم چہ کار باشد

نالید برایں ترانہ سختے | شوریدہ بسانِ شور بختے

پس گریہ کناں زجائے برخاست | میرفت و ندید در چپ و راست

بر کوہ شد و نفیر می زد | وز دل بستارہ تیر می زد

غنودن نرگس لیلی از بیماری و مجنون بخواب او را در خواب دیدن و بنفسِ تند خویش از جائے جستن و بروں دویدن و کمر کوہ گرفتن و مجنوں را بہ تیغ کوہ خراشیدہ و خستہ دریافتن و دستِ سلوں بر خستگی او سودن و مرہم راحت رسانیدن

افسانہ سرائے شکریں گفت[3] | زالماسِ زباں گہر ہمی سفت

کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ | بودے ہمہ وقت دل شکستہ

[1] بلکہ اورا از پئے دوست دوست ساختم ۱۲ اش [2] آہو دو معنی دارد جانور معروف و عیب (غیاث) ۱۲ حسرت [3] گفت گفتار ۱۲ اش

چوں غمزدگاں بخاک خفتے — خاشاک زخوابگه نه رُفتے
گاہے زجگر نواله کردے — گه جاں بعدم حواله کردے
آمیختنی نداشت باکس — مونس غمِ آشنائے خود بس
پرداخته دل ز صبر و آرام — گشتے همه شب چو ماه بر بام
هنگامِ سحر ز بختِ ناشاد — چوں ابر گریستے بفریاد
گفتے چو شبش دراز گشتے — با خود ز فراق سر گذشتے
چوں سُرخ گلِ فلک[1] ببستے — ناخفته زگریه رُوئے شستے
ناگاه شبے زبعد سالے — بگرفت بر آندهش ملالے
میخورد غمِ دلِ خرابش — درخوردِ غمش نبود خوابش
دید از نظرِ خیال پرورد — دیوانهٔ خویش را بصد درد
کامد به نظارهٔ جمالش — نالید بسے ز زلف و خالش
گه شست بخونِ دل سراپش — گه از مژه رُفت خاکِ پایش
زالماسِ سرشک سینه می سُفت — وافسانهٔ روزگار می گفت
می گفت قصیده هائے دلسوز — می کرد گله زبختِ بد روز
زاں ناله که زد بخواب از یار — بینندهٔ خواب گشت بیدار
چوں جست زخواب تا نشیند — واں دیدهٔ خویش باز بیند

[1] سُرخ گلِ فلک. آفتاب ۱۲ ش

نے یار و نہ آں وفا سگالی ‌ ‌ ‌ بستر تہی و کنار خالی

لختے ز طپانچہ روئے را کوفت ‌ ‌ ‌ خونابہ ز رُخ بآستیں رُفت

آہے زد و سوخت پردہ را ز ‌ ‌ ‌ وز پردہ بروں فتاد آواز

در خانہ ہمہ مزاج داناں ‌ ‌ ‌ بربستہ دہن چو بے زباناں

زاں بیم کہ خواست زہرہ سفتن ‌ ‌ ‌ کس زہرہ نداشت پند گفتن

چوں سبزۂ ایں کبود گلشن ‌ ‌ ‌ آراستہ شد بصبح روشن

خورشید باوج رفت خنداں ‌ ‌ ‌ چوں نور ز دلِ نیاز منداں

آں مہد نشین بجست برخاست ‌ ‌ ‌ بر پشتِ جمازہ محمل آراست

بکشاد زمام را بہ تندی ‌ ‌ ‌ کآمد ز تگش صبا بکندی

میراند شتر بدشت پویاں ‌ ‌ ‌ آں گم شدہ را بہ خاک جویاں

چوں شیب و فراز را بجست ‌ ‌ ‌ وز ہر خارے چو گلبنے رُست

ہر سو چو رسید و بارگی راند ‌ ‌ ‌ لختے چپ و راست در طلب ماند

دیدش بہ بنِ شکستہ شاخے ‌ ‌ ‌ اُفتادہ میانِ سنگلاخے

بر پشتہ کردہ پشت دادہ ‌ ‌ ‌ بر بالشِ خار سر نہادہ

آوردہ صباش بوئے لیلے ‌ ‌ ‌ مژگانش بخواب کردہ میلے

او خفتہ و گرد او ددانش ‌ ‌ ‌ شیرانِ شکار پاسبانش

سلہ عارفان ۱۲ اش

از بوئے دوانِ صید فرسائے — از کار بشد جمازہ را پائے

آن تشنہ جگر ز جانِ خود سیر — آمد سبک از جمازہ در زیر

اندیشہ کرد ازان دو دام — در خوابگہِ رفیق زد گام

با عشق چو صدق بود ہمدست — ہر یک ز دوان بگوشۂ جست

او پہلوئے یار خویشتن رفت — جان جلوہ کنان بسوئے تن رفت

افشاند غبارِ شش ز تنِ ریش — بنہادہ سرش بزانوئے خویش

از گریۂ زار دُرِّ مکنون — میریخت ولے برُوئے مجنون

آن چشم کہ راہِ خواب میزد — بر عاشقِ خفتہ آب میزد

یعنی کہ ز گریۂ گہربار — زد بر رخش آب و کرد بیدار

باران چو فشاند سبزہ را گرد — از خواب در آمد آن گلِ زرد

مجنون کہ ز خواب دیدہ بکشاد — چشمش بجمالِ لیلیٰ اُفتاد

از جانش بر آمد آتشین جوش — زد نعرہ و باز گشت بیہوش

چون سکۂ[۱] میزبان دگرگشت — مہمانِ عزیز نیز دگرگشت (ن)

بیمار کہ دارو شش بتر کرد — دردِ شش بطبیب نیز اثر کرد

او داشت دلے ولے سپردہ — این یافتہ جان ولیک مُردہ

او خفتہ میانِ خاک ماندہ — این بر شرفِ ہلاک ماندہ

۱؎ طرز روش و قاعدہ و قانون (برہان) ۱۲ حسرت

او با خبر از گزند این غم ‌‌ ‌ این بے خبر از خود و ز او ہم

او وادہ ز دل بباد این ہوش ‌ ‌ این کردہ زیادِ خود فراموش

بودند چو سایہ خفتہ بر خاک ‌ ‌ تا چشمۂ خور گذشت ز افلاک

آمد چو در آن قصاصِ ہجراں[1] ‌ ‌ در ہر دو ز بوئے یکدگر جاں

جستند ز جا فرشتہ و حور ‌ ‌ چوں مُردہ بجنبش از دمِ صُور

باز وئے رضا در از کردند ‌ ‌ و آغوشِ مراد باز کردند

مجنوں ز جگر نفیر میزد ‌ ‌ لیلی بکرشمہ تیر میزد

کُشت آن پری از دو چشم غماز ‌ ‌ دیوانۂ خویش را بصد ناز

از ساعد و زلف کرد تسلیم ‌ ‌ زنجیر ز مشک طوقش از سیم

چوں بود دو دل یکے بسینہ ‌ ‌ یعنی کہ دو دُر بیک خزینہ

تن نیز بیک شبے کہ شد راست ‌ ‌ نقشِ دوئی از میانہ برخاست

درساخت بہم دوست با دوست ‌ ‌ وامیخت دو مغز در یکے پوست

شد تازہ دو چاشنی بیک خواں ‌ ‌ شد زندہ دو کالبد بیک جاں

آسودہ دو مُرغ در یکے دام ‌ ‌ وامیخت دو بادہ در یکے جام

آراستہ شد دو تن بیک ذوق ‌ ‌ افروختہ شد دو دل بیک شوق

دو صبح بہم رسیدہ از دُور ‌ ‌ دو مشعلہ را یکے شدہ نور

[1] اے واقعۂ قصاصِ ہجراں اشارہ بآیۂ "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ" ۱۲ حسرت

بودند بیاری آں دو ہم عہد
آمیختہ ہمچو شیر با شہد

چوں حاجتِ دوستی روا شد
ہر چیز کہ جز غرض وفا شد

از بوس و کنار دل بیاسود
جز مصلحت دگر ہمہ بود

از ہر نمطے سخن شد آغاز
آمد بمیاں جریدۂ راز

مجنوں ز نشاطِ یارِ جانی
بکشاد زباں بدُرفشانی

کاے از خمِ زلفِ عنبریں تاب
بربستہ بچشمِ دوستاں خواب

عمرے درِ تو بدیدہ رُفتم
عمرے دگر از غمت نخفتم

امروز کہ بعد روزگارے
بادے خوشم آمد از بہارے

زآسایشِ دل ربود خوابم
ناگہ بسر آمد آفتابم

در خواب چناں نمود بختم
کاختر بفلک نہاد تختم

برتختِ من و تو روئے در روئے
چوں موجِ دو چشمہ در یکے جوئے

خوابم چو ز پیش پردہ بربود
تعبیر نظارۂ رخت بود

تا روز قیامت ار بود تاب
نتواں خفتن بیادِ آں خواب

ایں دم کہ گلِ دگر شگفتہ است
بختم ز ہوس ہنوز خفتہ است

لیلی کہ دو خواب ہمعناں[1] دید
بیداریِ بخت را نشاں دید

اوّل بگزید لب بدنداں[2]
پس باز کشاد لعل خنداں

[1] ہر دو خواب مطابق دیدہ ۱۲ حسرت [2] از حیرت ۱۲ حسرت

دوشینہ خیالِ خود کم و بیش | آں آئینہ رانہاد در پیش
چوں عکس دو آئینہ یکے بود | رفت از یگانگی شکے بود
آں ہر دو چو بخت خویش بیدار | زانخواب عجب بحیرت کار
افسانۂ خواب چوں بسر شد | بیداری ہجر پردہ در شد
ہر یک ز شبے سیاہ بے روز | میکرد شکایتے جگر سوز
چنداں غمِ دل شد آشکارا | کآمد بنفیر سنگ خارا
چنداں نمِ دیدہ رفت در خاک | کز تندی سیل شد زمیں چاک
ہر دو چو دو سروِ ناز پرورد | زآسیبِ خزاں فتادہ در گرد
در جیبِ دو غنچہ گل بخندید | بادے بمیانہ درنگنجید
مجنوں ز خیالِ غیرت اندیش | میخواست رمد ز سایۂ خویش
زاں آہ کہ بے دریغ می زد | بر سایۂ خویش تیغ میزد
وآں یارِ یگانۂ وفا جوئے | گشتہ بہ یگانگی یکے گوئے
خود را چو نکرد زآشنا فرق | میکرد بخوں دو دیدہ را غرق
یعنی کہ چو ہست یار در دل | دیدہ چہ شود بشخص[۱] مائل
دو سوختہ دل بہم رسیدہ | معلوم نہ کسے جز آبِ دیدہ
با داز دو طرف عبیر می بیخت | بر دیدۂ تر غبار میریخت

[۱] شخص وجود ۱۲ ش

حوران ز نسیم شوق شان مست — بکشاد فرشته در دعا دست
از عشرت آن دوست بی جام — در رقص در آمده دد و دام
هر خار کشیده دورباشی — میکرد بچشم بدخراشی
سلطان بیزک[1] جنیبه رانده — لشکر به وثاق[2] باز مانده
تیهو بعقاب راز گفته — یوسف بکنار گرگ خفته
جولان زده آهوی به نخجیر — بر گردن شیر بسته زنجیر
صیاد که تیر بصید انداخت — از صید کشید و بر خود انداخت
بط فربه بود و چرغ ناهار[3] — طرفه که نداشت چاشنی کار
بی زحمت رشته دُر شده جفت — الماس شکسته لعل ناسفت
شکر بقمطره[4] ماند در بند — طوطی بنظاره گشته خورسند
ساقی و حریف جام در دست — ناخورده شراب هر دو سرمست
صبحی بچنین امیدواری — نشگفت شگوفهٔ بهاری
پالوده اگرچه جانفزا بود — انگشت ز چاشنی جدا بود
بر گنج رسیده دزد راپای — خازن شده[5] و خزینه بر جای
چون نقد خزانه اشتلم کرد — در بشکن[6] اگر کلید گم کرد

---

[1] بیزک بفتح اول و ثانی بمعنی جمع قلیل از مردم کم که پیش پیش لشکر روند (برهان) ۱۲ حسرت
[2] بضم و کسر بمعنی خانه (غیاث) ۱۲ حسرت [3] اے گرسنه ۱۲ حسرت
[4] قمطره صندوق (غیاث) ۱۲ حسرت [5] شده یعنی برفت ۱۲ ش
[6] در را بشکن ۱۲ ش

افزون ز طلب چو یافت مردم — شک نیست که دست و پا کند گم
مفلس که رسد بگنج ناگاه — ز افزونیِ حرص گم کند راه
عاشق که گرفت مژدهٔ خواہش — شربت دہی ار بود عذابش
دارو که پس از ہلاک باشد — بر جائے حریرہ خاک باشد
آب از پسِ مرگِ تشنہ جستن — ہم کار آید و لے بشستن
چون مردہ بود ہزار دستان — چہ سود ز جلوۂ گلستان
بر خاکِ شہید گل فشاندن — ایمن بود از درود خواندن

باز گشتن کبکِ خراماں از کوہ و شتر پرندہ را پرِ پرِ جناح بربستن و رشتہ دراز دادن و کبوترِ دیوانہ را پر گم داشتن

چون بر سرِ چرخِ لاجوردی — خورشید نہاد روبزردی
معشوقۂ آفتاب پایہ — برداشت ز فرقِ دوست سایہ
بر عزمِ شدن ز جائے برخاست — عذرے بہزار لطف درخواست
او در سخن و رفیق خاموش — تاپاک[۱] دلش ببردہ از ہوش
حیرت زدہ مہر بر دہانش — تپ لرزہ گرفتہ استخوانش
دانست مسافرِ خردمند — کو را چہ شکنجہ شد زبان بند

۱ تاپاک یعنی تپاک ۱۲ اشس

اندیشهٔ او خطاب پنداشت ... خاموشیِ او جواب پنداشت

لختے کفِ پائے پر زخارش ... بوسید و گرفت درکنارش

غلطید بسے چو گنج بر خاک ... پیچید بسانِ مارِ ضحّاک

پس محملِ ناقه چست دربست ... بکشاد عقال[1] و تنگ بربست

شد بر شتر و زمام بسپرد ... شاہیں بپرید و کبک را برد

میرفت بچشمِ خونفشاں تر ... خونابه بچشم تر رواں تر

چوں ماه ببرجِ خویشتن شد ... واں سرو رونده در چمن شد

در گوشهٔ غم نشسته مہجور ... تن از دل و دل ز خرمی دور

میزد نفسے جراحت انگیز ... میسوخت جہاں بآتشِ تیز

چوں زلفِ شب از کلاله تر ... در دامنِ خاک ریخت عنبر

از پردهٔ عروسِ مه بروں جست ... خواب آمد و چشم مرد ماں بست

بنشست و بِیں خواب رفته ... خوں ریخت ز چشمِ آب رفته

با شب ز رفیق راز میگفت ... نامش میگفت و باز میگفت

از سوزشِ سینه آه میکرد ... مه را ز فغاں سیاه میکرد

میزد نفسے چو غم رسیدے ... میخواند چو بلبلاں نشیدے

چوں خسته شد از دلِ سیه روز ... گفت ایں غزل از درونِ پرسوز

---

[1] عقال زنجیر و رسن ۱۲ اشس

گریستن لیلیٰ در ہوائے آشنا و موجِ درونہ را بدیں غزلِ[۱] آبدار برروئے آب آوردن

باز م غمِ عشق در سر اُفتاد — بنیادِ صبوریم در اُفتاد

باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد — خود را بو بالِ من گرو کرد

باز م ہوسے گرفت دامن — کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرہ جگر سوز — بربست بروئے من درِ روز

خوں موجِ درونہ بر سر آورد — طوفاں ز تنور سر بر آورد

دُودِ نفسے کہ ز شوق در بر اُفتاد — از سینہ گذشت و بر سر اُفتاد

طاقت بر مید چند جوشم — آتش بدرونہ چند پوشم

گویند کہ تا کے از در و بام — گہ نامہ دہی و گاہ پیغام

آلودہ شدی بہر دہانے — افسانہ شدی بہر زبانے

بے درد کہ فارغ ست و خنداں — کے داند حالِ دردمنداں

غافل کہ ہمیشہ بے خبر زیست — او را چہ خبر کہ بیدلی چیست

یا ہر کہ دہم غمے برون من — داند غمِ من ولے نہ چون من

گیرم کہ بود بپردہ جایم — وز حجرۂ غم برون نیایم

[۱] مراد از غزل بیانِ دردست نہ کہ از غزل متعارف ۱۲ ش

این خانه شگاف ناله زار / پوشیده کجا شود بدیوار

اکنون چه کنم حجاب آزرم / کافتاده ز چهره برقع شرم

آنجا که درونه چاک باشد / از پرده دری چه باک باشد

در مجلس عشق جام خوردن / وانگه غم ننگ و نام خوردن

دست من و آستین یارم / گو خلق کنند سنگسارم

شوریده که غرق حال باشد / رسوا شدنش جمال باشد

دیوانه که می گریزد از سنگ / وارد به یقین نشان فرهنگ

هر جا که بتے است در قبیله / با محرم خویش هم طویله

مسکین من ستمند و دلتنگ / محبوس بلا چو لعل در سنگ

هر کبک دری به تیز گامی / بر لاله و گل بخوش خرامی

الّا که من گسسته پیوند / چون مرغ قفس بمانده دربند

پیوند ز دوستان کشادم / در طعنهٔ دشمنان فتادم

آنکو ز هلاک جان نترسد / از طعنهٔ دشمنان نترسد

کاغذ چو شود نشانهٔ تیر / جز خوردن زخم نیست تدبیر

در هر طرفے که رخ بتابد / از لطمه کجا خلاص یابد

عاشق که بزیر تیغ شد خم / از زخم زبان کجا خورد غم

زین پس من و یار مهربانم / گر تیغ کشند و گر زبانم

گر کُشتہ شوم بہ تیغِ پولاد — بارے برہم ز دستِ بیداد

مُرغے کہ بماند از پریدن — راحت بودش گلو بریدن

اُفتادہ چو ریشِ ناقہ در گِل — دانی کہ دو اش چیست بسمل

ایں سر کہ برانقدم نساید — از تن اگر ش بُرند شاید

اے دوست کہ بے منی و با من — آتش زدہ یا تو ئی و یا من

چوں شعلہ بخرمنے دہد نور — بیگانہ نظارہ بیند از دُور

اُفتادہ کہ سیل در ربودش — زافسوسِ نظارگی چہ سودش

زارم ز غمت عظیم زارم — دستے کہ ز دست رفت کارم

گر تو دلِ شاخ شاخ[۱] داری — بارے قدمِ فراخ داری

با زاغ و زغن چنانکہ دانی — شرحِ غمِ خویش میتوانی

بیچارہ منِ حصار بستہ — در زاویۂ عدم نشستہ

کنجے و غمے بسینہ چوں کوہ — زندانیِ تنگنائے اندوہ

گردم ز غم از درونہ تنگ — ترسم کہ خورم ز بام در سنگ

شبہا کہ مہ از افق برآید — مہتاب ز رَو ز غم در آید

چشمم بستارہ راز گوید — جانم غمِ رفتہ باز گوید

یادِ تو ز من بَرد چناں ہوش — کز ہستیٔ خود کنم فراموش

---

[۱] شاخ شاخ - پارہ پارہ (بہارِ عجم) ۱۲ حسرت

ناگاہ کہ از خود آیدم یاد ‌ ‌ ‌ باشم بہلاکِ خویشتن شاد

گر کرد زمانہ بیوفائی ‌ ‌ ‌ بارے تو مکن کہ آشنائی

بر سینہ لگد مزن کہ پستم ‌ ‌ ‌ عصمت مطلب ز من کہ مستم

خوں نابۂ دیدہ آبِ من ریخت ‌ ‌ ‌ دل ہم سرِ خود گرفت و بگریخت

جانے ست نشانہ گاہِ صد تیر ‌ ‌ ‌ خواہیش بمان[1] و خواہ برگیر

گفتی کہ صبور باش مخروش ‌ ‌ ‌ این قصّہ دلم نمیکند گوش

اے دوست ز دوست دور بودن ‌ ‌ ‌ وانگاہ بدل صبور بودن

چوں من بہلاک جاں سپردم ‌ ‌ ‌ دور از تو ز دوریِ تو مردم

از آہِ تو گر بہ مہ رسد دود ‌ ‌ ‌ در خاک مرا کجا کند سود

تا جاں ز تنم عناں نتابد ‌ ‌ ‌ مشمار کہ دل خلاص یابد

خر کے رہد ارچہ گشت نالاں ‌ ‌ ‌ تا سر ننہد بزیرِ پالاں

ہر چند ز بختِ خود بجانم ‌ ‌ ‌ ہر جور کہ بینم از تو دانم

دامن کہ ز کہنگی بخندد ‌ ‌ ‌ تہمت بزبانِ خار بندد

عشقت ز دلم کہ سر بخوں برد ‌ ‌ ‌ آزارِ فلک ہمہ بروں برد

سوزن کہ ز پا بروں کشد خار ‌ ‌ ‌ با ہم سرِ خود شود بہ پیکار

ما نطعِ حیات در نوشتیم ‌ ‌ ‌ تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

---

[1] بمان اسے بگذار ۱۲ ش

حاضر شدن مجنون در غیبت لیلی و بحضور خیال بحضور آمدن و سرود حسرت گفتن و دست بر دست زدن

ق

گوینده چنیں فگند بنیاد — کاں لحظه کز آں غریب ناشاد

معشوقِ عزیز روئے بنهفت — آں کشته بخوابِ بیخودی خفت

از زندگیش نبود اساسے — تا از شبِ تیره رفت پاسے

باز آمد چوں رسیده راهوش — افتاد درونه باز در جوش

آں سایهٔ آفتاب گشته — رو شسته بخونِ آب گشته

غلطید بخاک چوں گیائے — میزد بهلاک دست و پائے

میکند بصد شکنجه جانے — میزد بهزار غم فغانے

کوبے که بهولِ جاں خورد مرد — بر بسترِ ایمنی کشد درد

نے مرده نه زنده بود تا روز — چوں نغمه زنِ مشعلِ جگرسوز

چوں مرغِ سحر شد ارغنوں ساز — از موذنِ کو برآمد آواز

شد پردهٔ ظلمت از هوا دور — رو شست جهاں به چشمهٔ نور

آں خانه فروش کیسه پرداز — آمد قدرے بخویشتن باز

افتاں خیزاں بجائے برخاست — بکشاد دو دیده در چپ و راست

میگشت ولے خراش خوردن — چوں خسته دورباش خوردن

زان زخم که بر جگر رسیدش — خون از رهِ دیده می دویدش
لختے چو زبیدلی فغاں کرد — آہنگ نشیدِ عاشقاں کرد
از ناوکِ سینہ سنگ می سفت — وین زمزمۂ فراق می گفت

آہ کردن مجنوں از درونۂ پرسوز و غزلِ دود اندود از دودکشِ دہان بیروں دادن

غزل

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم — ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہم آبیم — نورے نہ و یارِ آفتابیم
چوں گل بخوشی بخندہ کوشیم — ہر چند لباسِ ژندہ[1] پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم — در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم — خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منتِ تاج سرفرازیم — بے زحمتِ دوست عشقبازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم — با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جائے روبیم — بر نغمۂ چغد پائے کوبیم
بے عشرہ[2] تر از دہِ خرابیم — بے آب تر از بطِ شرابیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ — مار است کلیدِ آں خزینہ

[1] ژندہ دلق ۱۲ اشس [2] محصول (چنگی وغیرہ) ۱۲ اشس

دل خستہ و گریہ خون ناب است
ہاں گر ہوس مئے و کباب است

یا رب چہ خوش است نالۂ زار
خاصہ ز درون ہائے افگار

لے آمدہ و گذشتہ ناگاہ
بختم ز تو ماند دست کوتاہ

تا در تن من نشان جاں بود
مہرم ز دل تو برکراں بود

از حال من انگہ آمدت یاد
کافگندہ غمم خلل بہ بنیاد

بیمار کہ کوچ کرد جانش
چہ سود گلاب و ناردانش[1]

تا خوانده رسیدن اینچہ سازست
تا گفتہ گذشتن اینچہ نازست

گیرم نکنی شکر فشانے
کم زانکہ ببینمت زمانے

جانم ز فراق بر لب آمد
می آئی و یا برون خرامد

جز نیم دلے نماند حالی
باز آئے کہ خانہ گشت خالی

تنگ آمدہ ام ز جان بد خوئے
بیگانہ چہ میکند دریں کوئے

گفتی کہ صبور شو بدوری
دوری ز تو وانگہے صبوری

بنمائے رخ چو یاسمینم
بنواز بشربت[2] پسینم

عشق تو مفرح جہان ست
ویں سوختہ را ہلاک جان ست

خیزم ز تو من دلم نخیزد
کس نیست کہ خون من بریزد

گر جور کنی و گر کنی ناز
اینک من و دل بہر دو دمساز

---

[1] ناردان انار دانہ ۱۲ اش [2] شربت پسیں شربت مرگ ۱۲ اش

تیغم بزن آستاں بکن پاک	بگذار کہ بر درت شوم خاک
گر خود بتلطفم دہی دست	یا خود بعقوبتم کُنی پست
دل بر نکنم ز آشنائی	عمداً نکنم خلافِ رائی
ہر چند کہ آں رُخِ دل آمیز	بنشاند مرا بر آتشِ تیز
از بندگیٔ چناں جمالے	آزاد نہ ام بہیچ حالے
گنجینۂ عشق شد وجودم	بے عشق مباد تار و پودم
آسودہ مباد جانم آں روز	کز دولتِ غمت نباشدم سوز
دل رفت کہ با غمت برآید	تا زیں دو کدام بر سر آید
گیرم خوش و شادماں تواں زیست	ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست
بینم چو تُرا بجانِ پُر شوق	خود را بکنار گیرم از ذوق
چوں[1] باشد رغبتِ کنارم	خود طاقتِ دیدنت ندارم
تا نامِ تو بر زباں نیاید	در قالبِ مردہ جاں نیاید
بندے بسر زباں ندارم	کیں دل کند و من آں ندارم
پوشیدنِ غم ز من نخیزد	ہر چیز کہ پُر بود بریزد
زیں بیش مطلب ز من کفایت	کز دست بروں شد ایں ولایت
پندار چہ صلاحِ کار مردست	بر دل شدگانِ عشق در دست

[1] چوں یعنی چگونہ ۱۲ حسرت

زاں سینہ کہ عشق مجلس آراست / اندیشۂ نام و ننگ کم خاست

اشکے کہ بعشق گرم پوید / از دل رقمِ صلاح شوید

پولاد کہ سنگ را اکند خورد / زاں شیشہ درست چوں تواں برد

عشق اوّل کار دلنوازیست / چوں تافت عناں سخن را ز دست

طوفاں کہ سخن بہ ابر گوید / اوّل کفِ پائے خلق شوید

چرخم زدہ و دیدہ خوں رواں کرد / با چرخ ستیزہ چوں تواں کرد

فریاد کہ جاں ز غم زبوں شد / وز خستۂ دیدہ دل بروں شد

ایں تن کہ خمیدہ بود بشکست / وآں دل کہ نداشتم شد از دست

سیلابِ بلا برآمد از فرق / کنشیم چہ سود چوں شدم غرق

ایں آہِ سحر کہ میزنم ترم / بازار رحیل میکنم گرم

پر سوز دلم کہ رستخیز ست / انگشت منہ کہ شعلہ تیز ست

من بے تو بدیں سیاہ روئی / بے من تو چگونہ نکوئی

اے غنچۂ تنگ خوئے چونی / اے دشمنِ دوست روئے چونی

چشمِ سیہت بناز چونست / خوابت بشبِ دراز چونست

در خونِ کہ میشوی سبک خیز / برجانِ کہ میزنی مژہ تیز

از دستِ کہ بادہ می ستانی / در بزمِ کہ جرعہ می فشانی

گشتم بدرت چو خاک ناچیز / یک جرعہ بریز بر سرم نیز

یارے کہ بمہر دلنواز ست — تا گفتہ بداند انچہ راز ست
بخشندہ کہ آستیں کشاید — ناخواستہ بخشد انچہ باید
گل بر نارسیدہ گستاخ — چون پختہ شود خود افتد از شاخ
بس وعدہ کہ داد بخت بدرام[1] — کت از مے وصل خوش کنم کام
آمد بمن آن شرابِ گلرنگ — لیکن چو فتاد شیشہ بر سنگ
از روئے تو ہر چہ دید جانم — بر روئے تو گفت چون توانم
ہر قطرۂ خون برین رخِ زرد — پندار کہ چشمہ ایست از درد
از دیدہ رود چو جوئے خونم — شیران نکشند بوئے خونم
از شعلۂ آہ در دہانم — پر آبلہ ہیں ہمہ زبانم
ما را با مان گر از تو رہ نیست — تو غمزہ زنی ترا گنہ نیست
سیاف[3] کہ خون بعنف ریزد — رحمت بدلش چگونہ خیزد
شادم برخست کہ غم کند کم — پیشِ چو توئی وانگہے غم
ور غم رسد از تو نیز شادم — این شادی و غم ہمیشہ بادم
مہر تو در استخوانِ من باد — دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنون چو بدید دم دل انگیز — از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بجوں درآمد — فریاد ز وحشیاں برآمد

۱؎ سرکش و آراستہ (برہان) ۱۲ ۲؎ حسرت ۳؎ سیاف جلاد و عنف درشتی ۱۲ ش

هر روز بدین نیازمندی | میگشت به پستی و بلندی
شب تا سحر و ز صبح تا شام | یک لحظه دلش نکردے آرام
در دل غم دوست داشت تا مرد | وان لحظه که مرد با خودش برد
روزے که زمانِ عمر درگشت | جان بر سر دل نهاد و بگذشت

خرامش کردن لیلی با سرو قدانِ همسایه سوئے بوستان و شناختن آن آزاده نوبران را و زبانِ سوسن کشیدن و غزلے جگر اندوز از یک اندازهائے مجنون به آواز نرم روان کردن و بر دل لیلی زدن و کاری آمدن و بازجست کردنِ لیلی طیرگی بلبل خارنشینِ خود را و آزمودن آن راوی تعطش لیلی را سوئے خونابهٔ مجنون و مرگ مجنون غلبه کردن و سوخته شدنِ لیلی و بگرمی در خانه باز آمدن و به تپ اجل گرفتار شدن

گویندهٔ این حدیثِ زیبا | زین گونه نگاشت روئے دیبا
کان زهرهٔ شب نشینِ بے خواب | چون در غم دوست یافت بیتاب

چوں غمزدگاں بدردمی بود ۔۔۔ با نالہ و آہِ سردمی بود

ہرگریہ کہ کرد موجِ خوں ریخت ۔۔۔ ہردم کہ زد آتشے بروں ریخت

با سایۂ غم درازمی گفت ۔۔۔ در پیشِ خیال رازمی گفت

ہرچوب زحجرہائے دردش ۔۔۔ زرچوبہ[۱] شدہ زرنگِ زردش

ہرروزن و درزِ جلوہ گاہش ۔۔۔ تاریک شدہ زدودِ آہش

ہرغمزہ کہ زد زچشمِ بدکیش ۔۔۔ خوں ریخت وے زدیدۂ خویش

چشمے کہ بگریہ ریش میکرد ۔۔۔ زاں بادہ خمارِ بیش میکرد

بے وسمہ کمانِ ابروانش ۔۔۔ بے سرمہ دو چشمِ[۲] ناتوانش

از داغِ غمش درونہ خستہ ۔۔۔ داغِ کلفش[۳] برخ نشستہ

کلفش کہ سیاہ فام کردہ ۔۔۔ نسبت بمہش تمام کردہ

نے کلفہ کہ سایہ بدمہتاب ۔۔۔ نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

غلطاں ہمہ شب چو صد سال ۔۔۔ پہلو پہلو چو قرعۂ فال

خالی شدہ از جلا جمالش ۔۔۔ معزول شدہ زجلوہ خالش

از کوفتنِ رخِ جمیلش ۔۔۔ بررخ بدلِ[۴] سپیدہ نیلش

زاں روئے کہ داد چرخ را نور ۔۔۔ با آں ہمہ نیل چشمِ بد دور

مقنع چو درونہ چاک گشتہ ۔۔۔ گلگونہ فتادہ خاک گشتہ

۱؎ زرچوب ہلدی ۱۲ ش ۲؎ اے چشمِ گریاں ۱۲ حسرت
۳؎ کلف تیرگی یعنی جھائیں ۱۲ ش ۴؎ بدل، بدلہ عوض ۱۲ ش

پیرایهٔ زر چو سنگ مانده — آئینهٔ چین بزنگ مانده
گشته خمِ طرهٔ چو شمشاد — از زخمِ زبانِ شانه آزاد
پیچویش ز گفت و گوی خویشان — وز طعنه چو زلفِ خود پریشان
غم را بدرونه بند میکرد — دل بر سرِ غم سپند میکرد
غم گرچه بگفت دردناکست — در سینه گره زدن ہلاکست
دل دوختنِ غم ارچه خونست — لب دوختن آفتِ زبونست
گردد چو تنورِ بسته سرگرم — پولادِ درشت را کند نرم
دیگے که درونه شد بجوشش — کف (لب) بر دہن آید از خروشش
دشنه بجگر فرو توان خورد — سخت ست فرو خوردنِ درد
آنرا که بود بسینه جانے — خیزد ز جراحتش فغانے
مرده ہست که بے خروش باشد — نشتر خورد و خموش باشد
از گوشت تهی کنند خوان را — خوردن که تواند استخوان را
بیم ار نبود ز آخرین خواب — در دل چه سناں چه قطرهٔ آب
دل سوخته چوں کند نہاں راز — کش می بتراود اشکِ غمّاز
آں خم که درون بود زلالش — بیرون گذرد نم از سفالش
گر دم نزند لبش ز بیداد — رُخسار سخن کند بفریاد
بیرون محکِ درونه باشد — عنوان ز غرض نمونه باشد

مشک ار چه بود بہ پوست خونش | بویش خبر آرد از درونش
کانونِ[1] تو شد چو آتش اندود | ہمسایۂ تو بگرید از دود
آں کبکِ قفس نشینِ محبوس | بے جلوہ چو پر شکستہ طاؤس
از بندِ قفس چو آمدی تنگ | کردے بطوافِ وادی آہنگ
بر پشتِ جمازۂ سبک خیز | از حجرۂ غم بروں شدے تیز
با چند پری وشِ بہشتی | راندے بسرابِ دشت کشتی
گفتے غمے از شکستہ حالی | کردے سخن درونہ خالی
لختے زہراسِ نقشِ بیناں | درگوشہ شدی زہم نشیناں
با سبزہ ز دوست راز گفتے | با سروِ غمِ دراز گفتے
ہر مرغ کہ در ہوا پریدے | مقنع زنوا‌ش بر دریدے
شب چوں سوئے خانہ باز گشتے | بازش غمِ دل دراز گشتے
چوں شمع ز غم فسردہ میبود | شب سوختہ روز مردہ میبود
روزے ز غم اندراں زبونی | تنگ آمد از اندۂ درونی
از کنج سرائے آتش اندود | سرگشتہ بروں شتافت چوں دود
خوباں کہ بُدند ہم نشینش | گشتند بہمرہی قرینش
رفتند بہم بسے جمیلہ | در نخلستانِ آں قبیلہ

---

[1] کانون آتشدان (غیاث) ۱۲ حسرت

گہ بر رخِ یاسمین خمیدند — گہ در تہِ شاخِ گل خزیدند
ہر شاخ گلے شگوفہ پر درد — لیلی بمیانہ چوں گلِ زرد
ہر غنچہ کشادہ لب بخندہ — لیلی چو بنفشہ سر فگندہ
ہر لالہ بوئے مشک گشتہ — لیلی چو نہالِ خشک گشتہ
ہر بت رطبے زبار می خورد — لیلی ز زمانہ خار می خورد
ہر سرو ز جوی بجامہ میرست — لیلی ز سرشک جامہ می شست
ہر کبک روان بناز مائل — لیلی چو تذروِ نیم بسمل
لختے چو در آں بساطِ گلروئے — ق — گشتند میانِ سبزہ و جوئے
از گرمیِ آفتابِ سوزاں — در سایہ شدند نیم روزاں
در انجمنے کہ رشکِ مہ بود — یک سایہ و آفتاب دہ بود
شخصے ز موافقانِ مجنوں — صافی گہرے چو درِّ مکنوں
از سوزِ رفیق سینہ پر داغ — میگشت بجلوہ گاہِ آں باغ
بشناخت کہ آں بتاں کدامند — ہر یک بچہ نسبت و چہ نامند
در حلقۂ شاں نمود میلے — شد در پئے آزمون[1] لیلے
کاں بادہ کہ کرد قیس را مست — در لیلی از آں سرایتے ہست
در گلشنِ آں بہارِ خنداں — برداشت نوائے دردمنداں

[1] آزمون آزمائش ۱۲ ش

سوزان غزلے زقیس دلکش — میگفت چو شعلہائے آتش

زان زمزمۂ جراحت انگیز — میزد بجگر زبانۂ تیز

خوبان کہ نوائے او شنیدند — در پردۂ جامہ جان دریدند

زان نغمہ شدند دور از آرام — چون آہوئے ہندو اُشتر شام

معشوقہ چو نام یار بشنید — وان نالۂ جان فگار بشنید

شوریدہ زجائے خویش برخاست — ستر ادبش زپیش برخاست

درپیش غزل سرائے شد زود — رخسارہ بہ پشتِ پاے او سود

گفت از سر گریہ اے نکو روئی — بیگانہ نما و آشنا خوئی

دانم کہ بدین دمِ نژندے — داری خبرے زدردمندے

زین نو غزلے کہ کردی آغاز — نوگشت مرا غمِ کہن باز

زان غمزدہ کیں ترانہ رانی[1] — مارا خبرے دہ ار توانی

کز دستِ دلِ ستم رسیدہ — چون ست میانِ خونِ دیدہ

منزل بکدام غار دارد — بستر بکدام خار دارد

ہم خانۂ او کدام مورست — ہمخوابۂ او کدام گورست

سینہ بکدام داغ دادہ است — دیدہ بکدام زاغ دادہ است

بالش بغبارِ تنگ چون ست — پہلوش بر روئے سنگ چون ست

[1] ترانہ رانی یعنی می سرائی ۱۲ ش

باکیست بروز تیره رازش / چون میگذرد شب درازش

دارد بدگر خیال میلے / یاهم بخیال روئے لیلے

بشنید چو آن سخن خردمند / بکشاد بآزمون دمے چند

گفت اے ز وفا سرشته جانت / قاصر ز حدیث دل زبانت

آن یار که بہر اوست این گفت / دل زاندُه او بیادت رفت

کز تو شده بود دُور و مهجور / دُور از تو ز خویش نیز شد دُور

دل را بتو داده بود آزاد / جان نیز به بیدلی ترا داد

تا زیست نظر بسوئے تو داشت / چون مرد هم آرزوئے تو داشت

زان ره چو گذشت بے جمالت / همره نشدش مگر خیالت

چون با تو گذشت دوش با دوش / با خاکِ سیاه شد هم آگوش

همخانهٔ عشق نازنین ست / همخوابهٔ[1] رایگان زمین ست

بگرفت بخوابگه قرارے / وز بیخوابی برست بارے

هست از تو بخواب نیز بیتاب / می بیند خوابت[2] اندران خواب

آنرا که برآمد از غمت هوش / هان تا نکنی ز دل فراموش

لیلی چو شنید این سخن را / در خاک فگند سرو تن را

میزد سر و پائے دوست برخاک / چون مرغ بریده سر بتاپاک

[1] یعنی چیزے که بیکار باشد پیوند خاک میشود ۱۲ حسرت
[2] در خفتن هم خواب تو می بیند ۱۲ ش

گوینده‌ٔ نادرست پیماں — از گفتهٔ خویش شد پشیماں
چنداں که نموده استواری — پیوسته نگشت زخم کاری
رخنه که بدل شد و جگر هم — انباشته کے بود بسر هم
در تن چو رگ حیات بگسست — از حیله کجا گره تواں بست
خوبانِ دگر که حال دیدند — از هر طرفی فراد ویدند
شوریده ز خاک بر گرفتند — فریاد و نفیر در گرفتند
بیخویشتنش بخانه بردند — زانگونه بمادرش سپردند
شد پیرزنِ جگر دریده — زاں تیره نفس نفس بریده
افتاد برو چو خس بر آبے — یا بر سرِ آتشے کبابے
بتواں ز جگر برید پیوند — دیدن نتواں خراشِ فرزند

صفتِ برگ ریز و دوادو[1] یا دِ خزاں وا زسبب صدماتِ حوادث دوراں سر نهادن سروِ لیلی در خاک و بے پاشش ماندن

آمد چو خزاں بغارتِ باغ — بنشست بجائے بلبلاں زاغ
رخسارهٔ لاله پر ز چیں گشت — آئینهٔ آب آهنیں گشت
هر غنچه که جلوه کرد گستاخ — در ریختن آمد از سرِ شاخ

[1] تگ و دو ۱۲ حسرت

پُر برگ شده زمینِ گلزار   چوں مجلسِ مُکرمان[1] زو نِثار

ریزاں گل و لاله شست و شست   مالیده چنار دست بر دست

هر سوئے برهنه گلستانے   چوں راه فتاده[2] کاروانے

زآسیبِ طپانچهائے صرصر   غلطاں بزمیں شگوفهٔ تر

منقارِ کلاغ بر سرِ گل   مقراض شده بپرِ بلبل

خفته عَلَمِ شگوفه بر خاک   عباس شده درختِ ضحّاک[3]

شیرازهٔ گل گره کشاده   هر سو ورقے بروں فتاده

مانده همه غنچهائے خوشبوئے   از خندهٔ شکّریں ترش روئے

برگے که ز باد شد گریزاں   هر گوشه دواں فتان و خیزاں

نرگس که بخواب چشم بسته   از بانگ زغن زخواب جسته

سوسن زغبارِ سینه پرخار   کآزادهٔ و باخساں سروکار

رخسارهٔ یاسمیں زمیں سائے   پیمانهٔ لاله باد پیمائے

در زلزله سروِ راست خانه   چوں مردمِ راست در زمانه

گیسوئے بنفشه خاک بوساں   چوں زلفِ خمیدهٔ عروساں

نسریں بلتِ زمانه خوردن   وز شاخ بستا زیانه خوردن

درهم شده جعدِ سنبل از باد   شانه طلب از درختِ شمشاد

[1] صاحبان اکرام ۱۲ حسرت [2] غارت شده وراه زده ۱۲ حسرت [3] یعنی درختے که از شگفتگی گلها بسیار خنده زن بود از اثرِ خزاں بسیار عبوس و پژمرده گشت ۱۲ حسرت

تاکہ بچنیں شگوفہ ریزے — افتادہ گلے بر ستیزے

لیلی کہ بہارِ عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود

آتش زدہ گشت نوبہارش — وز آب برفتہ چشمہ سارش

آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت — جاں برد کہ سوئے جاں گذر داشت

آں دل کہ شدش بعشق پامال — جاں نیز رواں شدش بدنبال

آمیخت بسروِ نوجوانش — بیماری جسم ناتوانش

شعلہ ز تنش چناں برآمد — کش دود ز استخواں برآمد

پہلو بکنارِ بستر آورد — سرپوشِ اجل بسر در آورد

گشتش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں

چشمش کہ ہمی بخواب در گشت — در بندِ غنودنِ دگر گشت

در آتشِ تپ فتادہ نعلش — یاقوتِ کبود گشتہ لعلش

گشتش خوے تپ رواں بتعجیل — ہم وسمہ ز روئے شست و ہم نیل

گیسو ز شکنج تاز ماندش — نرگس ز کرشمہ باز ماندش

شد تیرہ جمالِ صبح تابش — وافتادہ بزردی آفتابش

تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ — تبخالہ نہاد بر لبش داغ

ہم رنج تن و ہم اندہ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار

در تلوسۂ چنیں جگر سوز — میدید عقوبتے دو سہ روز

چون شد گه آنکه مرغِ دمساز
از بندِ قفس شود بپرواز

زان شعله که زد بجانش آذر
بکشاد جریده پیش با در

کاے دردِ من اندُه نهانت
واندیشهٔ من خراشِ جانت

زین غم که برائے من کشیدی
آزرده شدی و رنج دیدی

ناچار چو خونم از تنِ تست
بارِ دلِ من بگردنِ تست

رنجے که نهند بر نهادم
لابد تو کشی که از تو زادم

کارے که مرا بود بصورت
آن کار ترا فتد ضرورت

در خوشه فتد چو آتشِ تیز
از سوے تنه راچه جائے پرہیز

هر گه که جگر خراش گیرد
قالب چه کند که گر نمیرد

تیمارِ مرا که پے فشردی
زحمت ز قیاس بیش بردی

وقت است کنون که خیزم از پیش
زایل کنم از تو زحمتِ خویش

عذرت بکدام رسائے خواهم
مزدت مگر از خدائے خواهم

چشمت پس ازین نمے مبیناد
بعد از غمِ من غمے مبیناد

بردار ز بسترِ هلاکم
وز آبِ دو دیده شوئے پاکم

از آتشِ سینه سوز عودم
وز بوئے جگر رسان درودم

خون ریز بروے مشک بویم
تا غازهٔ تر شود برویم

گل زن بجبین بروے خویشم
کافور فشان ز موئے خویشم

ق

چوں از پئے مرقدم نہانی — پوشی بلباس[1] آں جہانی
از دامنِ چاکِ یارِ دلسوز — یکپاں بیار و برکفن دوز
تا باخود از آں مصاحبِ پاک — پیوندِ وفا برم تہِ خاک
چوں نوبتِ آں شود کہ از تخت — لیلیٰ بجنازہ برنہد رخت
کم کن قدرے رقیبِ ما را — وآوازہ دہ آں غریبِ ما را
کاید چو شہاں دریں عروسی — لب ساز کند بنقرِ کوسی
در جلوۂ من کند نظارہ — وز سینہ برآورد حرارہ
از رخ بزمیں شود زرافشاں — وز گریۂ تلخ شکّر افشاں
رنگیں کند از جگر قبا را — خونیں کند از نفس ہوا را
قاری شود از نفیرِ دلدوز — مطرب شود از ترانۂ سوز
از گریہ رواں کند دو رودے — وز نالہ برآورد سرودے
او نغمۂ غم زند بنامم — من رقص کناں بروں خرامم
آید قدرے چو مہرباناں — تا حجرۂ خوابگاہِ جاناں
وانگہ بوفا چنانکہ داند — ہمخوابہ شود اگر تواند
در زندگی ار نبود کارے — در خاک بہم بویم بارے
گو آنچہ کہ گفتی ار یقین ست — بشتاب کہ وقتِ آں ہمین ست

[1] لباس آنجہانی کفن باشد ۱۲ حسرت

اینک رخ اگر جمال خواہی
وانیک من اگر وصال خواہی

شورے زد و کالبد برانگیز
تن با تن و جاں بجاں درآمیز

رنج دو جراحت اندکے کن
خونِ دو شہید را یکے کن

گرا ز دمِ سرد سرد م اے دوست
خوں سرد نشد ہنوز در پوست

با گرمیٔ خونم آر در بر
پیوند بہ خونِ گرم بہتر

در دل نشود کہ بر من آئی
چوں جاں بدریچۂ تن آئی

گیری گِلہ[1] دوست چوں گراناں
جاں دوستر بود زجاناں

از مردمیٔ تو بر نگردم
زاں روئے کہ در وفات[2] مردم

ہر کس پئے زندگاں گزینند
کس روئے گذشتگاں نہ بینند

یا آنکہ کنند نالہ و شور
نتواں پسِ مردہ رفت در گور

با ایں ہمہ من بمنزلِ خویش
خالی نکنم ز توگلِ خویش

چوں خاک شود وجودِ پاکم
بر باد دہد زمانہ خاکم

با بادِ صبا غبار گردم
گردِ سرِ کوئے یار گردم

گویند کہ گرد باد در دشت
جانے ست زتن رمیدہ در دشت

من نیز بجاں دہم کشادے
گردم بسرت چو گرد بادے

لیکن چو تو آنکسی کہ با دوست
ہمخوابہ بجاں شوی بیک پوست

لہ ترک ونقصان ۱۲ حسرت ؎۲ اے در وفائے تو ۱۲ حسرت

عمریست که جانِ تو بغم بود — در جُستنِ ہمرہِ عدم بود

بشتاب کہ سوئے آن خرابی — ہمراہِ دگر چو من نیابی

ہمرہ چہ بود کہ جانِ چون نوش — ہمخوابہ و ہمدم و ہم آگوش

آن راہِ دراز گاہ و بیگاہ — زافسانۂ غم کنیم کوتاہ

چندان ز تو انتظار بردم — کاندر رہِ انتظار مردم

وامروز کہ گشت جان شکیبائے — من مردہ و انتظار بر جائے

دوری منمائے بیش ازینم — کز کتمِ عدم رُخِ تو بینم

منشین کہ بساط در نوشتم — تو زود بیا کہ من گذشتم

گفت این سخن و ز حال در گشت — و ز حالتِ خویش بے خبر گشت

جانش کہ میانِ موجِ خون رفت — مجنون گویان ز تن برون رفت

او رفت ز دہرِ عمر فرسائے — وان کیست کہ خواست ماند بر جائے

ہیچ است جہانِ پیچ در پیچ — داننده نظر نکرد در ہیچ

رنگین منگر گیاہ این کشت — کاوّل ہمہ سبز ست و آخر انگشت

ہمسایۂ مرگ شد حیاتش — ہمشیرۂ زہر شد نباتش

ہر سرو و گلے کہ روید از خاک — فردا ہمہ ہیزم است و خاشاک

اے آنکہ چو غافلان بخوابی — تا دل ننہی برین خرابی

ہان تا نخوری فریبِ ایّام — کانگہ بردت کہ دادت آرام

این برشده گنبد مدور — دارد دو در ار چه هست بی در

هر کز دو درش برون نشسته است — از ششدرهٔ زمانه رسته است

چون لیلی را ز هفت پرکار — در ششدره گشت مهره مردار

جانی که گرفت راه در پیش — جز عشق نبرد توشه با خویش

زین خانه که رخنه گاه دزد است — زادی که بری همانت مزد است

چون رفتنی ایم ازین گذرگاه — آن به که بریم توشهٔ راه

یارب چو بری ازین سوادم — زایمانِ درست بخش زادم

زین مرحله نیست همرهم کس — جز بدرقهٔ عطای تو بس

خبر یافتنِ مجنونِ دردمند از بیماریِ لیلی و از حلقهٔ سگانِ بیابان زنجیر گسستن و بحلقه زدنِ درِ لیلی در آمدن و از پیش جنانِ لیلی در جلوِ رحیل دیدن و نثارِ شاهانه از دیده ریختن و بمصاحبتِ محفّهٔ عروسِ خود سوی شبستانِ لحد بر عزمِ خلوتِ صحبت روان شدن

خوانندهٔ این خطِ کهن سال — زین گونه نمود صورتِ حال

کان بت چو ازین سرای غم رفت — با همرهِ عشق در عدم رفت

مادر چو بدید حالِ لیلی — برداشت بنوحه وای ویلی

آہے ز جگر چنان برآورد ‏ کاختر ز دمش فغان برآورد
افتاد ز غم چو خاک بر در ‏ وز درد فگند خاک بر سر
از کندن موی ہائے پر نور ‏ میریخت بجسم مردہ کافور
پرکالۂ تر ز روئے می کند ‏ وز ہر سرِ تنک تیغے می کند
سر میز دو رخ خراب میکرد ‏ ناخن بحنا خضاب میکرد
زان مشغلہ کش بروئے میرفت ‏ خونابہ برخ بجوئے میرفت
خویشان ہمہ آمدند دلتنگ ‏ رخسارہ زخونِ دیدہ گلرنگ
کردند بدرد پیرہن چاک ‏ دستارِ شرف زدند بر خاک
مجنون ز خبرِ بروفادار ‏ آگہ شدہ بُد ز زحمت یار
آزردہ دل و جگر دریدہ ‏ بر در بعیادتش رسیدہ
کامد ز درونِ در نفیرے ‏ وز خانہ پدید شد سریرے
لیلے گویان برادر و خویش ‏ ایشان ز پس و جنازہ در پیش
بردند برون جنازۂ ماہ ‏ برخاست فغان ز کوچہ و راہ
یکجا شدہ مرد و زن فراہم ‏ پروین و بناتِ نعش باہم
عاشق کہ نظارہ چنان دید ‏ برداشت قدم کہ ہمعنان دید
در پیشِ جنازہ رفت خندان ‏ نے درد و نہ داغ دردمندان
از دیدہ رہِ جنازہ میرفت ‏ می گفت سرود و پائے میکوفت

نظم از سر وجد و حال میخواند — خوش خوش غزلِ وصال میخواند

کالمنة لله از چنیں روز — کز ہجر برست جانِ پرسوز

در بزمِ وصال خوش نشستم — وز دردِ فراق باز رستم

در گل نه ازیں سفال[۱] سائیم — بل عنالیه وصال سائیم

وصلے که در و (از زر آید ۱۲) قربِ جانی — نے گنجد جاں نه زندگانی

بے منتِ خلق چاره سازیم — بے طعنۂ خلق عشق بازیم

ق سرے که کشیده داشت بالیں — از صحبتِ ایں تنِ سفالیں

وقتست که خانه ساز د اکنوں — ریحانِ وے از سفالِ مجنوں

بے منت دیده روئے بینیم — بے زحمتِ لعل بوسه چینیم

آں دست که از جہاں بداریم — در گردنِ یکدگر در آریم

ہمچا نه شویم موئے در موئے — ہمخوابه شویم روئے بر روئے

زیں خوابِ دراز بے ملامت — سر بر نکنیم تا قیامت

پوید بحزینه[۲] پاک با پاک — مانند بحظیره[۳] خاک با خاک

باید لحدے به تنگی آراست — تا ہر دو جسد یکے شود راست

گر فرجۂ خاک تنگ مایه است — بستانِ عدم فراخ سایه است

نبود منِ خسته را دریں شور — خلوت کده تنگو ترا ز گور

[۱] سفال ۔ جسم خاکی ۱۲ حسرت [۲] اسے عالم برزخ ۱۲ حسرت
[۳] حظیره بظائے معجمه بمقبره ۱۲ ش

نے از شغبِ مزاحماں جوش ‌‌ نے بانگِ رقیب در بنا گوش

نے عربدۂ فسردۂ[1] جاناں ‌‌ نے سنگِ ملامتِ گراناں

نے بینشِ دیدیاں بافسوس ‌‌ نے دیدہ کشی ز چشمِ جاسوس

افتادہ دو یارِ داغ دیدہ ‌‌ و ز غم باجل فراغ دیدہ

اے کامدۂ بطعنِ مجنوں ‌‌ مردست خوانم گر آئی اکنوں

وے دشمنِ خندہ زن زحد بیش ‌‌ میخند کنوں ولیک بر خویش

وے دوست کت اشک در روانی ست ‌‌ نگری بغمے کہ شادمانی ست

چندانکہ ز بہرِ من زنی وائے ‌‌ در نوحۂ لیلی اندر افزائے

ہر گریہ کہ بہرِ من کنی ساز ‌‌ موجِ گہرش بلیلی انداز

موئے[2] کہ کنی بموئیۂ من ‌‌ بر پا دِکمندِ زلفِ اوکن

در ماتمِ ار بسر کنی خاک ‌‌ از شارعِ آں جنازہ کن پاک

بر من چو دعا دہی دریں دم ‌‌ نے بر سوئے من کہ سوئے او دم

عفوے کہ بخواہیم ز درگاہ[3] ‌‌ نے از پئے من کہ بہرِ او خواہ

در توشۂ من گہ نمک بیز ‌‌ از چاشنیٔ غمش نمک ریز

حلوا کہ فرستیم پیاپے ‌‌ نامم لبِ او نویس بر وے

زان بوسہ بخاکش از حد افزوں ‌‌ گوئیش[4] برساں بروحِ مجنوں

[1] فسردہ جاناں ← گراں جاناں ۱۲ حسرت [2] مویہ گریہ و نوحہ (برہان) ۱۲ حسرت
[3] اے از درگاہِ الٰہی ۱۲ حسرت [4] اے بخاک بگو ۱۲ حسرت

رہ ارچہ قیامتے ست سویش ور دم ز دستے رسم بکویش

زیں پا حدِ راہ رانشایم جاں پائے کنم بر و شتابم

اے جانِ عزیز دل میںداز کانجانِ عزیز یافتم باز

زینساں ہمہ رہ ترانہ میزد رقصِ خوشِ عاشقانہ میزد

آنرا کہ درونہ زندہ وش بود زیں زمزمۂ فراق خوش بود

وانکس کہ نداشت لذّتِ درد در گریۂ زار خندہ میکرد

خلقے بگماں کہ مردِ بیہوش از بیخودی آمدہ است در جوش

ویں در دلِ کس نہ کو بصد خواست افسانۂ گفتہ راکسند راست

میرفت بداں ترنم و تاب تا خوابگہِ نگارِ خوش خواب

چوں شد گہِ آنکہ دورِ افلاک درخاک نہد ودیعتِ خاک

گریانِ جگرِ زمیں کشادند واں کانِ نمک درو نہادند

مجنوں زمیانِ انجمن جست وافتاد بدخمۂ[1] لحد پست

بگرفت عروس را در آغوش رو داشت بروی و دوش بر دوش

دو اختر سعد را بپاکی افتادہ قراں بہ برجِ[2] خاکی

خویشانِ صنم ز شرمِ آں کار جستند بغیرت اندراں غار

تا ساز کنند خشم و خونریز برکشتہ زنند خنجرِ تیز

---

[1] دخمہ بروزنِ زخمہ سردابۂ مردگاں باشد (برہان) ۱۲ حسرت

[2] ثور و سنبلہ و جدی اینجا مراد قبر ۱۲ حسرت

چوں دست بہ پنجہ در زدندش　　پیچاک[1] غضب بسر زدندش

او را سرِ پنجہ بے خبر بود　　پیچش شکنجہ دگر بود

باہم شدہ بود پوست با پوست　　پرواز نمودہ دوست با دوست

کردند بجنبش آزمونش　　از جاں رمقے نداشت خونش

بازو کہ حمایلِ صنم گشت　　از ہم نکشادیں کہ خم گشت

افتاد بمغز شاں غبارے　　کز یار جدا کنند یارے

پیرے دو سہ از بزرگوارا　　گفتند بچشم سیل باراں

کیں کار نہ شہوتِ ہوائی ست　　سرّے ز خزینۂ خدائی ست

ورنہ بہوس کسے نہ جوید　　کز جانِ عزیز دست شوید

خوش وقت کسے کہ از دلِ پاک　　در راہِ وفا چنیں شود خاک

وصل ارچہ باہلِ دل وبال ست　　وصلے کہ چنیں بود حلال ست

نفسے کہ نباشدش ہوا رام　　رامش ز کجا شود دو و دام

گر عاشقی ایں مقام دارد　　تقویٰ بجہاں چہ نام دارد

تا ہر دو نہ در مغاک[2] بودند　　زالایشِ نفس پاک بودند

وام و ترکہ شہر بندِ خاک اند　　پیدا ست کہ خود چگونہ پاک اند

اولیٰ بود از چنیں نشانے　　پاکیزہ تنے بہ پاک جانے

[1] پیچاک اسے پیچ و خم (غیاث) ۱۲ حسرت
[2] اسے تا زندہ بودند و در مغاک قبر نرفتند ۱۲ حسرت

[illegible]

درہم کشید حالِ ایشاں ۔ در گردنِ ما وبالِ ایشاں

از سوزِ دل آں حکایتِ زار ۔ کرد آں ہمہ را درونِ دل کار

کردند بدر رواشک ریزی ۔ بر ہر دو فتادہ خاک بیزی

زاں روضہ کہ دل گداز گشتند ۔ گریاں سوئے خانہ باز گشتند

زافسوس زدند نعرہ چوں کوس ۔ خود حاصلِ عمر چیست افسوس

باآنکہ دہد جہاں بقائے ۔ ہیچ است چو نیستش وفائے

عمر ارچہ با آدمی عزیز است ۔ عمرے کہ چنیں بود چہ چیز است

ایں عمر کہ روئے کس نہ بیند ۔ چوں باد رود کہ پس نہ بیند

نقدِ شدہ چوں تواں ستد باز ۔ ما سادہ دل و فلک دغا باز

ہر دم بہ کمانِ کینۂ خویش ۔ تیرے کشد آسمانِ بدکیش

مگر کہ بدیگرے کشاید ۔ گر زوے چو گذشت بر تو آید

از وے کہ[1] جہد بہ گاہِ نخچیر ۔ دوزد ہمہ خلق را بیک تیر

آنرا کہ بود بمرگ بنیاد ۔ از مرگِ کسے کجا شود شاد

در نوبتِ کس مکن خوشی فاش ۔ کیں کار بنوبت است خوش باش

گیر درہِ تو اجل نہانی ۔ گر رہ ندہی بخود تو دانی

غافل مشو از جوانیِ خویش ۔ می ترس زخصمِ جانیِ خویش

---

[1] کہ بمعنی کدام ۱۲ ش

موئے سیہت کہ تیرہ رنگے ست — از عاریتِ[1] زمانہ ننگے ست

ناخوش بود آں عروسِ طنّاز — کز زیورِ عاریت کند ناز

ایں چشمۂ خور کہ آب جوی ست — از موئے سیہ خضاب شوی ست

ایں شب کہ ترا ست عشرت آموز — تا چشم بہم زنی شود روز

ہر مہ مہِ تو بر آسماں ہست — ماہی گیرے بنیمہ شست

از نیم و تمام ہر چہ ہستند — از نیمہ شستِ او نرستند

چرخ ست خراسِ آسیا رو — چہ کہنہ چہ نو درآسیا جو

صرصر چو زند بہ بوستاں گام — ہم پختہ فتد ز شاخ و ہم خام

آتش چو بشعلہ بر کشد سر — چہ ہیزمِ خشک چہ گلِ تر

بازارِ جہاں مبیں کہ تیز ست — کایں جملہ متاعِ رستخیز ست

صبحش منگر کہ ہست دلخواہ — باشد دُمِ گرگ و دامِ روباہ

شامش منگر کہ ہست خنداں — کاں تیغ نمایدت نہ دنداں

خندیدنِ آسماں ہلاکی ست — بس خندہ کہ آں ز خشمناکی ست

چوں شد بر ہِ تو شیر بد خوئے — دست از رہِ خود بجوں خوشوئے

انجم کہ رقیب[2] جملہ چیزند — غارت گرِ جملہ چیز نیز ند

دزدی کہ زر کوتوال باشد — در قلعہ درون چہ حال باشد

۱؎ یعنی چوں زمانہ بعاریت ترا موئے سیاہ دادہ است اسباب ننگ ست نہ سامانِ فخر ۱۲ حسرت

۲؎ نگاہباں ۱۲ حسرت

خازن چو کند خزینه تاراج گنجینه نقب زن چه محتاج
این کهنه بساطِ عشرت اندوز راهی است که میرود شب و روز
هردم که زنی تو گاه و بیگاه گامے ست که میزنی درین راه
با تا ختنے بدین روانی پیدا است که چند زنده مانی
بس خر صفتاں که در اقامت بستند طویله بر قیامت
زین مرحله چوں بروں جهیدند رفتند چنانکه پس ندیدند
خامی ست که در سرائے پرسوز جا گرم کنند بهر ده روز
در سینه غرور در نه گنجد طوفاں بتنور در نگنجد
بگسل ز وفائے مادرِ خاک کو بچهٔ خویش را خورد پاک
گفتی که مراست این زر و مال نیست گر آیدت بدنبال
گنجے که دلِ تو شاد دارد بین تا چو تو چند یاد دارد
خوشدل شدنت چو کودک از قند زین صرهٔ[1] مرده ریگ تا چند
از لب نفسے رمیده گیرت وآن زر به کساں رسیده گیرت
هیچ ست دمے که پیچ پیچ ست بر هیچ مبند دل که هیچ ست
چوں برگره تهی نهی پیچ گر باز کنی چه یابش هیچ
خاکست خزینه در مغاکے چندیں چه دوی ز بهر خاکے

[1] صره کیسه ۱۲ حسرت

	زانکہ شکند کہ سنگ دارد		ایں شیشہ کہ پیش زنگ دارد	

ایں موہہا پیچیدہ بگیسوئے منور ما درِ مغفورۂ خویش کہ تاب الشیب[1] نوری داشت و برپشت افتاد و بدیں نالہائے سوز را نفسِ رخس و خاکستر کردہ شدہ و گوہرِ پاک برادر[12 مرد] حسام الدین را کہ در میان خوابِ خورد مورچہ گشت روشن گردانیدہ آمد

تغمدہما اللہ بغفرانہ

	ماتم زدہ کیست کز جہاں نیست		ماتم کدہ شد جہاں نہاں نیست	
	از روزنے[2] خویشتن بدیں روز		زانجملہ منم یکے دریں سوز	
	ہم مادر و ہم برادرم رفت		کامسال دو نور زاخترم رفت	
	گم شد دو مہ دو ہفتۂ من		یکہفتہ ز بختِ تفتۂ من	
	دہرم بدو دہرہ[3] خست سینہ		ہجرم زدو سو کشید کینہ	
	چرخ از دو طپانچہ کرد ہیچم		بخت از دو شکنجہ داد پیچم	
	فریاد کہ ماتم دو افتاد		ماتم دو شد و غمم دو افتاد	

[1] الشیب نوری یعنی پیری نورِ من است ۱۲ اش [2] روزی قسمت ۱۲ حسرت
[3] دہرہ بروزن بہرہ شمشیر است کوچک (برہان) ۱۲ حسرت

حیف ست دو داغ چوں منے را — یک شعله بس ست خرمنے را

یک سینه دو بار برنگیرد — یک سر دو خمار برنگیرد

از یک لگد آنکه رخت ریزد — دویم زنیش چگونه خیزد

آں دل که دو سوئے میگراید — گر شد ز میاں دو نیم شاید

خوں شد دلم از دریغ خوردن — وز نالهٔ هیچ تیغ خوردن

چوں مادرِ من بزیرِ خاک ست — گر خاک بسر کنم چه باک ست

اے مادرِ من کجائے آخر — رو از چه نمی نمائے آخر

خنداں ز دلِ زمیں بروں آے — بر گریهٔ زار من ببخشائے

راندی به بهشت کشتیِ خویش — رو تافتی از بهشتیِ[1] خویش

هر جا که ز پائے تو غباری ست — ما را ز بهشت یادگاری ست

شیر از دهٔ جزوِ من ز تقدیر — آمیخته خونِ تست با شیر

مهرے که بشیر شد فراهم — تا جاں نرود کجا شود کم

گیرم که شدی ز دیده مستور — از سینهٔ من کجا شوی دور

زانجا که نوازشت فزوں بود — گستاخیِ من ز حد بروں بود

آزرده دلم ز کردهٔ خویش — کازرده شدی ز من ز حد بیش

با ایں خجلی که روسیاهم — عذر ست بکدام روئے خواهم

(از [illegible] دل)

[1] کنایه از خوبرو و خوبصورت باشد (برهان) ۱۲ حسرت

زاں بے ادبی کہ پیش کردم — اینک ز فراق زخم خوردم

بردل کہ صبور نیش سپر نیست — تیر لشے ز فراق صعب تر نیست

در زندگیست ز روئے عادت — غافل بُدم از چنیں سعادت

تا خانہ بود ز دولت آباد — قدرش نشناشد آدمی زاد

دولت چو عناں ز دست بیرون بود — مالیدنِ دست کے کند سود

من کایت ہجر خواندہ ام باز — میدانم گرچہ ماندہ ام باز

نعمت بحضور سہل چیز ست — ہر گہ کہ ز دست شد عزیز ست

ہر دم کہ تیوفتد بہ مستی — کے داند قدرِ تندرستی

نشناسد مرد قدرِ خویشاں — تا دور نیوفتد از ایشاں

آنکس شرفِ حضور داند — کز ذوقِ حضور دور ماند

آید چو غمِ عزیز در پیش — آنکس کہ عزیز تر غمش بیش

ہر لقمہ کہ خوشتر ست و دلکش — باشد بقیاسِ آرزو خوش

نبود بحریص چو میل چنداں — حلوا خشک ست زیرِ دنداں

ذاتِ تو کہ حسنِ جانِ من بود — پشت من و پشتبانِ من بود

نامِ تو ز نقش دولت ابنار — ہم دولتِ بندہ بود و ہم نار

با نار ز منساند دولتم جفت — نار از چہ کنم چو دولتم جفت

نے نے کہ ترا چو نام زندہ است — خود دولتِ من ہماں بندہ است

نامِ تو پناهِ خویش سازم
تعویذ کلاهِ خویش سازم

نے نام کہ مونسِ غم ست آں
بل نائب اسمِ اعظم ست آں

روزے کہ لب تو در سخن بود
پندِ تو صلاحِ کارِ من بود

امروز[1] ہم بمہر و پیوند
خاموشیِ تو ہمی دہد پند

لیکن سخنِ تو گر بود ہوش
از ہوش تواں شنید نہ از گوش

غافل چو منے کہ نیست ہوشم
کے پندِ تو رہ برد بگوشم

زانجا کہ بزندگانیِ خوب
بردی رقمے زغیر مغضوب[2]

اکنونت گماں برم کہ ناکام[3]
درخورد عمل بود سرانجام

گر ہیچ رواجِ کار یابی
در پردۂ قدس بار یابی

یاد آر بحضرتِ رفیعم
خوشنودیِ خویش کن شفیعم

دانم کہ تو در بہشت جاوید
رخشندہ تری زماہ و خورشید

چوں نیست بر تو ہمسرِ من
فرزندِ تو و برادرِ من

قتلغ[4] کہ مرا ز حق تبارک
بودہ است چو نامِ خود مبارک

از اوجِ وفا کبوترِ پاک
ہم کاوکِ من ز برجِ افلاک

نے نے غلطم کہ در سواری
شاہینِ دلاورِ شکاری

---

[1] اے امروز ہم مرا ۱۲ حسرت [2] اشارہ بجانب آیہ غیر المغضوب علیہم ۱۲ حسرت
[3] ناکام بالضرور (غیاث) ۱۲ حسرت
[4] قتلغ اسم ترکی ست ۱۲ حسرت

در معرکه اژدها نظیرے ٭ در مستی باده[1] شیر گیرے

روا ز ہمه سو برزم چون تیغ ٭ تیغ از ہمه رو چو برق دریغ

آئین غزا تمام کرده ٭ دولت لقبش حسام کرده

در حمله درست چون پدر شیر ٭ نے ہمچو من شکسته شمشیر

چون حرف پدر ہمه زبر[2] کرد ٭ ہم عزم[3] ولایت دگر کرد

شد جان پدر ز جان او شاد ٭ لیکن غم او بجان من افتاد

اے مونس و یاور غم تو ٭ نه از دل که ز جان خورم غم تو

بے مونس و بے رفیق و بے یار ٭ چونی و چه میکنی در آن غار

بودی ز توان بے ترازو[4] ٭ بازوئے من و توان بازو

رفتی و توان ز بازوم رفت ٭ نقد شرف از ترازوم رفت

خواہم که بجستنت شتابم ٭ جویم و لے از کجات یابم

بسیار شبت بشادمانی ٭ آمد بصبوح کامرانی

تا عاقبت آن مئے طرب زائے ٭ یکباره در او فگندت از پائے

دوران که قدح لبالبت داد ٭ درخورد نشستنت نشست داد

چه شد که تنک شراب[5] گشتی ٭ پیش از دگران خراب گشتی

خویشان که ز خویش سیر گردند ٭ لختے به کشش دلیر گردند

---

[1] یعنی بادهٔ جوانی ۱۲ حسرت [2] یعنی از بر ۱۲ حسرت [3] یعنی در پیه پدر بآخرت شتافت ۱۲ حسرت
[4] یعنی بے اندازه ۱۲ حسرت [5] تنک شراب کم ظرف که زود مست گردد ۱۲ حسرت

کوشند اگرچه در جدائی ‏ زیشان نه برند آشنائی

بنمائے رخ این چه روے تابیست ‏ بیدار شو این چه دیر خوابیست

گر ننگری این تن خرابم ‏ بارے رخ خود نما بخوابم

از خواب تو در برادران تاب ‏ خوش کرده تو با برادران خواب

دوری همه گرچه نادرست ست ‏ دوری ز برادران درست ست

فریاد کنم ز جان ناشاد ‏ فریاد که نشنوی تو فریاد

هر دم خورم از فسوس خارے ‏ خود نیست چو من فسوس خوارے

هر نیم شبے و صبح گاہے ‏ از حسرت تو برآرم آہے

چون تو نکنی بسوئے من راه ‏ از آه چه خیزدم همان آه

دانم که بدین شغب فزائی ‏ زانجا که تو رفته نیائی

لیکن چه کنم چو ناشکیبم ‏ خود را به بهانه می فریبم

اے درد تو هم طویلهٔ من ‏ حال تو برون ز حیلهٔ من

در خاک نه زان نمط شدی گم ‏ کائی بنظر بجهد هر دم

غربال دل ار چه خاک بیزست ‏ دریافتنت بر ستیز ست

نائی چو بکوششم فراچنگ ‏ از بے گهری بدل نهم سنگ

سنگین کنم این دل پر آتش ‏ کاتش باشد بسنگ در خوش

در سینه نهم ز سوگواری ‏ غمهائے ترا بغمگساری

نامِ تو نصیب کردنِ دل — طومار کنم بگردنِ دل

نقشِ تو بدل نگار سازم — وز یادِ تو یادگار سازم

آیم بتو چون شکسته رائے — خوانم بشکستگی دعائے

دعوت چو درِ امید گیرد — امید پذیر در پذیرد

هم تو ز نصیب آنچه دانی — بفرست نصیبم آنچه دانی

روحِ تو که باد دور از آذر — باشد چو رفیقِ روحِ مادر

شاید که باتفاقِ فرخ — آرید برحمتِ خدا رخ

گوئید بهر سکون و سیرے — ایمانِ مرا دعائے خیرے

تا چون بسوئے شما کنم راه — مومن چو شمار روم الی الله

یارب که برحمتِ گنه شوئے — از گردِ گنه بشوئے شان روئے

آمرزشِ خویش یارِ شان کن — بخشایشِ خود نثارِ شان کن

میدار بجلدِ شان فراهم — نوبت چو بمن رسد مرا هم

در ختمِ این نامهٔ مسلسلِ مجنون که بهر رقمش مقرر قلب ست و نخط کشیدن برخطِ حرف گیران که صحیفهٔ مردمان را انگشت پیچ کنند و چون نامهٔ ایشان باز کشائی به پیچند از پیچ پیچ منتے لیام چه التفات ان شاء الله کراما کاتبین این نامهٔ سیاه را بر من نه پیچانند یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب

چون گنجِ هنر کشاد بختم — نو بادهٔ غیب بست رختم

ارزانیِ گوہرِ گران خیسز — کرد از ہمہ سو خرندہ را تیز
آمد فلک آستیں کشادہ — نہ بحر دُر آستیں نہادہ
انجم کہ کشادہ تحفہ دیدند — دُرّے بستارۂ خریدند
باقی کہ نداشت قیمت ایام — دادم قدرے بمشتری دام
از غلغلِ ایں سرود و ایں لحن — پاکوفت فرشتہ برہم صحن
میخواست بسے دلِ ہوس باز — کز سحرِ قدیم نوکنم ساز
بیروں دہم از دمِ درونے — باجادوئے رفتہ ہم فسونے
پے بر پئے او چنانکہ دانم — گفتم قدمے زدن توانم
از شیوۂ خود رمیدہ گشتم — تسلیمِ ہماں جریدہ[1] گشتم
چیدم بتقلم نمونۂ پیش — بردم زمیاں تکلفِ خویش
آرایشِ پیکرِ معانی — بستم بسلاستِ روانی
کاں مایہ کہ صنعتے بود خام — از شیوۂ من بروں دہ نام
چشمے کہ دلے برد بتاراج — دانی کہ بسرمہ نیست محتاج
ور ہمہ کسی برابروئے زشت — چوں سبزۂ تر بود در انگشت
زاں سکہ کہ مردِ پرہنر داشت — بہ زیں نتواں نمونہ بر داشت
گر خود بزلالِ من شدی غرق — ممکن نشدیش درمیاں فرق

[illegible]

---

[1] جریدہ یکتا ۱۲ حسرت

زین بیش تفاوتے ندانم — کان از دلِ اوست این زجانم

هر دم که نزاد تو امانند — هم هر دو بیکدگر نمانند

دو خط که نویسی از یکے دست — هم نوعِ تفاوتے در آن هست

کلک ار چه کشد دو نقطه بر کار — هم بیش و کمی بود بمقدار

نقّاش که پیکرے نشان کرد — دیگر نتواند آنچنان کرد

مانی که قلم زنِ خیال است — مانند نبشتنش محال است

مقصودِ من از بیانِ این حرف — طرزِ سخن است و صرفه صرف

کاقلیم کسان بزهره شیر — به زین نتوان ستد بشمشیر

هر چند که این خطِ مسلسل — موے تو ز حرفِ اوّل

(مجنون لیلی ۱۲) — (لیلی مجنون ۱۲)

دانم بیقین که حاسدِ حس — پشمینه رقم کند بر اطلس[1]

اے آنکه[2] به[3] مرا تهی نام — وز غورهٔ خویش خوش کنی کام

از من نظرت بچشمِ سوزن — وندر دفِ تو هزار روزن

غربال سپر کنی چو در جنگ — زخم آورد تو زصد در آهنگ

گر ما ز هنر تهی میانیم — بارے تو بگوی تا بدانیم

از دعوی این خیال سنجی — ناگفته ملافت تا نرنجی

بنود چو فسانهٔ تو نامی — بیهوده چه لافی از نظامی

[1] بر اطلس از پشمینه نقش و نگار کردن غیر موزون ست ۱۲ [2] حسرت [3] به مخفف بهی میوه ۱۲ آتش

گفتی دمِ اوست مرده را زیست　　آن زانِ ولیست زانِ تو چیست

گر زاں قدح آری آنچه خوردم　　بے گفتِ تو اعتراف کردم

لیکن بتو ار بود متاعے　　بکشا ز دو کانِ خود قفاعے[1]

صد رحمتِ ایزدی بر آں مرد　　گر زکیسهٔ خود بود جوانمرد

از خوانِ کساں نواله دادن　　بر نسیه بود قباله دادن

من کرده ام این عمل شماری　　تو نیز بیار تا چه داری

دانم که بچاشنیِ این شهد　　گوئی صد و پنجمی بصد جهد

لیکن نرود جنیبتِ لنگ　　پویان و دوان هزار فرسنگ

زاں کرده ام این نوائے خوش ساز　　تا گوش زمانه را کنم باز

ذوقے که درین دمِ حیات است　　همشیرهٔ اوّلین نبات است

زنده است بمعنی (مجنوں لیلیٰ ۱۲) اوستادم　　ور نیست بنفس (لیلیٰ مجنوں ۱۲) حیات دادم

احسنت زہے سخنورِ چست　　گر نکته دهانِ عالمے شست

میداد چو نظم نامه را پیچ　　باقی نگذاشت بهرِ ما هیچ

آں سحر که بر لبش خسے نیست　　محتاجِ ستایشِ کسے نیست

آنکس که قدم چناں سپرده است　　انصاف خود آنچه بود برده است

انصاف مرا سزاست بارے　　گر هیچ کنم چنین نگارے

[1] قفاع نمونهٔ جنس ناقص ۱۲ اش

اوزآنہمہ فنگرگو ہرآمائے ۔۔۔ تنہا ذریک وش بروں پائے
صد طرزِ سخن چو شکّر و شہد ۔۔۔ بنمود مگر بمشنوی جہد
او بود بیک فنی نشانہ ۔۔۔ چوں یک فنہ بود شد یگانہ
داناکہ درِ خرد کشاید ۔۔۔ آں کار کند کہ نیکش آید
گاذر کہ بکارِ خود تمام ست ۔۔۔ بہتر ز حریر بافِ خام ست
لنگے کہ برقص شد سبک خیز ۔۔۔ ہنگامۂ خندہ را کند تیز
کورے کہ کند گہر شناسی ۔۔۔ بازی کند از دمِ قیاسی
آں گنج نشان و گنجہ پرورد ۔۔۔ بودہ است دریں متاع درخورد
وانگہ زجہاں فراغ جُستہ ۔۔۔ وز شغلِ زمانہ دست شُستہ
بارے نہ بدل مگر ہمیں بار ۔۔۔ کارے نہ دگر مگر ہمیں کار
کوشش ہمہ در سخن سگالی ۔۔۔ خاطر زہر التفات خالی
کُنجے و دلے ز محنت آزاد ۔۔۔ آسودگیِ تمام بنیاد
ازہر ملکے و نیک نامے ۔۔۔ اسبابِ معاش را نظامے
بے جنبشِ پائے کام دردست ۔۔۔ میگوئے سخن چو کامِ دل ہست
چندیں سببِ مراد باہم ۔۔۔ چوں نایدش ایں سخن فراہم
مسکیں منِ مستمندِ بیہوش ۔۔۔ از سوختگی چو دیگ در جوش
شب تا سحر از صباح تا شام ۔۔۔ در گوشۂ غم نگیرم آرام

باشم ز برائے نفسِ خود رائے
پیشِ چو خوے ستادہ برپائے

تا خوے نرود ز پائے تا سر
دستم نشود ز آبِ کس تر

مزدے[1] کہ دہند منتِ داد
واں رنج کہ من برم ہمہ باد

چوں خر کہ علف کشد بزاری
ریزند جوش و لے بخواری

گر از پئے ہفتہ ز مانے
یا ہم ز فراغِ دل نشانے

سہل ست بفرصتے چناں تنگ
کاوندہ چہ زر برآرد از سنگ

ممدوحِ خجستہ را کنم یاد
یا رغبتِ سینہ را دہم داد

بختست[2] ایں کہ سخن سبک عنان ست
کاں در دل و گنج بر زبان ست

کلکم کہ سرش زبانِ غیبت
گنجینہ کشائے کانِ غیبت

آواز دہم چو در روانی
لبیک زناں دو د معانی

از جنبشِ نظم گرم رفتار
دلّالۂ فکر ماندہ بے کار

با چنداں شغلِ خاطر آشوب
چندیں برِ تو دہم بیک چوب

ق
گر از تگ و پوئے آب و نانم
بودے قدرے خلاصِ جانم

روشن گشتے کہ از چنیں دُر
آفاق چگونہ کردمے پُر

با اینہمہ ہر کہ بیند ایں گنج
معلوم کند حدِ سخن سنج

---

[1] اے مزدِ رنجِ من دہند و منتِ عطا نہند، رنجِ مرا ضائع شناسند ۱۲ حسرت

[2] اے خوبیِ بخت ست ۱۲ حسرت

انصافِ من ار تو ندہی ای دوست ۔۔۔ خود نافہ کند حکایت از پوست
ور تو ندہی بجاں سپاسم ۔۔۔ من قیمتِ لعل خود شناسم

(بیت)

ور تو نکنی ز آفریں شاد ۔۔۔ من خود کنمم آفرینِ خود باد
ہر کس ز برائے نیک و بد را ۔۔۔ لیسد بزبانِ خویش خود را
گربہ بزباں نہ خار دارد ۔۔۔ گو شانہ سینہ غار دارد
مردار چہ بعقل ناتواناست ۔۔۔ در شستنِ عیبِ خویش داناست
گاوے کہ زبانِ او درشت است ۔۔۔ سوہانِ درشتہائے پشت است
سگ نیز برائے راحتِ خویش ۔۔۔ شوید بزباں جراحتِ خویش
چوں من بسگی نمودم اقرار ۔۔۔ تو شیری خویشتن نگہدار
نے نے نہ سگم کہ شیر مردم ۔۔۔ خاصہ کہ چنیں شکار کردم
ایں آہوِ شیر گیرِ من باد ۔۔۔ ز آہو گیرانِ[1] عالم آزاد
از شکرِ خدائے خوش کنم کام ۔۔۔ کآغازِ صحیفہ شد بانجام
نامش کہ زغیب شد مسجّل ۔۔۔ مجنون لیلی بعکسِ اوّل
تاریخ ز ہجرت آنکہ بگذشت ۔۔۔ سالش نود ست و ششصد و ہشت ۶۹۸
بیتش بشمارِ راستی ہست ۔۔۔ جملہ دو ہزار و ششصد و شصت ۲۶۶۰
ہر کو نکند بطبع قابل ۔۔۔ (ق) تا بعدِ نوشتنش مقابل

---

[1] آہو گیر عیب بین ۱۲ حسرت

یا بیتے ازین عدد کند کم	کم باد ورا خلاصی از غم
اُمید که هر خرد پناهے	از چشم رضا کند نگاهے
زانکس که نگه کند به تمکیں	انصاف طلب کنم نه تحسیں
یارب که منِ سیاه نامه	کآراستم این ورق بخامه
هرچند بد آمد این شمارم	چشم از تو بجز بهی ندارم
شعر ارچه صلاحِ کارِ دین نیست ق	بر روئے زشریعت آفرین نیست

این نامه هنرائے آفریں باد
انشاء الله همچنیں باد

تمت بالخیر

UNIVERSITY LIBRARY
MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH.